قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی

(تقسیمِ ناقص)

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر
گالیاں نکالنے، توہینِ انبیاءؑ اور توہین صحابہؓ
کے الزامات کا جواب

از

انصر رضا
واقفِ زندگی
احمدیہ مسلم جماعت، کینیڈا

”يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا
أَن تُصِيبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ
نَادِمِيْنَ“

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے پاس اگر کوئی بدکردار کوئی خبر لائے تو (اس کی) چھان
بین کرلیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم جہالت سے کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو۔ پھر تمہیں اپنے کئے پر
پشیمان ہونا پڑے“

[الحجرات۔49:7]

فہرست عنوانات

حرفِ اوّل

سبّ وشتم کے لغوی معنی

صرف خلاف واقعہ بات کو گالی کہتے ہیں

بریلوی عالم کی بعینہٖ یہی وضاحت

جماعتِ اسلامی کے ایک عالم کی تائیدی وضاحت

احادیث میں بیان کردہ سبّ وشتم کے الفاظ

جو پہلے رسولوں کو کہا گیا

اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت

گالیاں نکلوانے کا موجب بننے کی حقیقت

گالی دینا کس نے شروع کی

توہینِ مسیحؑ کا الزام

سخت الفاظ کی وضاحت

صحابہ کرامؓ کی توہین کے الزام کی حقیقت

علماء اسلام کی تحریروں میں درشت الفاظ

حشرات الارض والی جگہ یا حشرات الارض کی طرح

دورِ حاضر کے علماء کی تحریروں میں سخت الفاظ

خلاصۂ کلام

حرفِ آخر

﴿حرفِ اوّل﴾

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف خود یہ کائنات متوازن قائم فرمائی ہے اور ہر باریک سے باریک گوشہ اور پہلو میں عدل سے کام لیا ہے بلکہ انسان کو بھی اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ وہ منجملہ دیگر افعال کے اپنی باتوں میں بھی عدل سے کام لے۔ ’’وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا ‘‘[6:153] کیونکہ عدل تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے’’اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ‘‘[5:9]۔انسان کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ اس زندگی کے توازن کو نہ بگاڑے’’وَلَا تُخْسِرُوْا الْمِيْزَانَ ‘‘[55:10] کیونکہ جب انسان عدل نہیں کرتا تو وہ تقویٰ سے دور ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں حد سے تجاوز کرتا ہے اور میزان کا توازن بگاڑتے ہوئے اپنے لئے اچھا مال اور دوسروں کے لئے ناقص مال کی تقسیم کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ’’قِسْمَةٌ ضِيْزٰی ‘‘[52:23] یعنی تقسیمِ ناقص قرار دیا ہے۔

زیرِ نظر مضمون کا عنوان ’’قِسْمَةٌ ضِيْزٰی ‘‘ رکھنے کا پس منظر یہ ہے کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی مخالفت میں عصر حاضر کے چند علماء نے عدل و انصاف کے تقاضوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے ایسی ناقص تقسیم کی کہ اپنے کڑوے کو میٹھا کہہ کر بیچنا چاہا جبکہ احمدیت کے امرت کو زہر بتا کر عوام کو متنفر کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔افسوس کا مقام یہ ہے کہ عوام ان غیر عادل علماء کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے معاملہ میں معتبر سمجھتے ہیں جنہیں وہ ان کی غیر اخلاقی اور غیر اسلامی سرگرمیوں کے باعث خود فاسق قرار دے چکے ہیں،اور قرآنی حکم ’’يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ‘‘ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے پاس اگر کوئی بدکردار کوئی خبر لائے تو (اس کی) چھان بین کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم جہالت سے کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو۔ پھر تمہیں اپنے کئے پر پشیمان ہونا پڑے‘‘[الحجرات۔49:7] کے برخلاف ان کی بتائی ہوئی جھوٹی خبروں پر ایمان لے آتے ہیں۔

زیرِ نظر کوشش ان جھوٹی خبروں کے ایک پہلو، یعنی سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گالیاں نکالنے، بدزبانی کرنے اور توہین انبیاء علیہم السلام اور توہینِ صحابہ کرامؓ کے الزامات کی باثبوت تردید ہے جس میں بتایا گیا ہے

کہ جن الفاظ وتراکیب کے استعمال پر سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گالیاں نکالنے، بدزبانی و بیہودہ گوئی کرنے اور انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی توہین کرنے کے الزامات لگائے گئے ہیں وہی الفاظ قرآن وحدیث اور علماء متقدمین ومتاخرین کی کتب میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ گویا ''گرایں گناہیست در شہر شما نیز کنند''۔ یعنی اگر یہ گناہ ہے تو یہ تمہارے شہر میں بھی ہو رہا ہے۔

اس کوشش میں میری مدد میرے دو مخلص ترین دوستوں مکرم لیاقت علی صاحب اور مکرم نیر بٹ صاحب نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس مدد کا اجر عظیم اور جزائے خیر عطا فرمائے۔ خاکسار مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب اور مکرم رانا منظور احمد صاحب کا بھی شکرگزار ہے جنہوں نے اس مقالہ کو پڑھ کر اپنی قیمتی آراء سے نوازا۔ ان کے ساتھ ساتھ خاکسار مکرم ومحترم جناب عبدالودود شیخ صاحب نیشنل سیکرٹری اشاعت اور مکرم ومحترم لال خان ملک صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا کا ممنون ہے کہ انہوں نے اس مقالہ کی اشاعت کی منظوری عطا فرمائی۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرماتے ہوئے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق پھیلائی گئی غلط فہموں کو دور کرے تاکہ لوگ امام الزمان علیہ السلام کی شناخت کر کے حبل اللہ یعنی خلافتِ احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہو جائیں۔ آمین!

انصر رضا
واقفِ زندگی
احمدیہ مسلم جماعت کینیڈا
اپریل 2015 ٹورنٹو، کینیڈا

سبّ وشتم کے لغوی معنی

عربی زبان میں گالی کو ''سبّ'' اور ''شتم'' کہتے ہیں جو کہ ہم معنی الفاظ ہیں۔ عربی زبان کی ایک مشہور اور مستند لغت ''لسان العرب'' میں لفظ ''سبب'' کے تحت ایک حدیث ''سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهٗ کُفْرٌ'' بیان کر کے سبّ کا معنی لکھا ہے ''السَبُّ : الشَّتْمُ'' یعنی سبّ کا مطلب ہے گالی۔ یہی معنی ایک اور مشہور و مستند لغت ''تاج العروس'' میں بھی لکھے ہیں۔ علامہ راغب اصفہانی کی مشہور کتاب ''المفردات'' میں لفظ سبب کے تحت لکھا ہے: ''و السَّبُّ الشَّتْمُ الْوَجِيْع''۔ اس کے اردو ترجمہ از شیخ الحدیث مولانا عبدہٗ فیروز پوری میں لکھا ہے: ''السَّبُّ کے معنی مغلظات اور فحش گالی دینا کے ہیں۔''

لسان العرب

للإمام العلامة أبي الفضل جمال الدين محمد بن مكرم
ابن منظور الافريقي المصري

المجلد الاول

دار صادر
بيروت

المنقطع عن الأوّل ؛ ومعناه : لكن مُعْرِضاً .

وفي الحديث : سِبابُ المُسْلِمِ فُسوقٌ ، وقِتالُه كُفْرٌ . السَّبُّ : الشَّتْم ، قيل : هذا محمول على من سَبَّ أو قاتَلَ مسلماً ، من غير تأويل ؛ وقيل : إنما قال ذلك على جهة التغليظ ، لا أنه يُخْرِجُه إلى الفِسْقِ والكفر .

وفي حديث أبي هريرة : لا تَمْشِيَنَّ أمام أبيك ، ولا تجْلِسْ قَبْلَه ، ولا تَدْعُه باسمه ، ولا تَسْتَسِبَّ له ، أي لا تُعَرِّضْه للسَّبِّ ، وتَجُرَّه إليه ، بأن تَسُبَّ أبا غيْرك ، فيَسُبَّ أباكَ مُجازاةً لك . قال ابن الأثير: وقد جاء مفسراً في الحديث الآخر : انَّ من أكبر الكبائر أن يَسُبَّ الرجلُ والديه ؛ قيل : وكيف يَسُبُّ والديه ? قال : يَسُبُّ أبا الرجلِ ، فيسُبُّ أباه ، ويَسُبُّ أُمَّه ، فيَسُبُّ أُمَّه.

وفي الحديث : لاتَسُبُّوا الإبلَ فإن فيها رُقُوءَ الدَّم.

والسَّبَّابةُ: الاصْبَعُ التي بين الابهام والوُسْطى، صفةٌ غالبة ، وهي المُسَبِّحَةُ عند المُصَلِّين .

والسُّبَّة : العارُ ؛ ويقال : صار هذا الأمر سُبَّةً عليهم ، بالضم ، أي عاراً يُسَبُّ به .

ويقال : بينهم أُسْبوبة يَتَسابُّونَ بها أي شيء يَتشاتَمُونَ به .

والتَّسابُّ : التَّشاتُم . وتَسابُّوا : تَشاتَمُوا .

وسابَّه مُسابَّةً وسِباباً : شاتَمَه .

والسَّبِيبُ والسِّبُّ : الذي يُسابُّكَ . وفي الصحاح : وسِبُّكَ الذي يُسابُّكَ ؛ قال عبد الرحمن بن حسان، يهجو مِسْكِيناً الدَّارِميَّ :

> لا تَسُبَّنَّني ، فَلَسْتَ بِسِبِّي ،
> إنَّ سِبِّي، من الرِّجالِ، الكَريمُ

ورجل سِبٌّ : كثيرُ السِّبابِ .

ورجلٌ مِسَبٌّ ، بكسر الميم : كثيرُ السِّبابِ . ورجل سُبَّةٌ أي يَسُبُّه الناسُ ؛ وسُبَبَةٌ أي يَسُبُّ الناسَ . وإبِلٌ مُسَبَّبَةٌ أي خِيارٌ ؛ لِأنَّه يقال لها عندَ الإعْجابِ بها : قاتَلها اللهُ ! وقول الشَّمَّاخ ، يَصِفُ حُمُرَ الوَحْشِ وسِمَنَها وجَوْدتَها :

> مُسَبَّبَة ، قُبّ البُطُونِ ، كأنها
> رِماحٌ ، نَحاها وجْهَةَ الريحِ راكزُ

يقولُ : من نَظَرَ إليها سَبَّها ، وقال لها : قاتَلَها اللهُ ما أجودَها !

والسِّبُّ : السِّتْرُ . والسِّبُّ : الخِمارُ . والسِّبُّ : العِمامة . والسِّبُّ : شُقَّة كَتَّانٍ رقيقة . والسَّبِيبَةُ مِثلُه ، والجمع السُّبُوبُ ، والسَّبائِبُ . قال الزَّفَيانُ السَّعْدِي ، يَصِفُ قَفْراً قَطَعَه في الهاجرة ، وقد نَسَجَ السَّرابُ به سَبائِبَ يُنيرُها ، ويُسَدِّيها ، ويُجيدُ صَفْقَها :

> يُنيرُ ، أو يُسْدي به الخَدَرْنَقُ
> سَبائِباً ، يُجِيدُها ، ويصْفِقُ

والسِّبُّ: الثَّوْبُ الرَّقِيقُ، وجَمْعُه أيضاً سُبُوبٌ . قال أبو عمرو : السُّبُوبُ الثِّيابُ الرِّقاقُ ، واحدُها سِبٌّ ، وهي السَّبائِبُ ، واحدُها سَبِيبَة ؛ وأنشد :

> ونَسَجَتْ لوامِعُ الحَرُورِ
> سَبائِباً ، كَسَرَقِ الحَرِيرِ

وقال شمر : السَّبائِب متاعُ كَتَّانٍ ، يُجاءُ بها من ناحية النيلِ ، وهي مشهورة بالكَرْخِ عند التُّجّار ، ومنها ما يُعْمَلُ بِمِصْر ، وطولها ثمانٌ في سِتٍّ.

والسَّبِيبة : الثوبُ الرقيقُ .

وفي الحديث : ليس في السُّبوبِ زَكاةٌ ، وهي الثِّيابُ الرِّقاقُ ، الواحِدُ سِبٌّ، بالكسر ، يعني إذا

التراث العربي
سلسلة تصدرها وزارة الإعلام
في الكويت
-١٦-

تاج العروس

من جواهر القاموس

للسيد محمد مرتضى الحسيني الزبيدي

الجزء الثالث

تحقيق

عبد الكريم العزباوي

ومراجعة
الدكتور ابراهيم السامرائي و عبد الستار احمد فراج
راجعته لجنة فنية من وزارة الاعلام

طبعة ثانية

١٤٠٧هـ = ١٩٨٧م

مطبعة حكومة الكويت

تم إعادة طباعة هذا الجزء من قبل
المجلس الوطني للثقافة والفنون والآداب
٢٠٠٤

والمَعْنَى أَىْ حَسَنُ الرِّعْيَةِ والحفْظ لَهُ والقِيَامِ عَلَيْه ،كما حَكَاه ابْنُ جِنّى ، وقَالَ : هو فُعْلَان من السَّأْبِ الَّذى هُوَ الزِّقُّ ؛ لأَنَّ الزِّقَّ إِنَّمَا وُضِع لِحفْظِ مَا فِيه . كَذَا فى لِسَان العَرَب .

[س ب ب] *

(سَبَّه) سَبًّا : (قَطَعَه) . قَالَ ذُو الخِرَقِ الطُّهَوِيّ :

فما كَانَ ذَنْبُ بَنِى مَالِكٍ
بأَنْ سُبَّ مِنْهُم غُلَامٌ فَسَبْ (١)
عَرَاقِيبُ كُومٍ طِوَالِ الذُّرَى
تَخِرُّ بَوَائِكُهَا للرُّكَبْ
بأَبْيَضَ ذى شُطَبٍ باتِرٍ
يَقُطُّ العِظَامَ ويَبْرِى العَصَبْ (٢)

فى لِسَانِ العَرَب : يُرِيد مُعَاقَرَةَ أَبِى الفَرَزْدَقِ غَالِبِ بْنِ صَعْصَعةَ لسُحَيْمِ ابْنِ وَثِيلٍ الرِّيَاحِىِّ لَمَّا تَعَاقَرَا بصَوْأَرٍ ، فعَقَرَ سُحَيْمٌ خَمْساً ، ثم بَدَا لَه وعَقَرَ غَالِبٌ مائَة . وفى التَّهْذِيب : أَرَادَ بقَوْلِه : سُبَّ أَى عُيِّر بالبُخْلِ فَسَبَّ عَرَاقِيبَ إِبِلِه أَنَفَةً مِمَّا عُيِّر بِهِ ،انْتَهَى. وسَيَأْتِى فى «ص أَر » .

والتَّسَابُّ : التَّقَاطُعُ .

(و) من المجاز : سَبَّه يَسُبُّه سَبًّا : (طَعَنَه فى السَّبَّة أَىِ الاسْت) . وسَأَل النُّعْمَانُ بْنُ المُنْذِرِ رَجُلاً فقال :كَيْفَ صَنَعْتَ ؟ فَقَالَ : لَقِيتُه فى الكَبَّة فطَعَنْته (١) فى السَّبَّة فأَنْفَذْتُها مِن اللَّبَّة (٢) . الكَبَّةُ :الجَماعَةُ كما سَيَأْتِى. فقلتُ لأَبِى حَاتِم : كَيْفَ طَعَنَه فى السَّبه وهُوَ فَارِسٌ ، فضَحِك وقال : انْهَزَم فاتَّبَعَه فلَمَّا رَهقَه أَكَبَّ لِيَأْخُذ بمَعْرَفَة فَرَسه فطَعَنَه فى سَبَّتِه . وقَالَ بَعْضُ نساءِ العَرَب لأَبِيها وكَانَ مَجْرُوحاً : يا أَبَه (٣) أَقَتَلُوك ؟ قال : نَعَم أَى بُنَيَّةُ وسَبُّونِى . أَى طَعَنُوه فى سَبَّتِه .

(و) السَّبُّ : الشَّتْمُ . وقَدْ سَبَّه يَسُبُّه : (شَتَمَه، سَبًّا وسِبِّيبَى كخِلِّيفَى ،

(١) فى اللسان والصحاح (سب) وفى المقاييس ٣-٦٣ والجمهرة ١ /٣٠ وجاء فى التكملة : والرواية : بأن شبَّ بفتح الشين المعجمة أى بلغ من الشباب،وليس من الشتم فى شىء ، وشهرة القصة عند أهل الأدب تنادى بصحة المعنى » والقصة فى التكملة .

(٢) فى اللسان (سب) والمقاييس ٣/٦٣ . وفى التكملة برواية: بأبيض يهتز ذى هبَّة

(١) فى الأصل : طمنته .

(٢) عبارة اللسان : طعنته فى الكَبَّة طَعْنَةً في السَّبَّة فأنفذتُها من اللَّبَّة .

(٣) فى اللسان : أبت بدل : يا أبه .

مفردات القرآن (اردو)

تصنیف

امام راغب اصفہانی

ترجمہ و حواشی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدہٗ فیروزپوری

شیخ شمس الحق

۲۳۸۔ کشمیر بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور

جہت سے شاہراہ کو بھی سَبَبٌ کہہ دیا جاتا ہے جیسا
کہ شاہراہ کو بھی خیط (ناگا) اور کبھی محدود کپڑے
کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔

اَلتَّسْبِیْبُ (مصدر) کے معنی مغلظات اور فحش
گالی دینا کے ہیں۔ قرآن میں ہے:۔

لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ
فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ (۶-۱۰۹) تو
جو لوگ خدا کے سوا (دوسرے) معبودوں کو حاجت
روائی کے لئے بلایا (یعنی ان کی پرستش کیا کرتے) ہیں
ان کو برا نہ کہو کہ یہ لوگ بھی ازراہ نادانی ناحق خدا کو
برا کہہ بیٹھیں گے۔

ان کے اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے کے یہ معنی نہیں
ہیں کہ وہ صریح الفاظ میں اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں
گے۔ کیونکہ اس طرح تو کوئی مشرک بھی نہیں کرتا بلکہ
مراد یہ ہے کہ وہ جوش میں آکر شان الٰہی میں گستاخی
کریں گے اور ایسے الفاظ استعمال کریں گے جو اس
کی ذات کے شایان شان نہیں جیسا کہ عام طور پر مجادلہ
کے وقت ہوتا ہے کسی شاعر نے کہا ہے[1]

فَمَا کَانَ ذَنْبُ بَنِیْ مَالِکٍ
بِاَنْ سُبَّ مِنْہُمْ غُلَامٌ فَسَبَّ
بِاَبْیَضَ ذِیْ شُطَبٍ قَاطِعٍ
یَقُدُّ الْعِظَامَ وَیَبْرِی الْقَصَبَ

بنی مالک کا صرف اتنا گناہ ہے کہ ان میں سے ایک
لڑکے کو بخل پر عار دلائی گئی اور اس نے عار کے
جواب میں سفید دھاری دار قاطع تلوار سے اپنی موٹی
اونٹنیوں کو ذبح کر ڈالا جو ہڈیوں کو کاٹ ڈالتی ہو اور
اور قصب یعنی بانس کو تراش دیتی ہو ان اشعار
میں اس مضمون کی طرف اشارہ ہے جس کو دوسرے
شاعر نے یوں ادا کیا ہے کہ[2]

نَشْتِمُہُمْ بِالْاَفْعَالِ لَا بِالتَّکَلُّمِ

کہ ہم زبان کی بجائے افعال سے گالی دیتے ہیں۔
اور سِبٌّ (فِعْلٌ) (بمعنی دشنام دہندہ) کیلئے آتا
ہے۔ شاعر نے کہا ہے[3]

لَا تَسُبَّنَّنِیْ فَلَسْتَ بِسِبِّیْ
اِنَّ سِبِّیْ مِنَ الرِّجَالِ الْکَرِیْمُ

مجھے گالی نہ دو تم مجھے گالی دینے کے لائق نہیں
ہو کیونکہ نہایت شریف درجہ کا آدمی ہی مجھے گالی
دے سکتا ہے۔

اَلسُّبَّۃُ ہر وہ چیز جو عار و ننگ کی موجب ہو اور
کنایہ کے طور پر دبر کو بھی سُبَّۃٌ کہا جاتا ہے۔

---

۱ قالہ ذوالخرق الطہوری واسمہ قرط یتعصب لغالب بن صعصعۃ ابی الفرزدق وکان بینہ وبین سحیم بن وثیل الریاحی معاقرۃ یوم صوءر (موضع قریب من الکوفۃ) واختلفت الروایات فی القصیدۃ راجع الخبر والاختلاف فی ذیل الامالی ۵۲-۵۴ والسمط ۷۶-۷۴۷ والابیات مقیدۃ القافیہ فی اللسان (سب) والنقائض ۱۰۷۰ والامالی (۲: ۱۱۷) والمؤتلف للآمدی ۱۰۷ وایام العرب ۱۰۴-۱۰۶ وفی روایۃ بنی عامر بدل بنی مالک وہو وہم نبہ علیہ ابن درید والازہری ورد البکری فی التنبیہ راجع ایضا المعانی للقتبی ۱۰۸۷ والحکم (عقر) والثانی من الابیات: عراقیب کوم طوال الذری. تخر بوائکہا للرکب ۱۲ ۲ قالہ معبد بن علقمۃ یخاطب زہیرا اولہ: تجہل ایدینا ویحلم رأینا. والبیت من کلمۃ فی الحماسۃ رواہ التبریزی (۲: ۹۱) وفی السمط (۱: ۳۴۳) فی ثلاثۃ والتنبیہ للبکری ۵۴ وفی العیون (۱: ۲۸۷) والشطر منسوب لایاس بن قتادۃ وعجزہ فیہ: تعاقب ایدینا ویحلم رأینا والبیت فی المصنون (۸۳) والصناعتین ۹۴ ۳ البیت فی اصلاح یعقوب ۱۴ (دار المعارف ۱۳۷۵ھ) ولم ینسبہ التبریزی فی تہذیبہ ۲۱ وہو لعبد الرحمان بن حسان یہجو مسکینا الدارمی خال والسب الذی یسابک ۱۲

صرف خلافِ واقعہ بات کو گالی کہتے ہیں

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انبیاءؑ اور صحابہ کرامؓ کی توہین اور گالیاں نکالنے کے الزامات عائد کئے جاتے ہیں۔حضورؑ نے اپنی تحریرات میں استعمال ہونے والے سخت الفاظ کی خود وضاحت فرمائی ہے کہ صرف خلاف واقعہ بات کو گالی کہتے ہیں۔بصورتِ دیگر یہی الفاظ جو قرآنِ کریم میں بھی بیان کئے گئے ہیں، نعوذ باللہ، گالی ٹھہرتے ہیں۔

’’**<u>ہم اور ہمارے نکتہ چین</u>**۔بعضے صاحبوں نے نکتہ چینی کے طور پر اس عاجز کی عیب شماری کی ہے۔اور اگرچہ انسان عیب سے خالی نہیں اور حضرت مسیح کا یہ کہنا سچ ہے کہ میں نیک نہیں ہوں، نیک ایک ہی ہے یعنی خدا۔لیکن چونکہ ایسی نکتہ چینیاں دینی کارروائیوں پر بد اثر ڈالتی ہیں اور حق کے طالبوں کو رجوع لانے سے روکتی ہیں اس لئے برعایت اختصار بعض نکتہ چینیوں کا جواب دیا جاتا ہے۔پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جلّشانہ اور اس کے رسول کریم کی بے ادبی کی اور پُر دشنام تالیفات شائع کر دیں۔قرآن شریف میں صریح حکم وارد ہے کہ مخالفین معبودوں کو سبّ اور شتم سے یاد مت کرو تا وہ بھی بے سمجھی اور کینہ سے خدائے تعالیٰ کی نسبت سبّ وشتم کے ساتھ زبان نہ کھولیں لیکن اس جگہ برخلاف طریق مامور یہ کے سبّ وشتم سے کام لیا گیا۔اما الجواب پس واضح ہو کہ اس نکتہ چینی میں معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اس عاجز نے بزعم ان کے اپنی تالیفات میں استعمال کئے ہیں اور جو درحقیقت سبّ وشتم میں داخل ہیں۔**میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دشنام دہی کہا جائے**۔بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں۔اور ان دونوں مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے۔بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کو کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام دہی تصور کر لیتے ہیں۔حالانکہ دشنام اور سبّ اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے۔اور اگر ہر ایک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کے کہ مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلت اور بت پرستوں کی حقارت اور انکے بارہ میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سننے سے بت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں، بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی۔کیا خدائے تعالیٰ کا کفار مکہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ **انکم وماتعبدون من دون اللّٰہ حصب جھنم**۔معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی نہیں ہے کیا خدائے تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفار کو شر البریہ قرار دینا اور تمام رذیل اور پلید مخلوق سے انہیں بدتر ظاہر کرنا یہ معترض کے خیال کی رو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا؟ کیا خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں **واغلظ علیھم** نہیں فرمایا۔کیا مومنوں کی علامات میں **اشدّاء علی الکفار** نہیں رکھا گیا۔‘‘

(ازالہٴ اوہام۔حصہ اوّل، صفحہ۔8,9 روحانی خزائن جلد۔3 صفحہ 108,109)

ہم اور ہمارے نکتہ چین

﴿۱۲﴾ **بعضے** صاحبوں نے نکتہ چینی کے طور پر اس عاجز کی عیب شماری کی ہے اور اگرچہ انسان عیب سے خالی نہیں اور حضرت مسیح کا یہ کہنا سچ ہے کہ **میں نیک نہیں ہوں نیک ایک ہی ہے یعنی خدا**۔ لیکن چونکہ ایسی نکتہ چینیاں دینی کارروائیوں پر بداثر ڈالتی ہیں اور حق کے طالبوں کو رجوع لانے سے روکتی ہیں اس لئے برعایت اختصار بعض نکتہ چینیوں کا جواب دیا جاتا ہے۔

پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جلّشانہٗ اور اس کے رسول کریم کی بے ادبی کی اور پُر دشنام تالیفات شائع کر دیں۔ قرآن شریف میں صریح حکم وارد ہے کہ مخالفین کے معبودوں کو سب اور شتم سے یاد مت کرو تا وہ بھی بے سمجھی اور کینہ سے خدائے تعالیٰ کی نسبت سبّ و شتم کے ساتھ زبان نہ کھولیں۔ لیکن اس جگہ برخلاف طریق ماموریہ کے سب و شتم سے کام لیا گیا۔ **اما الجواب** پس واضح ہو کہ اس نکتہ چینی میں معترض صاحب نے ﴿۱۳﴾

بقیہ حاشیہ ﴿۱۱﴾

انہیں مخاطب کر کے یہ الفاظ استعمال کئے کہ اس زمانہ کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں الخ اور پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ وہ اُن معزز بزرگوں کو ہمیشہ دشنام دہی کے طور پر یاد کرتے رہے۔ کبھی اُنہیں کہا اے سانپوا سانپ کے بچّو۔ دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۳۳ کبھی اُنہیں کہا اندھے۔ دیکھو متی باب ۱۵ آیت ۱۴ کبھی اُنہیں کہا اے ریاکارو۔ دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۱۳ کبھی انہیں نہایت فحش کلمات سے یہ کہا کہ کنجریاں تم سے پہلے خدائے تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل ہوتے ہیں اور کبھی اُن کا نام سُوَر اور کُتّا رکھا۔ دیکھو متی باب ۲۱ آیت ۳۱۔ اور کبھی اُنہیں احمق کہا دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۱۷ کبھی اُنہیں کہا کہ تم جہنّمی ہو دیکھو متی باب ۲۲ آیت ۱۶۔ حالانکہ آپ ہی حلم اور خُلق کی نصیحت دیتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنے بھائی کو احمق کہے جہنّم کی آگ کا سزاوار ہوگا اس اعتراض کا جواب اُن مطاعن کے جواب میں دیا جائے گا جو تہذیب کے بارے میں بعض خوش فہم آدمیوں نے اس عاجز کی نسبت کئے ہیں۔ منہ

وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اس عاجز نے بزعم ان کے اپنی تالیفات میں استعمال کئے ہیں اور درحقیقت سب وشتم میں داخل ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دشنام دہی کہا جائے بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر یک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سب اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہر یک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کے مرارت اور تلخی اور ایذارسانی کے دشنام کے مفہوم میں
﴿۱۴﴾ داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلّت اور بُت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارہ میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سننے سے بت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہو گی۔ کیا خدائے تعالیٰ کا کفار مکہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ [۱] معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے کیا خدائے تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفار کو شَرُّ الْبَرِيَّةِ قرار دینا اور تمام رذیل اور پلید مخلوقات سے انہیں بدتر ظاہر کرنا یہ معترض کے خیال کے رو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا؟ کیا خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ [۲] نہیں فرمایا کیا مومنوں کی علامات میں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ [۳] نہیں رکھا گیا کیا حضرت مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سؤر اور کتّے کے نام سے پکارنا اور گلیل کے
﴿۱۵﴾ عالی مرتبہ فرمانروا ہیرودیس کا لونبڑی نام رکھنا اور معزز سردار کاہنوں اور فقیہوں کو

[۱] الانبیاء: ۹۹ [۲] التوبۃ: ۷۳ [۳] الفتح: ۳۰

’’مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا یہ مقدّس لوگ پرلے درجہ کے غیر مہذّب تھے کیا زمانہ حال کی موجودہ تہذیب کی ان کو بُو بھی نہیں پہنچی تھی؟ اس سوال کا جواب ہمارے سیّد و مولیٰ مادر و پدرم براو فدا باد حضرت ختم المرسلین سیّد الاوّلین والآخرین پہلے سے دے چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب یہ آیتیں اتریں کہ مشرکین رجس ہیں پلید ہیں شرّ البریہ ہیں سفہاء ہیں اور ذریّت شیطان ہیں اور ان کے معبود وقود النار اور حصب جہنم ہیں تو ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کو بُلا کر کہا کہ اے میرے بھتیجے اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہوگئی ہے اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی۔ تُو نے ان کے عقلمندوں کو سفیہ قرار دیا اور ان کے بزرگوں کو شرّ البریہ کہا اور ان کے قابل تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنم اور وقود النار رکھا اور عام طور پر اُن سب کو رجس اور ذریّت شیطان اور پلید ٹھہرایا میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام اور دشنام دہی سے باز آجا ورنہ میں قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ آنحضرت ﷺ نے جواب میں کہا کہ اے چچا یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ ہے اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو کام ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں۔ میری زندگی اس راہ میں وقف ہے۔ میں موت کے ڈر سے اظہارِ حق سے رُک نہیں سکتا۔۔۔ اب حاصل کلام یہ ہے کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ نے ابو طالب کے اعتراض کا خود اپنی زبان مبارک سے جواب دیا درحقیقت وہی جواب ہر ایک معترض کے ساکت کرنے کے لئے کافی ووافی ہے کیونکہ دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گو وہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دوسری شئے ہے۔ ہر ایک محقق اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی بات کو پورے پورے طور پر مخالف گم گشتہ کے کانوں تک پہنچا دیوے پھر اگر وہ سچ کو سُنکر برافروختہ ہو تو ہوا کرے۔۔۔ آنحضرت ﷺ نے حق کی تائید کے لئے صرف الفاظ سخت ہی استعمال نہیں فرمائے بلکہ بُت پرستوں کے اُن بتوں کو جو اُن کی نظر میں خدائی کا منصب رکھتے تھے اپنے ہاتھ سے توڑا بھی ہے۔‘‘

(ازالۂ اوہام حصہ اوّل، صفحہ 13-10 روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 113-110)

کنجری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں اعلیٰ درجہ کے عزت دار اور قیصری درباروں میں کُرسی نشین تھے ان کریہہ اور نہایت دل آزار اور خلاف تہذیب لفظوں سے یاد کرنا کہ تم حرام زادے ہو حرام کار ہو شریر ہو بدذات ہو بے ایمان ہو احمق ہو ریاکار ہو شیطان ہو جہنمی ہو تم سانپ ہو سانپوں کے بچے ہو۔ کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کے موافق فاش اور گندی گالیاں نہیں ہیں اِس سے ظاہر ہے کہ معترض کا اعتراض نہ صرف مجھ پر اور میری کتابوں پر بلکہ درحقیقت معترض نے خدائے تعالیٰ کی ساری کتابوں اور سارے رسولوں پر نہایت درجہ کے جلے سڑے دل کے ساتھ حملہ کیا ہے اور یہ حملہ انجیل پر سب سے زیادہ ہے کیونکہ حضرت مسیح کی سخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے اور انجیل سے ثابت ہے کہ اس سخت کلامی کی وجہ سے کئی مرتبہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے
﴿۱۶﴾ مارنے کے لئے پتھر اٹھائے اور سردار کاہن کی بے ادبی سے حضرت مسیح نے اپنے منہ پر طمانچے بھی کھائے اور جیسا کہ حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ میں صلح کرانے نہیں آیا بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں سو انہوں نے زبان کی تلوار ایسی چلائی کہ کسی نبی کے کلام میں ایسے سخت اور آزاردہ الفاظ نہیں جیسے انجیل میں ہیں اس زبان کی تلوار چلنے سے آخر مسیح کو کیا کچھ آزار اٹھانے پڑے ایسا ہی حضرت یحییٰ نے بھی یہودیوں کے فقیہوں اور بزرگوں کو سانپوں کے بچے کہہ کر ان کی شرارتوں اور کارسازیوں سے اپنا سر کٹوایا مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا یہ مقدس لوگ پرلے درجہ کے غیر مہذب تھے کیا زمانہ حال کی موجودہ تہذیب کی ان کو بُو بھی نہیں پہنچی تھی؟ اِس سوال کا جواب ہمارے سیّد و مولیٰ مادر و پدرم براو فدا باد حضرت ختم المرسلین سیّد الاولین والآخرین پہلے سے دے چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب یہ آیتیں اتریں کہ مشرکین رجس ہیں پلید ہیں شرّ البریّہ ہیں سفہاء ہیں اور ذرّیت شیطان ہیں اور ان کے معبود وقود النّار اور حصب جہنم
﴿۱۷﴾ ہیں تو ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا کہ اے میرے بھتیجے اب تیری

دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہوگئی ہے اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی۔ تو نے ان کے عقل مندوں کو سفیہ قرار دیا اور ان کے بزرگوں کو شرّ البریّہ کہا اور ان کے قابل تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنّم اور وقود النّار رکھا اور عام طور پر ان سب کو رجس اور ذرّیت شیطان اور پلید ٹھہرایا میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام اور دشنام دہی سے باز آجا ورنہ میں قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا کہ اے چچا یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو کام ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں میری زندگی اسی راہ میں وقف ہے مَیں موت کے ڈر سے اظہار حق سے رک نہیں سکتا اور اے چچا اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو تُو مجھے پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہوجا بخدا مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں میں ﴿۱۸﴾ احکام الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا مجھے اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں بخدا اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہوکر ہمیشہ اسی راہ میں مرتا رہوں۔ یہ خوف کی جگہ نہیں بلکہ مجھے اس میں بے انتہاء لذت ہے کہ اس کی راہ میں دکھ اٹھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر کررہے تھے اور چہرہ پر سچائی اور نورانیّت سے بھری ہوئی رقت نمایاں ہورہی تھی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر ختم کرچکے تو حق کی روشنی دیکھ کر بے اختیار ابو طالب کے آنسو جاری ہوگئے اور کہا کہ میں تیری اِس اعلیٰ حالت سے بےخبر تھا تُو اور ہی رنگ میں اور اَور ہی شان میں ہے جا اپنے کام میں لگا رہ جب تک میں زندہ ہوں جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دوں گا۔ اب حاصل☆ کلامؔ یہ ہے ﴿۱۹﴾

﴿۱۸﴾ ☆حاشیہ: ؔیہ سب مضمون ابو طالب کے قصہ کا اگرچہ کتابوں میں درج ہے مگر یہ تمام عبارت الہامی ہے جو

کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے اعتراض کا خود اپنی زبان مبارک
سے جواب دیا درحقیقت وہی جواب ہر یک معترض کے ساکت کرنے کے لئے کافی ووافی
ہے کیونکہ دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گو وہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دوسری شے
ہے ہر یک محقق اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی بات کو پورے پورے طور پر مخالف ﴿۲۰﴾
گُم گشتہ کے کانوں تک پہنچا دیوے پھر اگر وہ سچ کو سن کر افروختہ ہو تو ہوا کرے ہمارے
علماء جو اس جگہ لَا تَسُبُّوْا کی آیت پیش کرتے ہیں میں حیران ہوں کہ اس آیت کو
ہمارے مقصد اور مدعا سے کیا تعلق ہے۔ اس آیت کریمہ میں تو صرف دُشنام دہی سے
منع فرمایا گیا ہے نہ یہ کہ اظہارِ حق سے روکا گیا ہو اگر نادان مخالف حق کی مرارت اور تلخی کو ﴿۲۱﴾
دیکھ کر دشنام دہی کی صورت میں اس کو سمجھ لیوے اور پھر مشتعل ہو کر گالیاں دینی شروع
کرے تو کیا اس سے امر معروف کا دروازہ بند کر دینا چاہیئے؟ کیا اس قسم کی گالیاں

بقیہ حاشیہ

خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کے دل پر نازل کی صرف کوئی کوئی فقرہ تشریح کے لئے اس عاجز ﴿۱۹﴾
کی طرف سے ہے اس الہامی عبارت سے ابو طالب کی ہمدردی اور دلسوزی ظاہر ہے لیکن
بکمال یقین یہ بات ثابت ہے کہ یہ ہمدردی پیچھے سے انوار نبوت وآثار استقامت دیکھ کر
پیدا ہوئی تھی ہمارے سیّد ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا حصہ عمر کا جو چالیس برس ہے
بیکسی اور پریشانی اور یتیمی میں بسر کیا تھا کسی خویش یا قریب نے اس زمانہ تنہائی میں کوئی حق
خویشی اور قرابت کا ادا نہیں کیا تھا یہاں تک کہ وہ روحانی بادشاہ اپنی صغرسنی کی حالت میں
لاوارث بچوں کی طرح بعض بیابان نشین اور خانہ بدوش عورتوں کے حوالہ کیا گیا اور اُسی بے کسی
اور غریبی کی حالت میں اس سیّد الانام نے شیرخوارگی کے دن پورے کئے اور جب کچھ سن تمیز ﴿۲۰﴾
پہنچا تو یتیم اور بے کس بچوں کی طرح جن کا دنیا میں کوئی بھی نہیں ہوتا اُن بیابان نشین لوگوں
نے بکریاں چرانے کی خدمت اُس مخدوم العالمین کے سپرد کی اور اُس تنگی کے دنوں میں

پہلے کفار نے کبھی نہیں دیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی تائید کے لئے صرف الفاظ ﴿۲۲﴾
سخت ہی استعمال نہیں فرمائے بلکہ بُت پرستوں کے ان بتوں کو جو اُن کی نظر میں خدائی کا
منصب رکھتے تھے اپنے ہاتھ سے توڑا بھی ہے۔ اسلام نے مداہنہ کو کب جائز رکھا اور ایسا
حکم قرآن شریف کے کس مقام میں موجود ہے بلکہ اللہ جلشانہٗ مداہنہ کی ممانعت میں ﴿۲۳﴾
صاف فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنے باپوں یا اپنی ماؤں کے ساتھ بھی ان کی کفر کی حالت میں
مداہنہ کا برتاؤ کریں وہ بھی ان جیسے ہی بے ایمان ہیں اور کفار مکہ کی طرف سے حکایت کر کے
فرماتا ہے وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ[1] یعنی اس بات کو کفار مکہ دوست رکھتے ہیں کہ
اگر تُو حق پوشی کی راہ سے نرمی اختیار کرے تو وہ بھی تیرے دین میں ہاں میں ہاں ملا دیا کریں
مگر ایسا ہاں میں ہاں ملانا خدائے تعالیٰ کو منظور نہیں۔ غرض آیت قرآنی جو معترض نے پیش کی
ہے وہ اگر کسی بات پر دلالت کرتی ہے تو صرف اسی بات پر کہ معترض کو کلام الٰہی کے

حاشیہ

بجز ادنیٰ قسم کے اناجوں یا بکریوں کے دُودھ کے اور کوئی غذا نہ تھی جب سن بلوغ پہنچا تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے لئے کسی چچا وغیرہ نے باوجود آنحضرت کے اول درجہ
کے حسن و جمال کے کچھ فکر نہیں کی بلکہ پچیس برس کی عمر ہونے پر اتفاقی طور پر محض خدائے تعالیٰ
کے فضل و کرم سے ایک مکّہ کی رئیسہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے پسند کر کے
آپ سے شادی کر لی یہ نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ﴿۲۱﴾
کے حقیقی چچا ابو طالب اور حمزہ اور عباس جیسے موجود تھے اور بالخصوص ابو طالب رئیس مکہ اور
اپنی قوم کے سردار بھی تھے اور دنیوی جاہ و حشمت و دولت و مقدرت بہت کچھ رکھتے تھے مگر
باوجود ان لوگوں کی ایسی امیرانہ حالت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ایام بڑی مصیبت
اور فاقہ کشی اور بے سامانی سے گذرے یہاں تک کہ جنگلی لوگوں کی بکریاں چرانے تک نوبت پہنچی
اور اس دردناک حالت کو دیکھ کر کسی کے آنسو جاری نہیں ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

[1] القلم: ۱۰

''قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اُس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف کفار کو سُنا سُنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اولٰئک علیھم لعنة اللّٰہ والملٰئکة والناس اجمعین خالدین فیھا۔ الجزو ۲ سورۃ البقرۃ۔ اولٰئک یلعنھم اللّٰہ و یلعنھم اللّٰعنون۔ ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف نہ صرف حیوان بلکہ کفار اور منکرین کو دنیا کے تمام حیوانات سے بدتر قرار دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے ان شرّ الدوّاب عنداللّٰہ الذین کفروا۔ ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی خاص آدمی کا نام لے کر یا اشارہ کے طور پر اس کو نشانہ بنا کر گالی دینا زمانہ حال کی تہذیب کے برخلاف ہے لیکن خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں بعض کا نام ابولہب اور بعض کا نام کلب اور خنزیر رکھا اور ابوجہل تو خود مشہور ہے ایسا ہی ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں استعمال کئے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے فلا تطع المکذبین ودوا لو تدھن فیدھنون ولا تطع کل حلاف مھین ھمّازٍ مشاءٍ بنمیم مناع للخیر معتدٍ اثیم عتل بعد ذٰلک زنیم...سنسمه علی الخرطوم دیکھو سورۃ القلم الجزو نمبر ۲۹۔ یعنی تو ان مکذبوں کے کہنے پر مت چل جو بدل اسبات کے آرزومند ہیں کہ ہمارے معبودوں کو برا مت کہو اور ہمارے مذہب کی ہجو مت کرو۔ تو پھر ہم بھی تمہارے مذہب کی نسبت ہاں میں ہاں ملاتے رہیں گے انکی چرب زبانی کا خیال مت کر۔ یہ شخص جو مداہنہ کا خواستگار ہے جھوٹی قسمیں کھانے والا اور ضعیف الرائے اور ذلیل آدمی ہے دوسروں کے عیب ڈھونڈنے والا اور سخن چینی سے لوگوں میں تفرقہ ڈالنے والا اور نیکی کی روہوں سے روکنے والا۔ زنا کار اور بایں ہمہ نہایت درجہ کا بدخلق اور ان سب عیبوں کے بعد ولدالزنا بھی ہے۔ عنقریب ہم اس کے ناک پر جو سور کی طرح بہت لمبا ہو گیا ہے داغ لگا دیں گے۔ یعنی ناک سے مراد رسوم اور ننگ و ناموس کی پابندی ہے جو حق کے قبول کرنے سے روکتی ہے (اے خدائے قادر مطلق ہماری قوم کے بعض لمبی ناکوں والوں کی ناک پر بھی اُسترہ رکھ) اب کیوں حضرت مولوی صاحب کیا آپ کے نزدیک ان جامع لفظوں سے کوئی گالی باہر رہ گئی ہے۔''

(ازالۂ اوہام حصہ اوّل، حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 117-115)

جس قدر مشرکین کا کینہ ترقی کر گیا تھا اس کا اصل باعث وہ سخت الفاظ ہی تھے جو اُن
نادانوں نے دشنام دہی کی صورت پر سمجھ لئے تھے جن کی وجہ سے آخر لسان سے سنان تک
نوبت پہنچی ورنہ اول حال تو وہ لوگ ایسے نہیں تھے بلکہ کمال اعتقاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ ﴿۲۵﴾
وسلم کی نسبت کہا کرتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَبِّہٖ ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب
پر عاشق ہو گئے ہیں جیسے آج کل کے ہندو لوگ بھی کسی گوشہ نشین فقیر کو ہرگز بُرا نہیں کہتے بلکہ
نذریں نیازیں دیتے ہیں۔

اس جگہ مجھے نہایت افسوس اور غمگین دل کے ساتھ اس بات کے ظاہر کرنے کی بھی
حاجت پڑی ہے کہ یہ اعتراض جو مجھ پر کیا گیا ہے یہ صرف عوام الناس کی طرف سے ہی نہیں
بلکہ میں نے سنا ہے کہ بانی مبانی اس اعتراض کے بعض علماء بھی ہیں۔ سو میں ان کی شان
میں یہ تو ظن نہیں کرسکتا کہ وہ قرآن شریف اور کتب سابقہ سے بے خبر ہیں اور نہ کسی طور
سے جائے ظن ہے ☆لیکن میں جانتا ہوں کہ آج کل کی یورپ کی جھوٹی تہذیب نے ﴿۲۶﴾

☆ قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت ﴿۲۵﴾
حاشیہ: درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اُس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے
مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف کفار کو سُنا سُنا کر ﴿۲۶﴾
ان پر لعنت بھیجتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ لَعۡنَۃُ اللّٰہِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ
وَ النَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا [1] الجزو۲ سورۃ بقرہ۔ اُولٰٓئِکَ یَلۡعَنُہُمُ اللّٰہُ وَ یَلۡعَنُہُمُ
اللّٰعِنُوۡنَ الجزو نمبر۲ [2]۔ ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے۔
لیکن قرآن شریف نہ صرف حیوان بلکہ کفار اور منکرین کو دنیا کے تمام حیوانات سے بدتر قرار دیتا
ہے جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا [3]۔ ایسا ہی ظاہر ہے
کہ کسی خاص آدمی کا نام لے کر یا اشارہ کے طور پر اس کو نشانہ بنا کر گالی دینا زمانہ حال کی ﴿۲۷﴾

۱؎ سورۃ البقرۃ: ۱۶۲، ۱۶۳ ۲؎ البقرۃ: ۱۶۰ ۳؎ الانفال: ۵۶

جو ایمانی غیوری سے بہت دُور پڑی ہوئی ہے ہمارے علماء کے دلوں کو بھی کسی قدر دبا لیا
ہے۔ اس سخت آندھی کے چلنے کی وجہ سے ان کی آنکھوں میں بھی کچھ غبار سا پڑ گیا ہے اور
ان کی فطرتی کمزوری اس نزلہ کو قبول کر گئی ہے۔ اسی وجہ سے وہ ایسے خیالات پر زور
دیتے ہیں جن کا کوئی اصل صحیح حدیث و قرآن میں نہیں پایا جاتا ہاں یورپ کی اخلاقی
کتابوں میں تو ضرور پایا جاتا ہے اور ان اخلاق میں یورپ نے یہاں تک ترقی کی ہے کہ ﴿۲۷﴾
ایک جوان عورت سے ایک نامحرم طالب کی بکلّی دل شکنی مناسب نہیں سمجھی گئی۔ مگر کیا
قرآن شریف یورپ کے ان اخلاق سے اتفاق رائے کرتا ہے؟ کیا وہ ایسے لوگوں کا نام
دیّوث نہیں رکھتا؟ میں ایسے علماء کو محض للہ متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ایسی نکتہ چینیاں کرنے اور
ایسے خیالات کو دل میں جگہ دینے سے حق اور حق بینی سے بہت دور جا پڑے ہیں اگر وہ مجھ
سے لڑنے کو تیار ہوں تو اپنی خشک منطق سے جو چاہیں کہیں لیکن اگر وہ خدائے تعالیٰ سے ﴿۲۸﴾
خوف کر کے کسی قدر سوچیں تو یہ ایسی بات نہیں ہے جو ان کی نظر سے پوشیدہ رہ سکے نیک بخت

بقیہ حاشیہ

تہذیب کے برخلاف ہے لیکن خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں بعض کا نام ابولہب اور بعض
کا نام کلب اور خنزیر کہا اور ابوجہل تو خود مشہور ہے ایسا ہی ولید (بن) مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ
کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں استعمال کئے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے
فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۔ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۔ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ
مَّهِيْنٍ ۔ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۔ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۔ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۔
.... سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۔[1] دیکھو سورہ القلم الجزو نمبر ۲۹۔ یعنی تُو ان مکذّبوں کے کہنے پر ﴿۲۸﴾
مت چل جو بدل اس بات کے آرزومند ہیں کہ ہمارے معبودوں کو بُرا مت کہو اور ہمارے مذہب کی
ہجو مت کرو تو پھر ہم بھی تمہارے مذہب کی نسبت ہاں میں ہاں ملاتے رہیں گے اور ان کی چرب
زبانی کا خیال مت کرو یہ شخص جو مداہنہ کا خواستگار ہے جھوٹی قسمیں کھانے والا اور ضعیف الرائے اور
ذلیل آدمی ہے دوسروں کے عیب ڈھونڈنے والا اور سخن چینی سے لوگوں میں تفرقہ ڈالنے والا اور نیکی کی ﴿۲۹﴾

۱؎ القلم: ۹ تا ۱۷

انسان کا فرض ہے کہ سچائی کے طریقوں کو ہاتھ سے نہ دیوے بلکہ اگر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کی زبان پر کلمہ حق جاری ہو اور اپنے آپ سے غلطی ہو جائے تو اپنی غلطی کا اقرار کر کے شکر گذاری کے ساتھ اس حقیر آدمی کی بات کو مان لیوے اور اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ کا دعویٰ نہ کرے ورنہ تکبر کی حالت میں کبھی رشد حاصل نہیں ہوگا بلکہ ایسے آدمی کا ایمان بھی معرض خطر میں ہی نظر آتا ہے۔ ﴿۲۹﴾

اور سخت الفاظ کے استعمال کرنے میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ خُفتہ دل اس سے بیدار ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے جو مداہنہ کو پسند کرتے ہیں ایک تحریک ہو جاتی ہے مثلاً ہندوؤں کی قوم ایک ایسی قوم ہے کہ اکثر اُن میں سے ایسی عادت رکھتے ہیں کہ اگر ان کو اپنی طرف سے چھیڑا نہ جائے تو وہ مداہنہ کے طور پر تمام عمر دوست بن کر دینی امور میں ہاں ﴿۳۰﴾ سے ہاں ملاتے رہتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف اور اس دین کے اولیاء کی مدح وثنا کرنے لگتے ہیں لیکن دل اُن کے نہایت درجہ کے سیاہ

بقیہ حاشیہ

راہوں سے روکنے والا زنا کار اور بایں ہمہ نہایت درجہ کا بدخلق اور ان سب عیبوں کے بعد ولدالزنا بھی ہے۔ عنقریب ہم اس کے اس ناک پر جو سُؤر کی طرح بہت لمبا ہو گیا ہے داغ لگا دیں گے یعنی ناک سے مراد رسوم اور ننگ وناموس کی پابندی ہے جو حق کے قبول کرنے سے روکتی ہے (اے خدائے قادر مطلق ہماری قوم کے بعض لمبی ناک والوں کی ناک پر بھی اُسترہ رکھ) اب کیوں حضرت مولوی صاحب کیا آپ کے نزدیک ان جامع لفظوں سے کوئی گالی باہر رہ گئی ہے۔ اور اس جگہ ایک نہایت عمدہ لطیفہ یہ ہے کہ ولید (بن) مغیرہ نے نرمی اختیار کر کے ﴿۳۰﴾ چاہا کہ ہم سے نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ اس کے جواب میں اس کے تمام پردے کھولے گئے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومنین سے مداہنہ کی امید مت رکھو۔ منہ

بعینہٖ یہی وضاحت ایک سنّی بریلوی عالم نے کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے یہ حوالہ:

”**سنّی علماء گالی دیتے ہیں**۔ آج یہاں پر میں ایک پیاری بات سناؤں گا۔ آج علماءِ اہلسنت والجماعت کے اوپر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ گالی دیتے ہیں۔ کیا گالی دیتے ہیں؟ کسی کافر کو کافر کہہ دیا تو گالی ہے، کسی مشرک کو مشرک کہہ دیا تو گالی ہے۔ کسی منافق کو منافق کہہ دیا تو گالی ہے کسی رجیم کو رجیم کہہ دیا تو گالی ہے کسی خنّاس کو خنّاس کہہ دیا تو گالی ہے تو میں کہتا ہوں کہ **اگر یہ سب گالی ہے تو یہ سب قرآن میں ہے**۔ پہلے قرآن کی صفائی کرو جو اخلاق والی کتاب ہے، جو آسمانی کتاب ہے جو صحیفۂ مبارکہ ہے۔ یہ سب الفاظ اسی قرآن میں ہیں اور اگر تم اسی کو قرآن کریم مانتے ہو جس میں یہ سب الفاظ ہیں تو تمہیں ان الفاظ کو گالی کہتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ کیا خدا نے گالی دی ہے؟ حدیث شریف میں اگر منافقوں کو کلاب النّار (جہنم کا کتا) کہا تو کیا رسول نے گالی دی ہے اور پھر اس کے بعد کہتے کیا ہیں؟ کافر کو کافر مت کہو۔ مزہ تو یہ ہے کہ کافر کو کافر مت کہو کہنے والے خود کافر کہتے ہیں غور کرو کہتے ہیں کافر کو کافر نہ کہو کس کو کافر نہ کہیں؟ کافر کو۔ جناب نے تو کہہ دیا کافر کو کافر نہ کہو۔ ان سے کہو کہ پھر مسلمانوں کو مسلمان بھی نہ کہو۔ پوچھا گیا کہ کافر کو کافر کیوں نہ کہیں؟ جواب دیا کہ تجھے کیا خبر کہ مرنے سے پہلے ایمان لے آئے تو ان سے کہو کہ مسلمان کو مسلمان بھی نہ کہنا، اس لئے کہ تجھے کیا خبر کہ مرنے سے پہلے کافر ہو جائے۔ یہ کتنا بڑا افتراء ہے شریعت پر۔ کیا رسول کا یہی پیغام تھا کہ کافر کو کافر نہ کہو۔ اگر یہی پیغام تھا تو رسول نے خود کیوں کہا قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۔ اے کافرو! یہ کس کو کہا تھا۔ کافر ہی کو تو کہا تھا۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ مشرکین نجس ہیں۔ یہ کس کو کہا؟ مشرکین ہی کو تو کہا گیا۔ خنّاس کہا کس کو کہا؟ رجیم کہا کس کو کہا؟ شیطان کہا کس کو کہا؟ خبیث وخبیثات کے الفاظ قرآن پاک میں کیوں آئے؟ اور میں نے جو آیت مبارکہ سنائی اس میں تو حرام زادہ تک کہہ دیا اس میں زنیم کا لفظ بھی آ گیا۔ معلوم ہو گیا کہ تم ابھی سمجھ ہی نہ سکے کہ گالی کس کو کہتے ہیں۔ کافر کو کافر کہنا گالی نہیں ہے۔ شرابی کو شرابی کہنا گالی نہیں ہے۔ چور کو چور کہنا گالی نہیں ہے۔ بدکار کو بدکار کہنا گالی نہیں ہے جو صفت جس کی ہو اس صفت سے اس کو یاد کرنا گالی نہیں ہے کسی مسلمان کو کافر کہو تو گالی ہے۔ کسی نیک کو بُرا کہو تو گالی ہے جو مصداق ہو اس مصداق والے کو وہی کہو تو گالی نہیں۔ مجھ سے تم یہ ضرور پوچھ سکتے ہو کہ جس کو مردود کہا ہے وہ واقعی مردود ہے کہ نہیں؟ جس کو خبیث کہا ہے وہ واقعی خبیث ہے کہ نہیں؟ یہ سوال تو معقول ہے مگر یہ کہنا تو غلط ہے کہ میں نے گالی دی ہے۔ جب میں ثابت کر دوں گا کہ واقعی وہ ایسا ہی ہے تو یہ چیز گالی نہیں بنتی اور جب تم گالی نہ سمجھ سکے تو قرآنِ کریم کیا سمجھو گے؟ جواب دو کہ قرآنِ کریم میں جو کچھ ولید بن مغیرہ کو کہا گیا، یہ گالی ہے کہ نہیں۔ اگر اس کو گالی کہو گے تو قرآنِ کریم کو کیا کہو گے۔ الغرض یہ گالی نہیں ہے اس لئے کہ جس کو ایسا کہا گیا تھا وہ واقعی ایسا ہی تھا۔ یاد رکھنا اس کو۔ یہ بات بہت زیادہ کہی جاتی ہے۔ گالی دیتے ہیں۔“

(خطباتِ برطانیہ۔ شیخ الاسلام سیّد محمد مدنی میاں۔ صفحہ:74,75)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطباتِ برطانیہ

شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں

باہتمام

ابو العطا حافظ نعمت علی چشتی

مکتبہ فریدیہ

ایم اے جناح روڈ ـــ ساہیوال

۷۴۰۳۹

خطباتِ برطانیہ

شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں

مکتبہ فریدیہ ساہیوال

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا

جو پرلے درجے کا جھوٹا ہو، چغلخور ہو۔ | مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۔

قرآن کریم کی روشنی میں سنو یہ نہ کہنا کہ ممبر سے گالی دے رہے ہیں۔ قرآن کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں چغلخور بھلائی سے روکنے والا ہے حد سے بڑھنے والا ہے بڑا ہی گنہگار ہے بڑا سخت دل ہے اور اے محبوب! اس پر طرّہ یہ کہ حرامزادہ ہے قرآن کا لفظ ہے جو سن رہے ہو زَنِیْم کا لغت میں جاکر ترجمہ دیکھو۔ زَنِیْم اسے کہتے ہیں کہ جس کے باپ کا پتہ ہی نہ ہو۔ دس عیب قرآن نے ولید بن مغیرہ کے شمار کرا دیئے۔

سنی علماء گالی دیتے ہیں

آج یہاں پر میں ایک پیاری بات سناؤں گا آج علماء اہلِ سنت والجماعت کے اوپر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ گالی دیتے ہیں۔ کیا گالی دیتے ہیں؟ کسی کافر کو کافر کہہ دیا تو گالی ہے، کسی مشرک کو مشرک کہہ دیا تو گالی ہے۔ کسی منافق کو منافق کہہ دیا تو گالی ہے کسی رجیم کو رجیم کہہ دیا تو گالی ہے کسی خنّاس کو خنّاس کہہ دیا تو گالی ہے تو میں کہتا ہوں کہ اگر یہ سب گالی ہے تو یہ سب قرآن میں ہے پہلے قرآن کی صفائی کر دو جو اخلاق والی کتاب ہے، جو آسمانی کتاب ہے جو صحیفۂ مبارکہ ہے۔ یہ سب الفاظ اسی قرآن میں ہیں اور اگر تم اسی کو قرآن کریم مانتے ہو جس میں یہ سب الفاظ ہیں تو تمہیں ان الفاظ کو گالی کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ کیا خدا نے گالی دی ہے؟ حدیث شریف میں اگر منافقوں کو کلاب النار (جہنم کا کتا) کہا تو کیا رسول نے گالی دی ہے اور پھر اس کے بعد کہتے کیا ہیں؟ کافر کو کافر مت کہو مزہ تو یہ ہے کہ کافر کو کافر مت کہو کہنے والے خود کافر کہتے ہیں غور کر کے دیکھتے ہیں کافر کو کافر نہ کہو کس کو کافر نہ کہیں؟ کافر کو۔ جناب نے تو کہہ دیا کافر کو کافر نہ کہو۔ ان سے کہو کہ پھر مسلمانوں کو مسلمان بھی نہ کہو۔ پوچھا گیا کہ کافر کو کافر کیوں نہ کہیں! جواب دیا کہ تجھے کیا خبر کہ مرنے سے پہلے ایمان لے آئے تو ان سے کہو کہ مسلمان کو مسلمان بھی نہ کہنا، اس لیے کہ تجھے کیا خبر کہ مرنے سے پہلے کافر ہو جائے یہ کتنا بڑا افترا ہے شریعت پر۔ کیا رسول کا یہی پیغام تھا کہ کافر کو کافر نہ کہو اگر یہی پیغام تھا تو رسول نے خود کیوں کہا

قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۔ اے کافرو! یہ کس کو کہا تھا کافر ہی کو تو کہا تھا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ مشرکین نجس ہیں۔ یہ کس کو کہا؟ مشرکین ہی کو تو کہا گیا خنّاس کہا کس کو کہا؟ رجیم کہا کس کو کہا؟ شیطان کہا کس کو کہا؟ خبیث و خبیثات کے الفاظ قرآن پاک میں کیوں آئے؟ اور میں نے جو آیت مبارکہ سنائی، اس میں تو حرام زادہ تک کہہ دیا اس میں زنیم کا لفظ بھی آ گیا معلوم ہو گیا کہ تم ابھی سمجھ ہی نہ سکے کہ گالی کس کو کہتے ہیں کافر کو کافر کہنا گالی نہیں ہے، شرابی کو شرابی کہنا گالی نہیں ہے۔ چور کو چور کہنا گالی نہیں ہے بدکار کو بدکار کہنا گالی نہیں ہے جو صفت جس کی ہو، اس صفت سے اس کو یاد کرنا گالی نہیں ہے کسی مسلمان کو کافر کہو تو گالی ہے۔ کسی نیک کو بُرا کہو تو گالی ہے جو مصداق ہو اس مصداق والے کو وہی کہو تو گالی نہیں۔ مجھ سے تم یہ ضرور پوچھ سکتے ہو کہ جس کو مردود کہا ہے وہ واقعی مردود ہے کہ نہیں؟ جس کو خبیث کہا ہے وہ واقعی خبیث ہے کہ نہیں؟ یہ سوال تو معقول ہے مگر یہ کہنا تو غلط ہے کہ میں نے گالی دی ہے۔ جب میں ثابت کروں گا کہ واقعی وہ ایسا ہی ہے تو یہ چیز گالی نہیں بنتی اور جب تم گالی نہ سمجھ سکے تو قرآنِ کریم کیا سمجھو گے؟

جواب دو کہ قرآن کریم میں جو کچھ ولید بن مغیرہ کو کہا گیا یہ گالی ہے کہ نہیں۔ اگر اس کو گالی کہو گے تو قرآن کریم کو کیا کہو گے۔ الغرض یہ گالی نہیں ہے اس لئے کہ جس کو ایسا کہا گیا تھا وہ واقعی ایسا ہی تھا۔ یاد رکھنا اس کو یہ بات بہت زیادہ کہی جاتی ہے۔ گالی دیتے ہیں۔ اچھا میں اب ایک بات اور بتاؤں۔ ولید ابنِ مغیرہ اپنی ماں کے پاس گیا اور اس سے کہا اے ماں! آج محمد عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے میرے دس عیب شمار کیے ہیں۔ تو نو کو تو میں جانتا ہوں، مگر یہ دسواں ہے یہ تو ہی بتا سکتی ہے، میرے باپ کا کیا نام ہے؟ بتانا پڑے گا اور سن لو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جھوٹ نہیں بول سکتے دیکھا ولید سامنے مجنون کہتا ہے اور اپنے دل میں یہ خیال بھی رکھے ہوئے ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جھوٹ نہیں بول سکتے۔

جماعت اسلامی کے ایک عالم کی تائیدی وضاحت

جماعت اسلامی کے ایک رہنما ملک غلام علی صاحب بانی جماعت اسلامی سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی ایک متنازعہ کتاب ''خلافت وملوکیت'' پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے سبّ وشتم کے معانی وتشریح بیان کرتے ہوئے اورقرآن وحدیث میں بیان کردہ ان الفاظ پر اپنے دلائل کی بنیاد رکھتے ہوئے اسی مؤقف کی تائید کررہے ہیں جو سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمایا:

''اردو اور عربی والا سبّ وشتم۔ میں نے کتبِ حدیث میں سے سبِّ علی کا جو قطعی ثبوت پیش کیا تھا، اس سے صریح انکار کی گنجائش چونکہ نہیں ہے، اس لئے مدیر ''البلاغ'' نے اس کے بالواسطہ انکار کے لیے استدلال کا ایک دوسرا پہلو اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اردو میں لفظ سبّ وشتم جس مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، عربی میں نہیں ہوتا۔ عربی میں معمولی سے اعتراض یا تغلیط کو بھی لفظ ''سبّ'' سے تعبیر کردیتے ہیں۔ اپنے اس دعوے کی دلیل میں انہوں نے صحیح مسلم کی ایک حدیث پیش کی ہے جس میں دو صاحبان کے متعلق ذکر ہے کہ انہیں آنحضرت ﷺ نے ''سبّ'' فرمایا۔ مدیر البلاغ کا کہنا یہ ہے کہ یہاں مطلب معاذ اللہ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ آپؐ نے گالیاں دیں۔ یہاں سبّ کا لفظ غلطی پر ٹوکنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس لیے امیر معاویہؓ کے متعلق جو سبّ کا لفظ آیا ہے، اس کا حاصل حضرت علیؓ کے طرزِ عمل پر اعتراض کرنا، اسے غلط ٹھہرانا ہے۔ اس سے زائد کچھ نہیں۔ لیکن مدیر البلاغ کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ اُردو میں لفظ سبّ وشتم جن معنوں میں آتا ہے، عربی میں نہیں آتا۔ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ عربی، فارسی اور اردو میں ایک ہی مفہوم کے حامل ہیں۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ان الفاظ کا مطلب ہر حال میں گالی دینا ہی ہو، لیکن یہ بات بھی بالکل غلط ہے کہ عربی میں معمولی اعتراض یا غلطی کی نشاندہی کو بھی ''سبّ'' کے لفظ سے تعبیر کردیا جاتا ہے۔ عربی میں بھی یہ لفظ یا تو بدگوئی اور گالم گلوچ کے لیے آتا ہے یا پھر طعن وتشنیع، زجر وتوبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے لیے آتا ہے۔ نہایہ ابن اثیر، قاموس، الصحاح وغیرہ میں اس کے یہی معنی بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ سبّ وشتم کا انداز اور اس کے اسلوب والفاظ ہر حال میں ایک نہیں ہوسکتے۔ اس میں فریقین کی ذات اور حیثیت جس مرتبہ ومنزلت کی حامل ہوگی، سبّ وشتم کے الفاظ بھی اسی کے موافق ہوں گے اور بسا اوقات ایک ہی قسم کے الفاظ ایک موقع ومحل میں سبّ وشتم پر محمول ہوں گے اور دوسرے مقام پر نہ ہوں گے۔ اب نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس تو بہت اعلیٰ وارفع ہے، ہم تو حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے بارے میں بھی یہ گمان نہیں کرسکتے کہ وہ خدانخواستہ کسی کو ماں بہن کی گالیاں دیتے ہوں گے جیسی کہ اجڈ قسم کے لوگ دیتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ **فسبّھما النبی** ﷺ سے مراد یہ ہے کہ آنحضورؐ نے بس غلطی پر ٹوک دیا۔ یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے جس میں نبی ﷺ نے واضح حکم دے دیا تھا کہ کل تم لوگ انشاء اللہ ایک چشمے پر اترو گے تو جو شخص ہم سے پہلے وہاں جا پہنچے وہ پانی کو بالکل نہ چھوئے۔ اس کے باوجود ایسا ہوا کہ دو صاحبوں نے جا کر پانی استعمال کرلیا۔ ظاہر ہے کہ اس صریح حکم کی خلاف ورزی آنحضورؐ کے لیے سخت موجبِ کوفت ہوئی ہوگی اور آپ نے خلاف معمول ہی سخت الفاظ میں ڈانٹا ہوگا جنہیں حضرت معاذؓ نے اس طرح روایت کیا کہ: **فسبّھما و قال لھما ما شاء اللہ ان یقول** ۔ ''آنحضورؐ نے بُرا بھلا کہا اور جو کچھ اللہ کو منظور تھا وہ کچھ فرمایا''۔ یہاں اس بات کو واضح کردینا بھی مناسب ہے کہ دوسرے لوگوں کے

سبّ وشتم اور نبی ﷺ کے فعلِ سبّ میں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ اس فعل کا صدُور اگر آنحضرتؐ کی ذاتِ مبارک سے بتقاضائے بشریّت ہو تو اسے اس شخص کے حق میں اللہ نے موجبِ رحمت و برکت بنا دیا ہے جو خطاء اس کا مورد بن گیا ہو، یہ خاصیت کسی دوسرے شخص کو حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم ہی کا ایک باب ہے جس کا عنوان ہے: **من لعنه النبی ﷺ او سبّه او دعا علیه و لیس هو اهلًا لذٰلک کان لهٗ زکوٰة و اجرًا و رحمة** ۔ نبی ﷺ جس پر لعنت یا سبّ یا بددعا کریں اور وہ اس کا سزاوار نہ ہو تو یہ چیز اس کے حق میں اجر و برکت اور رحمت بن جائے گی۔'' اس کے بعد حدیث ہے کہ دو آدمیوں نے آنحضورؐ سے کوئی ایسی بات کہی کہ آپ سخت ناراض ہوئے اور آپ نے ان پر لعنت اور سبّ کا اظہار فرمایا، (**فلعنهما و سبّهما**) اور باہر نکال دیا۔ حضرت عائشہؓ نے اس پر کہا ''یا رسول اللہ، کسی اور کو خیر سے حصّہ ملے تو ملے، مگر یہ دونوں تو بالکل اس سے محروم ہو گئے''۔ آنحضورؐ نے فرمایا ''وہ کس طرح؟'' وہ بولیں ''آپ نے ان پر سبّ اور لعنت بھیجی''۔ آنحضورؐ نے فرمایا ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اپنے رب سے یہ بات ٹھہرالی ہے کہ اے اللہ، میں ایک بشر ہوں، میں جس مسلمان پر بھی سبّ یا لعنت کروں، بددعا کروں، وہ اس کے لیے باعث اجر و تزکیہ ہو''۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ''اے اللہ، میں بشر ہوں، اگر کسی مومن کو ایذا دوں، اس پر شتم کروں، لعنت کروں یا کوڑے ماروں، تو اس کے لیے قیامت کے روز اس فعل کو رحمت و تقرّب کا ذریعہ بنا''۔ معلوم ہوا کہ جو شخص سبّ وشتم یا لعنت کا مستحق ہو، اس پر لعنت و نفرین کرنے میں مضائقہ نہیں، لیکن لعنت یا سبّ وشتم کے عربی یا اردو مفہوم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نبی ﷺ سے حضرت عائشہؓ جو روایت کر رہی ہیں کہ آنحضور ﷺ نے دو اشخاص پر لعنت کی اور انہیں نکال دیا (**اخرجهما**) تو اس میں لعنت کا مفہوم وہی ہے جو ایک اُردو دان سمجھتا ہے، بلکہ اس کے لیے لفظ بھی لعنت ہی کا استعمال فرمایا ہوگا۔ جہاں تک سبّ یا برا بھلا کہنے کا تعلق ہے، اس کی تشریح ہمیں بہت سی احادیث میں مل جاتی ہے، مثال کے طور پر آنحضورؐ جب کسی پر ناراض ہوتے تھے تو فرماتے تھے: ''تیری ماں تجھے روئے، تجھے رونے والیاں روئیں، تجھ میں جاہلیت ہے، تیری تباہی ہو، تیری ناک یا چہرہ خاک آلود ہو''۔ بعض اوقات اس سے زیادہ سخت الفاظ فرماتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کی لعنت اور بددعا کو (اگر وہ ایسے مسلمان کے خلاف صادر ہو جو اس کا مستحق نہ ہو) اس شخص کے حق میں رحمت بنا دیا۔ اس سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ لعنت اور بددعا، بالخصوص اسے عام طریقہ و تیرہ بنا لینا جائز ہے یا عربی زبان میں سبّ و لعنت کے معنی اردو کے معانی سے مختلف ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: **وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ** ۔ (الانعام۔ 108) مولانا اشرف علیؒ صاحب تھانوی اس کا ترجمہ فرماتے ہیں: ''اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے''۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس آیت کا ترجمہ یوں فرمایا ہے: ''دشنام مدہید کسانے را کہ مشرکان مے پرستند بجز خدا، زیرا کہ ایشاں دشنام خواہند داد خدارا از روئے ظلم بغیر دانش''۔ اب اس آیت میں بھی سبّ کا مطلب بتوں یا معبودوں کو غلط روش پر محض ٹوک دینا یا ان پر معمولی سا اعتراض کرنا نہیں ہو سکتا اور مُترجمین حضرات نے سبّ کا جو ترجمہ دشنام یا گالی سے کیا ہے اس کا مطلب بھی سُوقیانہ مغلّظات نہیں ہو سکتا بلکہ مراد لعن طعن اور بدگوئی ہے جس سے مقصود محض دل آزاری ہو۔ پھر جیسا کہ پہلے اشارۃً ذکر ہو چکا بسا اوقات ایک ہی قسم کے الفاظ اگر کوئی بڑا چھوٹے کے لیے یا آقا اپنے ماتحت کے لیے کہہ دے تو سبّ وشتم تصوّر نہیں ہوں گے لیکن وہی الفاظ اگر کم مرتبے کا انسان بڑے مرتبے والے کے حق میں استعمال کرے تو وہ سب اور گالی کی تعریف میں آسکیں گے۔ مثال کے طور پر باپ بیٹے کو یا بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو گودن یا پاجی یا گاوَدی کہہ دے تو مضائقہ نہیں، لیکن اگر چھوٹا اگر یہی الفاظ پلٹ کر بڑے کو کہہ دے تو یہ بلاشبہ سبّ وشتم کے زمرے میں داخل ہوں گے۔''

(خلافت و ملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ۔ ملک غلام علی۔ صفحہ: 133-130)

خلافت و ملوکیت

پر

اعتراضات کا تجزیہ

ملک غلام علی

اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ

۱۳۔ای، شاہ عالم مارکٹ، لاہور (پاکستان)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس پر لعنت یا سب یا بد دعا کریں اور وہ اس کا سزاوار نہ ہو تو یہ چیز اس کے حق میں اجر و برکت اور رحمت بن جائے گی۔"

"اس کے بعد حدیث ہے کہ دو آدمیوں نے آنحضورؐ سے کوئی ایسی بات کہی کہ آپ سخت ناراض ہوئے اور آپ نے ان پر لعنت اور سب کا اظہار فرمایا، (فلعنھما وسبھما) اور باہر نکال دیا۔ حضرت عائشہؓ نے اس پر کہا "یا رسول اللہ، کسی اور کو خیر سے حصہ ملے تو ملے، مگر یہ دونوں تو بالکل اس سے محروم ہو گئے۔" آنحضورؐ نے فرمایا "کس طرح؟" وہ بولیں "آپ نے ان پر سب اور لعنت بھیجی۔" آنحضورؐ نے فرمایا "کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اپنے رب سے یہ بات ٹھہرالی ہے کہ اے اللہ، میں ایک بشر ہوں، میں جس مسلمان پر بھی سب یا لعنت کروں، بد دعا کروں، وہ اس کے لیے باعث اجر و تزکیہ ہو"۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا "اے اللہ، میں بشر ہوں، اگر کسی مومن کو ایذا دوں، اس پر شتم کروں، لعنت کروں یا کوڑے ماروں، تو اس کے لیے قیامت کے روز اس فعل کو رحمت و تقرب کا ذریعہ بنا۔" معلوم ہوا کہ جو شخص سب و شتم یا لعنت کا مستحق ہو، اس پر لعنت و نفرین کرنے میں مضائقہ نہیں، لیکن لعنت یا سب و شتم کے عربی یا اردو مفہوم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہؓ جو روایت کر رہی ہیں کہ آنحضورؐ نے دو اشخاص پر لعنت کی اور انہیں نکال دیا (اخرجھما) تو اس میں لعنت کا مفہوم وہی ہے جو ایک اردو دان سمجھتا ہے[1]، بلکہ اس کے لیے لفظ بھی لعنت ہی کا استعمال فرمایا ہوگا۔ جہاں تک سب یا برا بھلا کہنے کا تعلق ہے، اس کی تشریح ہمیں بہت سی احادیث میں مل جاتی ہے، مثال کے طور پر آنحضورؐ جب کسی پر ناراض ہوتے تھے تو فرماتے تھے: "تیری ماں تجھے روئے، تجھے رونے والیاں روئیں، تجھ میں جاہلیت ہے،

---

[1] یہی معاملہ ان روایات کا ہے جن میں حضرت علیؓ پر سب و شتم کا ذکر ہے۔ بعض میں سب کے علاوہ لعنت، شتم اور اس طرح کے بعض دوسرے الفاظ آئے ہیں جن کی وہ توجیہ بالکل نہیں کی جا سکتی اور نہ وہ معانی مراد لیے جا سکتے ہیں جو عثمانی صاحب لینے کی سعی کر رہے ہیں۔

تیری تباہی ہو، تیری ناک یا چہرہ خاک آلود ہو۔ بعض اوقات اس سے زیادہ سخت الفاظ فرماتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کی لعنت اور بددعا کو اگر وہ ایسے مسلمان کے خلاف صادر ہو جو اس کا مستحق نہ ہو، اس شخص کے حق میں رحمت بنا دیا۔ اس سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ لعنت اور بددعا، بالخصوص اسے عام طریقہ و وتیرہ بنا لینا جائز ہے یا عربی زبان میں سب و لعنت کے معنی اردو کے معانی سے مختلف ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ (الانعام۔ ۱۰۸)

مولانا اشرف علیؒ صاحب تھانوی اس کا ترجمہ فرماتے ہیں:۔

"اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے"

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس آیت کا ترجمہ یوں فرمایا ہے:۔

"دشنام مدہید کسانے را کہ مشرکان مے پرستند بجز خدا، زیرا کہ ایشاں دشنام خواہند داد خدا را از روئے ظلم بغیر دانش"

اب اس آیت میں بھی سب کا مطلب بتوں یا معبودوں کو غلط روش پر محض ٹوک دینا یا ان پر معمولی سا اعتراض کرنا نہیں ہو سکتا اور مترجمین حضرات نے سب کا جو ترجمہ دشنام یا گالی سے کیا ہے اس کا مطلب بھی سوقیانہ مغلظات نہیں ہو سکتا، بلکہ مراد لعن طعن اور بدگوئی ہے جس سے مقصود محض دل آزاری ہو۔ پھر جیسا کہ پہلے اشارۃً ذکر ہو چکا بسا اوقات ایک ہی قسم کے الفاظ اگر کوئی بڑا چھوٹے کے لیے یا آقا اپنے ماتحت کے لیے کہہ دے تو سب و شتم تصور نہیں ہوں گے لیکن وہی الفاظ اگر کم مرتبے کا انسان بڑے مرتبے والے کے حق میں استعمال کرے تو وہ سب اور گالی کی تعریف میں آسکیں گے۔ مثال کے طور پر باپ بیٹے کو یا بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو کودن یا پاجی یا گاؤدی کہہ دے تو مضائقہ نہیں، لیکن چھوٹا اگر یہی الفاظ پلٹ کر بڑے کو کہہ دے تو یہ بلاشبہ سب و شتم کے زمرے میں داخل ہوں گے، اب مدیر البلاغ خود تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ اپنے ذاتی خصائل و اوصاف میں حضرت علیؓ کے ہم پلہ نہ تھے تو پھر حضرت معاویہؓ کے لیے یہ کیسے مناسب تھا کہ آپ خفیہ یا علانیہ نہ صرف حضرت

علیؓ کو مطعون و مجروح کرتے، بلکہ دوسروں کو بھی اس پر آمادہ کرتے، جو ایسا نہ کرتا اس سے باز پُرس فرماتے اور وہ بھی ان کی وفات کے بعد! اپنی کتاب کے ص۳۲ پر عثمانی صاحب نے خود یہ لکھا ہے کہ "بسر بن ارطاۃ نے حضرت علیؓ کو کچھ بُرا بھلا کہا" تو حضرت معاویہؓ نے کہا: "تم علیؓ کو گالی دیتے ہو" گویا کہ یہاں عثمانی صاحب نے تسلیم کر لیا کہ یہ بدگوئی گالی کے مترادف تھی۔

پھر یہ بات بھی عجیب ہے کہ ایک طرف مولانا محمد تقی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ "یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت سعدؓ کے سامنے حضرت علیؓ پر جو سب کیا یا کرنے کی ہدایت کی، تو وہ "اردو والا سب وشتم" نہیں تھا، بلکہ اس سے مراد حضرت علیؓ پر اعتراض کرنا اور ان کی غلطی سے اپنی برارت کا اظہار تھا، اس سے زاید کچھ نہیں" اور دوسری طرف صاحب موصوف اس بات کو ثابت کرنے پر بڑا زور لگا چکے ہیں کہ جن راویوں نے حضرت علیؓ پر سب وشتم والی روایات بیان کی ہیں وہ سب امیر معاویہؓ کے جانی دشمن، کٹے اور جلے بھنے رافضی اور دروغ باف ہیں۔ اگر سارے سب وشتم کا حاصل اور مفاد و مآل بس یہ ہے کہ امیر معاویہؓ حضرت علیؓ پر اعتراض فرما دیتے تھے تو اس کے لیے راویوں کو لتاڑنے اور ان کے لتے لینے کی کیا ضرورت ہے؟ بالخصوص جب کہ ان واقعات کو اکثر اور بالتصریح بیان کرنے والے نہایت عادل، ثقہ اور سُنّی راوی ہیں۔ پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت علیؓ پر جس سب وشتم کا ذکر بار بار حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں آیا ہے، اگر اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ کوئی ایک آدھ غیر محتاط لفظ امیر معاویہؓ کی زبان سے نکل گیا ہو، جیسا کہ عثمانی صاحب ہمیں باور کرانا چاہتے ہیں، تو اس شدید نکیر و احتجاج کی کیا توجیہ کی جاسکتی ہے اور اُسے کس طرح حق بجانب کہا جاسکتا ہے جو بعض جلیل القدر اصحاب کی طرف سے اس کے خلاف صادر ہوا؟ مثال کے طور پر حضرت سعدؓ ہی کے واقعہ کو لیجیے۔ میں نے البدایہ سے جو روایت نقل کی تھی اس میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت سعدؓ کو اپنے پاس بٹھایا، پھر حضرت علیؓ کی برائی اور عیب چینی شروع کردی (فوقع فیہ)۔ اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ آپ نے مجھے گھر پر بلایا اور پھر علیؓ کو بُرا بھلا کہنا شروع کردیا (وقعت فی علی تشتمہ)۔ پھر حضرت سعدؓ نے حضرت علیؓ کے

فضائل و مناقب بیان کیے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی تھے۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ وہاں سے دامن جھاڑتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کر چل دیئے کہ میں آئندہ کبھی بھی آپ کے ہاں نہیں آؤں گا۔ اب کیا کوئی شخص اس بات پر یقین کر سکتا ہے کہ حضرت سعدؓ امیر معاویہؓ کے محض ایک آدھ غیر محتاط لفظ یا معمولی اعتراض پر اس حد تک غضبناک ہوئے ہوں گے؟ پھر فتح الباری، مناقب علی کی شرح میں حضرت سعدؓ کا قول مسند ابی یعلیٰ سے یوں مروی ہے کہ اگر میرے سر پر آرہ رکھ کر مجھے سبِ علیؓ کے لیے کہا جائے تو میں ابد تک یہ کام نہیں کروں گا۔ کیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ پر سب و شتم بس ذرا سا اظہار اختلاف و اعتراض ہے؟

سبِ علیؓ کا مفہوم اور اس کی مثالیں

امّ المومنین حضرت امّ سلمہؓ نے اس بُری رسم پر متعدد مرتبہ نفرت و ملامت کا اظہار فرمایا۔ ایک حوالہ ابو زہرہ صاحب کی کتاب سے اوپر نقل ہو چکا ہے۔ ایک دوسرا حوالہ میں پہلی بحث میں مسند احمد کا دے چکا ہوں کہ حضرت امّ سلمہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر برسرِ منبر سب و شتم کیوں ہو رہا ہے؟ سننے والوں نے حیرت سے پوچھا کہ کہاں اور کیسے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کیا حضرت علیؓ پر سب و شتم نہیں ہو رہا جو آنحضورؐ پر سب و شتم کے مترادف ہے کیونکہ آنحضور علیؓ سے محبت کرتے تھے اور میں اس کی گواہ ہوں؟ پھر میں نے سنن ابی داؤد اور مسند احمد کی روایات نقل کی تھیں جن میں مذکور ہے کہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ جب وہ کوفہ میں امیر معاویہؓ کے عامل تھے، تو ان کی موجودگی میں مسجد کے اندر سبِ علی کا ارتکاب ہوتا تھا اور حضرت مغیرہؓ بھی اس میں شریک تھے جس پر حضرت سعیدؓ بن زید نے سخت صدائے احتجاج بلند کی کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور اس رسمِ بد کو بند کیوں نہیں کیا جاتا؟ اب ان ساری تصریحات سے مدیر البلاغ اگر آنکھیں میچ کر بس یہ کہتے رہیں کہ عربی والا سب اور ہے، اردو والا اور ہے اور یہ محض ذرا سا اظہارِ اختلاف تھا، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امّ المومنینؓ اور عشرہ مبشرہ میں شامل ان دونوں اصحابِ رسول نے خواہ مخواہ اور بیجا بات کا بتنگڑ بنایا، ورنہ امیر معاویہؓ اور ان کے گورنروں کا تو سرے سے کوئی قصور ہی نہ تھا۔

احادیث میں بیان کردہ سبّ وشتم کے الفاظ

مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ''سبّ'' کا لفظ نبی اکرم ﷺ کے متعلق استعمال کیا گیا ہے بلکہ وہ الفاظ بھی آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کی نسبت سے بیان کئے گئے ہیں، بلکہ قرآن مجید میں بھی پائے جاتے ہیں، جو سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات میں بھی پائے جاتے ہیں اور جنہیں گالیاں قرار دے کر مخالفین احمدیت ہم پر طعن کرتے ہیں۔ یہاں قرآنِ کریم کی متعلقہ آیات نہیں پیش کی جارہی ہیں کیونکہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ایک سنّی عالم کے مندرجہ بالا حوالہ جات میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا غیر احمدی مسلمان علماء، نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ، نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ پر بھی گالیوں کا الزام عائد کریں گے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر انہی الفاظ کے استعمال پر سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیوں ملزم ٹھہرایا جاتا ہے؟

بخاری کتاب اللباس باب وَصْلِ في الشَّعَرِ میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مصنوعی بال لگوانے والیوں اور لگانے والیوں پر لعنت کی ہے۔ اس کے لئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ ہیں: ''فَسَبَّ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ''
اور ''لَعَنَ النَّبِیُّ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ''

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

صحیح بخاری

جلد ہفتم

امیر المومنین فی الحدیث سید الفقہاء

حضرت الامام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ

ترجمہ وتشریح

حضرت مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ

نظر ثانی

حضرت العلامہ مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ

حضرت العلامہ مولانا ابو محمد عبدالجبار السلفی رحمہ اللہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

الرَّسُولُ فَخُذُوهُ - إلى - فانتهوا﴾.

[راجع: ٤٨٨٦]

نے لعنت کی ہے اور اس کی دلیل کہ آنحضرت ﷺ کی لعنت خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ آیت وما اتکم الرسول فخذوہ ہے۔

تشریح اللہ تعالیٰ نے اس آیت مذکورہ میں فرمایا کہ جو حکم رسول اللہ ﷺ تم کو دیں تو تم اسے تسلیم کر لو اور جس سے روکیں اس سے باز رہو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ارشادات نبوی کو جن کا دوسرا نام حدیث ہے تسلیم کرنا فرض ہے۔ اس سے گروہ منکرین حدیث نبوی کا رد ہوا جو حدیث نبوی کا انکار کر کے قرآن کو اپنی خواہش کے مطابق بنانا چاہتے ہیں' اللہ اس گمراہ فرقے سے محفوظ رکھے۔ اس دور آزادی میں ایسے لوگوں نے کافی فتنہ برپا کیا ہوا ہے جو عامۃ المسلمین کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالتے رہتے ہیں' ان میں بعض لوگ تین وقت کی نماز بعض دو وقت کی نمازوں کے قائل ہیں اور نماز کو بھی اپنی خواہش کے مطابق غلط سلط ڈھال لیا ہے۔ ھداھم اللہ۔

٨٣- باب وَصْلِ فِي الشَّعْرِ

باب بالوں میں الگ سے بناوٹی چٹیا لگانا اور دوسرے بال جوڑنا

٥٩٣٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ: وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعْرٍ كَانَتْ بِيَدِ حَرَسِيٍّ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هَذِهِ وَيَقُولُ: ((إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَ هَذِهِ نِسَاؤُهُمْ)). [راجع: ٣٤٦٨]

(۵۹۳۲) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے حمید بن عبدالرحمن بن عوف اور انہوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے حج کے سال میں سنا وہ مدینہ منورہ میں منبر پر یہ فرما رہے تھے انہوں نے بالوں کی ایک چوٹی جو ان کے چوکیدار کے ہاتھ میں تھی لے کر کہا کہاں ہیں تمہارے علماء میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ اس طرح بال بنانے سے منع فرما رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ بنی اسرائیل اس وقت تباہ ہو گئے جب ان کی عورتوں نے اس طرح اپنے بال سنوارنے شروع کر دیئے۔

٥٩٣٣- وقال ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ)).

(۵۹۳۳) اور ابن ابی شیبہ نے بیان کیا' ان سے یونس بن محمد نے بیان کیا' ان سے فلیح نے بیان کیا' ان سے زید بن اسلم نے' ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سر کے قدرتی بالوں میں مصنوعی بال لگانے والیوں پر اور لگوانے والیوں پر اور گودنے والیوں پر اور گدوانے والیوں پر اللہ نے لعنت بھیجی ہے۔

٥٩٣٤- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ

(۵۹۳۴) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا کہ میں نے حسن بن اسلم بن

مُسْلِمِ بْنِ يَنَّاقٍ، يُحَدِّثُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ جَارِيَةً مِنَ الأَنْصَارِ تَزَوَّجَتْ وَأَنَّهَا مَرِضَتْ فَتَمَعَّطَ شَعْرُهَا، فَأَرَادُوا أَنْ يَصِلُوهَا فَسَأَلُوا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ)).

تَابَعَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ صَفِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ.

[راجع: ٥٢٠٥]

نیاق سے سنا' وہ صفیہ بنت شیبہ سے بیان کرتے تھے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ انصار کی ایک لڑکی نے شادی کی۔ اس کے بعد وہ بیمار ہو گئی اور اس کے سر کے بال جھڑ گئے' اس کے گھر والوں نے چاہا کہ اس کے بالوں میں مصنوعی بال لگا دیں۔ اس لئے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مصنوعی بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔ شعبہ کے ساتھ اس حدیث کو محمد بن اسحاق نے بھی ابان بن صالح سے' انہوں نے حسن بن مسلم سے' انہوں نے صفیہ سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

٥٩٣٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمِّي عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّي أَنْكَحْتُ ابْنَتِي ثُمَّ أَصَابَهَا شَكْوَى فَتَمَرَّقَ رَأْسُهَا وَزَوْجُهَا يَسْتَحِثُّنِي بِهَا أَفَأَصِلُ رَأْسَهَا؟ فَسَبَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ.

[طرفاه في : ٥٩٣٦، ٥٩٤١].

(۵۹۳۵) مجھ سے احمد بن مقدام نے بیان کیا' کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا' کہا ہم سے منصور بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میری والدہ صفیہ بنت شیبہ نے بیان کیا' ان سے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ میں نے اپنی لڑکی کی شادی کی ہے اس کے بعد وہ بیمار ہو گئی اور اس کے سر کے بال جھڑ گئے اور اس کا شوہر مجھ پر اس کے معاملہ میں زور دیتا ہے۔ کیا میں اس کے سر میں مصنوعی بال لگا دوں؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعی بال جوڑنے والیوں اور جڑوانے والیوں کو برا کہا۔ ان پر لعنت بھیجی۔

٥٩٣٦- حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ. [راجع: ٥٩٣٥]

(۵۹۳۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کی بیوی فاطمہ نے' ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت بھیجی ہے۔

٥٩٣٧- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ

(۵۹۳۷) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' کہا ہم کو حضرت عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا ہم کو عبید اللہ عمری نے خبر دی' انہیں نافع نے اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مسند احمد بن حنبل کتاب جمع الصلوٰۃ فی السفر والحضر میں درج ایک حدیث کے مطابق غزوہ تبوک پر روانہ ہوتے وقت نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تبوک میں ایک چشمہ ہے۔ جو کوئی وہاں پہلے پہنچ جائے وہ اس کے پانی کو اس وقت تک نہ چھوئے جب تک میں نہ پہنچ جاؤں۔ جب نبی اکرم ﷺ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دو آدمی وہاں پہلے پہنچ چکے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے پانی کو چھوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جی ہاں۔ اس پر آپ نے انہیں برا بھلا کہا اور جو بھی اللہ نے چاہا آپؐ نے انہیں کہا یعنی خوب ڈانٹا۔ حدیث کے الفاظ ہیں: ''فَسَبَّهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَ قَالَ لَهُمَا مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلُ''. حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے اور موطا، عبدالرزاق، الدارمی، مسلم، ابوداؤد، النسائی اور ابن خزیمہ میں بھی ہے۔ اس کے علاوہ یہ حدیث مسند الشاشی میں بھی درج ہے۔

مسند الإمام أحمد بن حنبل

(١٦٤ - ٢٤١ هـ)

حقق هذا الجزء وخرج أحاديثه وعلق عليه

شعيب الأرنؤوط
عادل مرشد
جمال عبد اللطيف
عبد اللطيف حرز الله

الجزء السادس والثلاثون

مؤسسة الرسالة

قال شعبةُ: قال لي الحَكَمُ: وحدثني به ميمونُ بنُ أَبي شَبيب، وقال الحكمُ: سمعتُه مِنه منذُ أَربعينَ سَنةً[١].

٢٢٠٦٩- حدثنا محمدُ بن جعفر، حدثنا شُعبةُ، عن قيسِ بن مُسلم، عن أبي رَمْلَة، عن عُبيدِ الله بن مُسلم

عن معاذٍ عن النبي ﷺ أنه قال: «أَوْجَبَ ذو الثلاثةِ» فقال معاذ: وذو الاثْنَين يا رسولَ الله؟ قال: «وذو الاثْنَين»[٢].

٢٢٠٧٠- قرأتُ على عبدالرحمٰن بن مهدي، حدثنا مالكٌ، عن الزبير

---

(١) صحيح بطرقه وشواهده، عروة بن النزال مجهول، ولم يسمعه من معاذ كما جاء التصريح به في الرواية السالفة برقم (٢٢٠٣٢)، ومتابعه ميمون ابن أبي شبيب صدوق حسن الحديث، ولم يسمع من معاذ أيضاً، لٰكن تابعهما عليه غير واحد كما سلف بيانه عند الرواية رقم (٢٢٠١٦)، وباقي رجال الإسناد ثقات رجال الشيخين.

وأخرجه تامّاً ومختصراً ابن أبي شيبة ٥/٢٨٦-٢٨٧ و٩/٦٥ و١١/٧-٨، وابن أبي عاصم في «الجهاد» (١٦)، وفي «الزهد» (٧)، والنسائي ٤/١٦٦، والطبري في «تفسيره» ٢١/١٠٢، والمروزي في «قيام الليل» ص٤٧-٤٨، والطبراني في «الكبير» ٢٠/(٣٠٥) من طريق محمد ابن جعفر، بهٰذا الإسناد. وتحرف عروة بن النزال عند الطبري إلى عروة بن الزبير.

(٢) صحيح لغيره، وهٰذا إسناد ضعيف، أبو رملة مجهول، وعبيدالله بن مسلم لا يُعرف، وفي إثبات صحبته نظر.

وأخرجه ابن أبي شيبة ٣/٣٥٣، ومن طريقه الطبراني في «الكبير» ٢٠/(٣٠٢) عن محمد بن جعفر، بهٰذا الإسناد.

وانظر (٢٢٠٠٨).

المَكّي، عن أبي الطُّفيل عامر بن واثلة

أن معاذاً أخبره: أنّهم خَرَجوا مع رسولِ الله ﷺ عامَ تبوكَ، فكـانَ رسـولُ الله ﷺ يَجمـعُ بيـن الظُّهـر والعَصْـر، والمَغـربِ والعِشاءِ. قال: وأخَّرَ الصلاةَ، ثُمَّ خرجَ فصلَّى الظهرَ والعَصْرَ جَميعاً، ثم دَخلَ، ثم خَرَج فصلَّى المَغرِبَ والعِشاءَ جَميعاً. ثم ٥/٢٣٨
قال: «إنَّكم ستأْتونَ غداً - إنْ شاءَ اللهُ - عَيْنَ تَبوكَ، وإنَّكم لن تأْتُوها[١] حَتَّى يُضْحِيَ النَّهارُ، فمن جاءَها[٢] فلا يَمَسَّ مِن مائِها شيئاً حتى آتيَ» فجِئنا وقد سَبَقَنا إليها رَجُلانِ، والعينُ مِثلُ الشِّراكِ تَبضُّ بشيءٍ مِن ماءٍ، فسألَهما رسولُ الله ﷺ: «هل مَسسْتُما مِن مائِها شيئاً؟» فقالا: نعم. فسَبَّهما رسولُ الله ﷺ، وقال لهما ما شاءَ الله أن يقول، ثم غَرَفوا بأيديهم مِن العَينِ، قليلاً قليلاً، حتَّى اجتَمَع في شيءٍ، ثم غَسَلَ رسولُ الله ﷺ فيه وَجْهَه ويَدَيه ثم أَعادَه فيها، فجَرَت العينُ بماءٍ كثيرٍ، فاستَقَى الناسُ، ثم قال رسولُ الله ﷺ: «يوشِكُ يا معاذُ إنْ طالَتْ بِكَ حَياةٌ، أَنْ تَرى ما ها هنا قد مُلِيءَ جِناناً»[٣].

---

(١) في (م): تأتوا بها.

(٢) في (م) و(ر): جاء.

(٣) إسناده صحيح على شرط مسلم.

وهو في «الموطأ» ١/١٤٣-١٤٤، ومن طريق مالك أخرجه الشافعي ١/١٨٧-١٨٨، وعبدالرزاق (٤٣٩٩)، والدارمي (١٥١٥)، ومسلم ص١٧٨٤ (٧٠٦)، وأبو داود (١٢٠٦)، والنسائي ١/٢٨٥، وابن خزيمة (٩٦٨)=

موطا امام مالک

Free Downloadfrom ...Urdu.com

حدیث 324

عَنْ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُمْ خَرَجُوا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ تَبُوكَ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ قَالَ فَأَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا ثُمَّ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا ثُمَّ قَالَ إِنَّكُمْ سَتَأْتُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ عَيْنَ تَبُوكَ وَإِنَّكُمْ لَنْ تَأْتُوهَا حَتَّى يَضْحَى النَّهَارُ فَمَنْ جَائَهَا فَلَا يَمَسَّ مِنْ مَائِهَا شَيْئًا حَتَّى آتِيَ فَجِئْنَاهَا وَقَدْ سَبَقَنَا إِلَيْهَا رَجُلَانِ وَالْعَيْنُ تَبِضُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ فَسَأَلَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَسِسْتُمَا مِنْ مَائِهَا شَيْئًا فَقَالَا نَعَمْ فَسَبَّهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَهُمَا مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ غَرَفُوا بِأَيْدِيهِمْ مِنَ الْعَيْنِ قَلِيلًا قَلِيلًا حَتَّى اجْتَمَعَ فِي شَيْءٍ ثُمَّ غَسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ أَعَادَهُ فِيهَا فَجَرَتْ الْعَيْنُ بِمَاءٍ كَثِيرٍ فَاسْتَقَى النَّاسُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ يَا مُعَاذُ إِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ أَنْ تَرَى مَا هَاهُنَا قَدْ مُلِئَ جِنَانًا

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ صحابہ نکلے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ تبوک کے سال تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع کرتے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو پس ایک دن تاخیر کی ظہر کی پھر نکل کر ظہر اور عصر کو ایک ساتھ پڑھا پھر داخل ہوئے ایک مقام میں پھر وہاں سے نکل کر مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھا پھر فرمایا کہ کل اگر خدا چاہے تو تم پہنچ جاؤں گے تبوک کے چشمہ پر سو تم ہر گز نہ پہنچو گے یہاں تک کہ دن چڑھ جائے گا اگر تم میں سے کوئی اس چشمہ پر پہنچے تو اس کا پانی نہ چھوئے جب تک میں نہ آلوں پھر پہنچے ہم اس چشمہ پر اور ہم سے آگے دو شخص وہاں پہنچ چکے تھے اور چشمہ میں کچھ تھوڑا سا پانی چمک رہا تھا پس پوچھا ان دونوں شخصوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا چھوا تم نے اس کا پانی بولے ہاں سو خفا ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں پر سخت کہا ان کو اور جو منظور تھا اللہ کو وہ کہا ان سے پھر لوگوں نے چلووں سے تھوڑا تھوڑا پانی چشمہ سے نکال کر ایک برتن میں اکٹھا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انے اپنے منہ اور ہاتھ دونوں اس میں دھو کر وہ پانی پھر اس چشمہ میں ڈال دیا پس چشمہ خوب بھر کر بہنے لگا سو پیا لوگوں نے پانی اور پلایا جانوروں کو بعد اسکے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب ہے اے معاذ اگر زندگی تیری زیادہ ہو تو دیکھے گا تو یہ پانی بھر دے گا باغوں کو۔

باب : کتاب قصر الصلوۃ فی السفر

دو نمازوں کے جمع کرنے کا بیان سفر اور حضر میں

حدیث 325

Free Download from Quranurdu.com

باپ کی شرمگاہ

''وَ عَنْ اُبَیّ بْنِ کَعْبٍ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یقولُ: ''مَنْ تَعَزّٰی بِعَزَاءِ الْجَاھِلِیَّۃِ، فَاَعِضُوْہُ بِھَنِ اَبِیْہِ وَلَا تَکْنُوْا'' رَوَاہُ فِیْ شَرحِ السُّنَّۃِ'' اُبَیّ بن کعبؓ بیان کرتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص جاہلی نسب کی طرف نسبت کرتا ہے (اور فخر کرتا ہے) تو تم اسے کہو کہ اپنے باپ کی شرمگاہ اپنے منہ میں لے اور اس میں ہرگز کنایہ نہ کرو (شرح السنّہ)''

(مشکوٰۃ۔ باب المفاخرۃ والعصبیۃ (فخر اور جاہلی تعصب کی ممانعت)۔ الفصل الثانی)

www.KitaboSunnat.com

قال اللہ تعالیٰ

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

"اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دیں وہ قبول کیا کرو اور جس سے وہ روکیں اس سے رُک جایا کرو"

(سورۃ الحشر ۷)

مشکوٰۃ المصابیح

عربی

للشیخ الامام ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی رحمہ اللہ

جلد چہارم

ترجمہ وتشریح

مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

تحقیق ونظر ثانی

حافظ ناصر محمود انور

فاضل اسلامک یونیورسٹی المدینۃ المنورۃ

ناشر

مکتبہ محمدیہ

چک 109 7.R چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

واحد تقسیم کار

ادارۃ الترجمۃ والتالیف ضیاء السنۃ

رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد، پاکستان

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخلوق کے آقا ہیں لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجازی طور پر انسانوں کے آقا نہیں ہیں۔ اسی لئے آپؐ نے فرمایا' میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا بلکہ اظہار حقیقت کے لئے کہتا ہوں (تنقیح الرواۃ جلد ۳ صفحہ ۳۲۴)

۴۹۰۱ - (۹) وَعَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «اَلْحَسَبُ الْمَالُ، وَالْكَرَمُ التَّقْوٰى» ــــ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَابْنُ مَاجَةَ.

۴۹۰۱: حسنؒ' سمرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' حسب مال ہے اور کرم تقویٰ ہے (ترمذی' ابن ماجہ)

۴۹۰۲ - (۱۰) وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: «مَنْ تَعَزّٰى بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ ــ، فَأَعِضُّوْهُ بِهَنِ اَبِيْهِ وَلَا تَكْنُوْا». رَوَاهُ فِيْ «شَرْحِ السُّنَّةِ».

۴۹۰۲: اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا' جو شخص جاہلی نسب کی طرف نسبت کرتا ہے (اور فخر کرتا ہے) تو تم اسے کہو کہ اپنے باپ کی شرمگاہ اپنے منہ میں لے اور اس میں ہرگز کنایہ نہ کرو (شرح السنۃ)

۴۹۰۳ - (۱۱) وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عُقْبَةَ، عَنْ اَبِيْ عُقْبَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَكَانَ مَوْلًى مِنْ اَهْلِ فَارِسَ ــ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اُحُدًا، فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، فَقُلْتُ: خُذْهَا مِنِّيْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْفَارِسِيُّ! فَالْتَفَتَ اِلَيَّ فَقَالَ: «هَلَّا قُلْتَ: خُذْهَا مِنِّيْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْاَنْصَارِيُّ؟». رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

۴۹۰۳: عبدالرحمان (اپنے والد) ابی عقبہ سے بیان کرتا ہے اور یہ شخص آزاد کردہ فارسی غلام تھا۔ اس نے بیان کیا کہ میں جنگِ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھا میں نے ایک مشرک انسان کو تلوار مارتے ہوئے کہہ دیا کہ یہ گہرا زخم میری جانب سے لے اور میں فارسی النسل ہوں۔ (یہ کلمہ سن کر) آپؐ میری جانب متوجہ ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا' تو نے یہ کیوں نہ کہا؟ تلوار کا یہ زخم میری جانب سے لے اور میں انصاری جوان ہوں (ابوداؤد)

وضاحت: اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق راوی مدلس ہے اور اس نے "حدثنا" کے لفظ کے ساتھ حدیث بیان نہیں کی (الجرح والتعدیل جلد ۷ صفحہ ۱۰۸۷' میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۴۶۸' تقریب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۱۴۴' تنقیح الرواۃ جلد ۳ صفحہ ۳۲۴)

۴۹۰۴ - (۱۲) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «مَنْ نَصَرَ قَوْمَهٗ عَلٰى غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبَعِيْرِ الَّذِيْ رُدِّيَ ــ، فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهٖ» ــ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اللات کی شرمگاہ

’’وَ اِنّي لَأَرَی أَشْوَابًا مِنَ النَّاسِ خَلِيْقًا أَنْ يَفِرُّوا وَ يَدْعُوکَ، فَقَالَ لَهُ أَبُوبَکْرٍ: امصِصْ ببَظْرِ اللاتِ، أَنَحْنُ نَفِرُ عَنْهُ وَ نَدَعُه‘‘ (عروۃ بن مسعود نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے آپؐ کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) اور یقیناً میں انہیں ہیچ قسم کے افراد دیکھتا ہوں جو آپ کو چھوڑ کر فرار ہو جائیں گے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اللات کی شرمگاہ چوس۔ کیا ہم انہیں چھوڑ کر فرار ہو جائیں گے؟

(بخاری کتاب الشروط۔ باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب وکتابۃ الشروط)

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

صحیح بخاری

جلد چہارم

امیر المومنین فی الحدیث سید الفقہاء

حضرت الامام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتشریح

حضرت مولانا محمد داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی

حضرت العلامہ مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ

حضرت العلامہ مولانا ابو محمد عبدالجبار سلفی رحمہ اللہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

وَيَدَعُوكَ، فَقَالَ لَهُ أَبُوبَكْرٍ: امْصِصْ بِبَظْرِ اللاَّتِ، أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهُ، فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ قَالُوا: أَبُوبَكْرٍ. قَالَ: أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ لاَ يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِي لَمْ أَجْزِكَ بِهَا لأَجَبْتُكَ. قَالَ: وَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ ﷺ، فَكُلَّمَا تَكَلَّمَ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ، وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ، فَكُلَّمَا أَهْوَى عُرْوَةُ بِيَدِهِ إِلَى لِحْيَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، ضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ وَقَالَ لَهُ: أَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَأْسَهُ فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ. فَقَالَ: أَيْ غُدَرُ، أَلَسْتُ أَسْعَى فِي غَدْرَتِكَ؟ وَكَانَ الْمُغِيرَةُ صَحِبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَتَلَهُمْ وَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ ثُمَّ جَاءَ فَأَسْلَمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَّا الإِسْلاَمَ فَأَقْبَلُ وَأَمَّا الْمَالَ فَلَسْتُ مِنْهُ فِي شَيْءٍ)). ثُمَّ إِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَيْنَيْهِ. قَالَ: فَوَ اللهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نُخَامَةً إِلاَّ وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ. فَرَجَعَ عُرْوَةُ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ، وَاللهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ، وَوَفَدْتُ عَلَى

نے اپنی قوم کو تباہ کر دیا تو کیا اپنے سے پہلے کسی بھی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنے خاندان کا نام و نشان مٹا دیا ہو لیکن اگر دوسری بات واقع ہوئی (یعنی ہم آپؐ پر غالب ہوئے) تو میں تو خدا کی قسم تمہارے ساتھیوں کا منہ دیکھتا ہوں یہ پنج میل لوگ یہی کریں گے' اس وقت یہ سب لوگ بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ بولے امصص ببظر اللات (ابے جا! لات بت کی شرمگاہ چوس لے) کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے بھاگ جائیں گے اور آپؐ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہارا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا جس کا اب تک میں بدلہ نہیں دے سکا ہوں تو تمہیں ضرور جواب دیتا۔ بیان کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے پھر گفتگو کرنے لگے اور گفتگو کرتے ہوئے آپ کی ڈاڑھی مبارک پکڑ لیا کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس کھڑے تھے' تلوار لٹکائے ہوئے اور سر پر خود پہنے۔ عروہ جب بھی نبی کریم ﷺ کی ڈاڑھی مبارک کی طرف ہاتھ لے جاتے تو مغیرہ رضی اللہ عنہ تلوار کی کوتھی کو ان کے ہاتھ پر مارتے اور ان سے کہتے کہ رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی سے اپنا ہاتھ الگ رکھ۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے انہیں مخاطب کر کے کہا اے دغا باز! کیا میں نے تیری دغا بازی کی سزا سے تجھ کو نہیں بچایا؟ اصل میں مغیرہ رضی اللہ عنہ (اسلام لانے سے پہلے) جاہلیت میں ایک قوم کے ساتھ رہے تھے پھر ان سب کو قتل کر کے ان کا مال لے لیا تھا۔ اس کے بعد (مدینہ) آئے اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے (تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ان کا مال بھی رکھ دیا کہ جو چاہیں اس کے متعلق حکم فرمائیں) لیکن آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تیرا اسلام تو میں قبول کرتا ہوں' رہا یہ مال تو میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ کیونکہ وہ دغا بازی سے ہاتھ آیا ہے جسے میں لے نہیں سکتا' پھر عروہ رضی اللہ عنہ گھور گھور کر رسول کریم ﷺ کے اصحاب کی نقل و حرکت دیکھتے رہے۔ پھر راوی نے بیان کیا کہ قسم اللہ کی اگر کبھی رسول اللہ ﷺ نے بلغم بھی تھوکا تو آپؐ کے

حضرت ابوبکرؓ کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے امام الشوکانی لکھتے ہیں:

”والّلات: اسمُ أحدِ الأصنامِ الّتي كانت قريشٌ و ثقيفٌ يعبدونها، و كانت عادةُ العربِ الشَّتمَ بذلکَ ولكن بلفظِ الأمِّ، فأرادَ أبوبكرٍ المبالغةَ في سبِّ عروةَ بِاقامةِ من كانَ يعبدها مقامَ اُمِّهِ، وَ حملهُ علیٰ ذلکَ ما أغضبهُ من نسبةِ المسلمينَ اِلیٰ الفرارِ. و فيهِ: جوازُ النُّطقِ بما يُستبشعُ من الألفاظِ لاِرادةِ زجرِ من بدا منهُ ما يستحقُّ بهِ ذلک.“

(نيل الاوطار. المجلد العاشر. أبواب الأمان والصلح والمهادنة. صفحه:36)

اللات ان بتوں میں سے ایک کا نام ہے جس کی قریش اور ثقیف عبادت کیا کرتے تھے۔ یہ عربوں کی عادت تھی کہ وہ اس طرح گالی دیا کرتے تھے لیکن اس میں ماں کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے عروۃ کو گالی دینے میں مبالغہ کا ارادہ کرتے ہوئے اللات کا نام لیا کیونکہ جس کی وہ عبادت کرتے تھے وہ ان کی ماں کے برابر تھی۔ اور اس پر اس حملہ کی وجہ یہ تھی کہ عروۃ نے مسلمانوں کی طرف فرار کی نسبت کرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کو غصہ دلا دیا تھا۔ ایسے کلام کا جواز یہ ہے کہ جو شخص اس طرح کے الزامات لگائے اسے ڈانٹنے کے لئے ایسی بات کہنی جائز ہے کیونکہ اس نے ابتداء کرتے ہوئے خود کو ان الفاظ کا مستحق ٹھہرالیا تھا۔

نيل الأوطار

من أسرار منتقى الأخبار

تأليف

محمد بن علي بن محمد الشوكاني

١١٧٣ - ١٢٥٠ هـ

حققه وعلق عليه

أبو معاذ طارق بن عوض الله بن محمد

المجلد العاشر

الجهاد والسير - الأطعمة والصيد والذبائح - الأشربة - النذر - الأقضية والأحكام

[٣٤٤٣ - ٣٩٢٦]

دار ابن القيم

دار ابن عفان

لقريشٍ لا آمنهم عليكَ مثلًا، وقولهُ: «فإنِّي واللَّهِ لأرىٰ وجوهًا» إلىٰ آخرهِ، كالتَّعليلِ لهذا المحذوفِ. **قوله: «أشوابًا»** بتقديمِ المعجمةِ علىٰ الواوِ كذا للأكثرِ. ووقعَ لأبي ذرٍّ عن الكشميهنيِّ «أوباشًا» بتقديمِ الواوِ، والأشوابُ: الأخلاطُ من أنواعٍ شتَّىٰ، والأوباشُ: الأخلاطُ من السَّفلةِ، فالأوباشُ أخصُّ من الأشوابِ. كذا في «الفتحِ»(١).

قوله: «امصص ببظرِ اللَّاتِ» بألفِ وصلٍ ومهملتينِ الأولىٰ مفتوحةٌ بصيغةِ الأمرِ، وحكىٰ ابنُ التِّينِ عن روايةِ القابسيِّ ضمَّ الصَّادِ الأولىٰ وخطَّأها. والبظرُ - بفتحِ الموحَّدةِ، وسكونِ المعجمةِ -: قطعةٌ تبقىٰ بعدَ الختانِ في فرجِ المرأةِ، واللَّاتُ: اسمُ أحدِ الأصنامِ الَّتي كانت قريشٌ وثقيفٌ يعبدونها، وكانت عادةُ العربِ الشَّتمَ بذلكَ ولكن بلفظِ الأمِّ، فأرادَ أبو بكرٍ المبالغةَ في سبِّ عروةَ بإقامةِ من كانَ يعبدها مقامَ أمِّهِ، وحملهُ علىٰ ذلكَ ما أغضبهُ من نسبةِ المسلمينَ إلىٰ الفرارِ. وفيهِ: جوازُ النُّطقِ بما يُستبشعُ من الألفاظِ لإرادةِ زجرِ من بدا منهُ ما يستحقُّ بهِ ذلك.

قوله: «لولا يدٌ» أي: نعمةٌ. وقد بيَّنَ عبدُ العزيزِ الآفاقيُّ عن الزُّهريِّ في هذا الحديثِ أنَّ اليدَ [المذكورة](٢) هيَ أنَّ عروةَ كانَ تحمَّلَ بديةٍ، فأعانهُ فيها أبو بكرٍ بعونٍ حسنٍ. وفي روايةِ الواقديِّ: بعشرِ قلائصَ. **قوله: «بنعلِ السَّيفِ»** هوَ ما يكونُ أسفلَ القرابِ من فضَّةٍ أو غيرها. **قوله: «أخِّر يدكَ»** فعلُ أمرٍ من التَّأخيرِ، زادَ ابنُ إسحاقَ: «قبلَ أن لا تصلَ إليكَ».

---

(١) «الفتح» (٥/ ٣٤١).

(٢) من «الفتح» (٥/ ٣٤٠).

لیکن پروفیسر رفیع اللہ شہاب صاحب علامہ الشوکانیؒ کی اس عبارت کا ترجمہ ایسے کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے عروہ کو جو گندی گالی دی تھی تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت گندی گالی سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔ یہ گالی فحاشی میں شمار نہ ہوگی''

(احکام الحدیث اردو ترجمہ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار۔ از پروفیسر رفیع اللہ شہاب۔ صفحہ نمبر 291 جلد 4 زیر حدیث نمبر 5 باب کفار سے معاہدے کی شرط کی پابندی اور صلح کی مدّت کے بارے میں)

احکام الاحادیث

اردو ترجمہ

نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار

مصنف

قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی

ترجمہ

پروفیسر رفیع اللہ شہاب

صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلعم حج کے لئے گئے تھے نہ کہ عمرہ کے لئے۔ (از مترجم)

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حج چاہے نفلی ہو یا فرض اس کے لئے قربانی کا جانور لے جانا سنت ہے اور یہ کہ اس قربانی کے جانور کی شناخت کے لئے اس کا تھوڑا بہت خون بہانا سنت ہے۔ اسے مثلہ یعنی کان ناک کاٹنے وغیرہ سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ اس حدیث سے ایک اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی حکمران دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے اپنے سفر کے شروع کرنے سے پہلے جاسوس بھی بھیج سکتا ہے اور یہ کہ جہاد میں قابل اعتبار مشرک سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔ حکمران کے سامنے اگر کوئی مسئلہ پیش ہو جائے تو اسے اپنے لشکر سے مشورہ بھی کرنا چاہیے۔ چاہے یہ مشورہ ان کا دل رکھنے کے لئے ہو یا کسی مصلحت کی بنا پر ہو۔ مزید یہ کہ کافروں کے عورتوں اور بچوں کو غلام بھی بنایا جا سکتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عروہ کو جو گندی گالی دی تھی تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت گندی گالی سے بھی کام لیا جا سکتا ہے۔ یہ گالی فاشی میں شمار نہ ہو گی۔

حضرت مغیرہؓ جو تلوار لے کر رسول اللہ صلعم کے پاس نگرانی کے لئے کھڑے تھے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دشمن پر رعب ڈالنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے ایسا فعل قابل مذمت نہیں سمجھا جائے گا۔ اسی طرح ایسا مشرک جو معاہد کی حیثیت رکھتا ہے تو اس کا مال لوٹ کر مال غنیمت شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے یہ مال واپس کرنا ہو گا۔ صحابہ کرام جو رسول اللہ صلعم کی تھوک کو اپنے ہاتھوں میں لیتے تھے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی تھوک اور وضو سے گرنے والا پانی پاک ہوتا ہے اس حدیث سے فال نکالنے کی بھی گنجائش ملتی ہے۔ اس بارے میں ناپسندیدہ بات صرف یہ ہے کہ کسی چیز کے بارے میں بدشگونی سے کام نہ لیا جائے۔ اگر کسی شخص کو اس کے اور اس باپ کے نام سے پہچانا جا سکے تو پھر اس کے دادا کے نام کا ذکر کرنا ضروری نہیں۔ اور یہ کہ دشمن کے ساتھ اس اصول پر بھی صلح کی جا سکتی ہے کہ جس میں بظاہر مسلمانوں کی کمزوری دکھائی دیتی ہو مقصد یہ کہ اگر اس سے شر کو رفع کیا جا سکے تو پھر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر کسی نے یہ حلف اٹھایا کہ وہ یہ کام ضرور کرے گا لیکن اس کے لئے کسی مقررہ وقت کا ذکر نہیں کیا تو پھر وہ جب بھی چاہے دیر سے اپنے حلف کے مطابق اپنا کام کر سکتا ہے۔ ایک اور مسئلہ جو اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی حاجی کو راستے میں روک لیا جائے اور اسے حج نہ کرنے دیا جائے تو وہ اسی جگہ پر احرام کھول سکتا ہے اور یہ کہ حج کی قربانی کو حل' کے مقام پر بھی ذبح کیا جا سکتا ہے یہ جگہ مکہ مکرمہ اور حدیبیہ کے درمیان ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے حکم کی فوری تعمیل ہونی چاہیے اور یہ کہ اگر کفار کے ساتھ معاہدہ کی وجہ سے ان کی طرف سے آنے والے آدمیوں کو چاہیے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو انہیں معاہدہ میں طے شدہ شہر میں آنے کے بعد تو واپس کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ مسلمان کسی دوسرے شہر کو چلا جائے تو پھر مسلمان حکمران پر اس کی واپسی لازمی نہیں۔ جہاں تک مسلمان عورتوں کا تعلق ہے تو اس قسم کی شرط کے باوجود انہیں کفار کی طرف واپس نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اسلام لانے کے بعد وہ ان کے لئے حرام ہو جاتی ہیں اور یہ کہ اگر کفار کے ساتھ اس قسم کا معاہدہ کیا جائے تو اس میں مردوں کی واپسی کی شرط تو

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں کسی غیر احمدی معترض کی بات پر ایک ساتھی نے سخت ردِّ عمل کا اظہار کیا جس پر اس غیر احمدی نے شکوہ کیا۔ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکرؓ کے اسی واقعہ کو نقل فرما کر اپنے مرید کے سخت الفاظ کا دفاع فرمایا۔:

''یہ تقاضائے محبّت ہے کچھ اور نہیں۔ محبّت میں ایسا ہوا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے وقت میں بھی اس کی نظیر دیکھی جاتی ہے کہ ابوبکرؓ جیسا شخص جو کہ غایت درجہ کا مؤدب تھا جب اس کے سامنے ایک عرب کے سر برآوردہ شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی داڑھی کو ہاتھ لگا کر کہا کہ تو نے ان مختلف لوگوں کا جتھا بنا کر جو عرب کی قوم کا مقابلہ کرنا چاہا تو یہ غلطی ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت بڑے غصّہ میں آکر اسے کہا اُمْصُصْ بِبَظَرِ اللَّاتِ (عرب میں ایک گالی ہوتی ہے) آپ کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ کس قدر نقصان برداشت کر کے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ محبّت ہے جس نے بٹھایا ہوا ہے۔ آپ نو وارد اور یہ قابل احترام (البدر جلد 2 نمبر 7 صفحہ 51 مؤرخہ 6 مارچ 1903ء)''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 79)

حضرت اقدس ۔ اچھا کیا آپ نے دو تین روز کا مصمم ارادہ کر لیا ہے؟

نو وارد ۔ کل عرض کرونگا ۔

حضرت اقدس ۔ مَیں چاہتا ہوں کہ آپ دور دراز سے آئے ہیں کچھ واقفیت ضرور ہونی چاہیئے کم از کم تین دن آپ رہ جائیں مَیں یہی نصیحت کرتا ہوں اور اگر اَور نہیں تو آمدن بارادت و رفتن باجازت ہی پر عمل کریں ۔

نو وارد ۔ مَیں نے یہاں آکر اوّل دریافت کر لیا تھا کہ کوئی امر شرک کا نہیں ۔ اس لیے مَیں ٹھہر گیا کیونکہ شرک سے مجھے سخت نفرت ہے ۔

حضرت اقدس نے پھر جماعت کو خطاب کر کے فرمایا کہ

میرے اصول کے موافق اگر کوئی مہمان آوے اور سبّ و شتم تک بھی نوبت پہنچ جاوے تو اس کو گوارا کرنا چاہیئے کیونکہ وہ مریدوں میں تو داخل نہیں ہے ۔ ہمارا کیا حق ہے کہ اس سے وہ ادب اور ارادت چاہیں جو مریدوں سے چاہتے ہیں ۔ یہ بھی ہم ان کا احسان سمجھتے ہیں کہ نرمی سے بات کریں[1] ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

محمد یوسف صاحب ۔ اجی جناب ٹھہر کر کیا کروں گا ۔ اکیلا آدمی ہوں اور یہاں یہ جوش خروش ۔ مَیں ڈرتا تو کسی سے نہیں مگر ایسا ہی لگتا ہے تو مَیں بھی تار دے کر اپنے دوستوں کو بُلا لیتا ہوں ۔

ناظرین پر واضح ہو کہ اس اثناء میں جبکہ ہمارے جوشیلے احمدی بھائی نے ان نئے سائل کو غیر تندانہ جواب دیا تھا تو حضرت اقدس نے ان کو چُپ کروا دیا تھا ۔ پھر محمد یوسف صاحب کے اس اعتراض پر فرمایا ۔

حضرت اقدس ۔ یہ تقاضائے محبت ہے کچھ اَور نہیں ۔ محبت میں ایسا ہوا کرتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی اس کی نظیر دیکھی جاتی ہے کہ ابوبکرؓ جیسا شخص جو کہ غایت درجہ کا مؤدب تھا جب اس کے سامنے ایک عرب کے سربرآوردہ شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کو ہاتھ لگا کر کہا کہ تو نے ان مختلف لوگوں کا جتھا بنا کر جو عرب کی قوم کا مقابلہ کرنا چاہا یہ غلطی ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت بڑے غصہ میں آ کر اُسے کہا اُمْصُصْ بِبَظْرِ اللَّاتِ (یہ عرب میں ایک گالی ہوتی ہے) آپ کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ کس قدر نقصان برداشت کر کے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ۔ محبت ہے جس نے بٹھایا ہوا ہے ۔ آپ نو وارد اور یہ قابلِ احترام (البدر جلد ۲ نمبر ۷ صفحہ ۵۱ مورخہ ۶ ؍ مارچ ۱۹۰۳ء)

[1] البدر میں ہے :۔

"اگر کوئی مہمان آوے اور سبّ و شتم تک بھی اس کی نوبت پہنچے تو تم کو چاہیئے کہ چُپ کر رہو جس حال میں کہ وہ ہمارے حالات سے واقف نہیں ہے نہ ہمارے مُریدوں میں وہ داخل ہے تو کیا حق ہے کہ ہم اس سے وہ ادب چاہیں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

احمدیہ مسلم جماعت کے ایک بزرگ عالمِ دین حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اس حدیث کی شرح بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’یہ کلمات عرب لوگ گالی کے طور پر استعمال کرتے تھے۔لیکن یہ فقرہ اِستعارۃً غصہ دلانے اور خمیازہ بھگتنے کے معنوں میں بھی ہوسکتا ہے۔۔۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی تھی کہ آپؓ عروہ بن مسعود کی یہ طعنہ زنی برداشت نہ کر سکے کہ مہاجرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غداری کریں گے اور مذکورہ بالا فقرے سے اُن کے عیوب کی طرف اشارہ کیا جولات دیوی کے پجاریوں میں عام تھے۔‘‘

(صحیح البخاری۔کتاب الشروط۔جلد 5 صفحہ 68,69)

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

صحیح البخاری

مؤلّفہ

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

ترجمہ و شرح

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ

تحقیق و تفحص

جناب شبیر احمد صاحب ثاقب

صدر شعبہ حدیث جامعہ احمدیہ ربوہ

جلد پنجم

اور داؤمراد ہیں جن پر میدانِ جنگ میں عمل کیا جاتا ہے۔ پس اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ کی آڑ میں شرائطِ معاہدہ میں دھوکے اور فریب سے کام لیا جانا کسی طرح بھی درست نہیں قرار پاسکتا۔ مغربی اقوام کی موجودہ سیاست مکاولی (Machiavelli) اُصول کے نام سے نہایت ہی گھناؤنی شکل میں شہرت پاچکی ہے۔ مگر شریعت اسلامیہ نے اِس مکارانہ اور ظالمانہ سیاست کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دی۔ امام بخاریؒ نے اسی غرض سے صلح حدیبیہ کا واقعہ مفصل نقل کر کے مذکورہ بالا عنوان قائم کیا ہے اور بتایا ہے کہ صلح حدیبیہ کے وقت شرطیں صحابہ کی مرضی ومنشاء کے خلاف طے پائیں جو بظاہر قومی غیرت کو سخت مجروح کرنے والی تھیں۔ باوجود اِس کے انہوں نے اُن میں کوئی خلل واقع نہیں ہونے دیا بلکہ وہ ان سے پورے طور پر عہدہ برآ ہوئے۔

وَكَانُوْا عَيْبَةَ نُصْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: مذکورہ بالا روایت میں بعض فقرے قابل تشریح ہیں۔ عَيْبَةٌ کے لفظی معنی صندوق کے ہیں جس میں پوشاک وسامان زیبائش محفوظ رکھا جاتا ہے۔ یہ لفظ بطور اِستعارہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ رازدار کو عَيْبَةُ سِرٍّ اور خیر خواہ کو عَيْبَةُ نُصْحٍ کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۴ صفحہ۸)

بدیل خزاعی فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوگئے تھے۔ جب بدیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے مقام حدیبیہ میں آئے تو عمرو بن سالم، خراش بن امیہ، خارجہ بن کرز اور یزید بن امیہ اُن کے ساتھ تھے۔ تہامہ کا علاقہ وہی ہے، جس میں مکہ مکرمہ واقع ہے۔ کعب بن لوئی اور عامر بن لوئی سے مراد قبائل قریش ہیں جو اپنے جدِّ امجد کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۴۱۳-۴۱۴) (عمدۃ القاری جزء۱۴ صفحہ۸)

اُمْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ: یہ کلمات عرب لوگ گالی کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ لیکن یہ فقرہ اِستعارۃً غصہ دلانے اور خمیازہ بھگتنے کے معنوں میں بھی ہوسکتا ہے۔ **لات** طائف میں قبیلہ بنوثقیف کی دیوی تھی اور اُسی کے نام پر بت خانہ تھا جو ایک چٹان پر واقع تھا۔ لات دیوی خوبصورت پوشاک میں ملبوس اور زیوروں سے آراستہ وپیراستہ رکھی جاتی تھی۔ نہ صرف بنوثقیف بلکہ سارا عرب ہی اُس کی پوجا کرتا تھا۔ جس طرح ہندوؤں میں لنگ پوجا وغیرہ کا رواج ہے اسی طرح کی ایک پوجا اِس بت خانہ میں بھی ہوتی تھی اور لات کے پجاریوں میں زناکاری اور شراب خوری بکثرت تھی۔ جب فتح مکہ کے بعد بنوثقیف کا وفد کنانہ بن عبد یالیل کی سرکردگی میں صلح کی غرض سے مدینہ منورہ آیا اور آنحضرت ﷺ نے انہیں اِسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو پہلا سوال انہوں نے یہی کیا تھا: أَفَرَأَيْتَ الزِّنَا فَإِنَّا قَوْمٌ نَغْتَرِبُ لَا بُدَّ لَنَا مِنْهُ. زنا کی نسبت آپؐ کا کیا خیال ہے۔ ہمیں اِس سے چارہ نہیں، سفر کرنے پڑتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زنا اسلام میں حرام ہے اور انہوں نے شراب اور سود وغیرہ سے متعلق بھی دریافت کیا اور لات کی پوجا کی نسبت بھی پوچھا۔ آپؐ نے قرآنِ مجید کی آیات انہیں سنائیں اور فرمایا: یہ سب باتیں حرام ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ترک کرنا ہوں گی اور لات کی دیوی توڑی جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور لات کا بت خانہ گرانے کے لئے ابوسفیانؓ بن حرب اور مغیرہؓ بن شعبہ؛ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت بھیجے گئے☆ اور آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ بالا

☆ (دلائل النبوۃ للبیہقی، باب قدوم وفد ثقیف، جزء۵ صفحہ۳۸۶)

عیوب کا اِستیصال کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی تھی کہ آپؓ عروہ بن مسعود کی یہ طعنہ زنی برداشت نہ کرسکے کہ مہاجرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غداری کریں گے اور مذکورہ بالا فقرے سے اُن کے عیوب کی طرف اِشارہ کیا جو لات دیوی کے پجاریوں میں عام تھے۔

اَیْ غُدَرُ اَلَسْتُ اَسْعَی فِیْ غَدْرَتِکَ......: غُدَرُ، عُمَرُ کے وزن پر غَدْرٌ سے مشتق ہے۔ یعنی بڑا دغاباز۔ اِن الفاظ سے جس واقعہ کی طرف عروہ بن مسعود نے اِشارہ کیا ہے اُس کا تعلق بنوثقیف کے چند آدمیوں کے قتل سے ہے۔ جنہیں مغیرہ بن شعبہ نے ایک سفر میں دھوکے سے مار کر مال ومتاع لُوٹ لیا تھا۔ یہ لوگ بنو مالک قبیلہ میں سے تھے، جو بنوثقیف ہی کی شاخ تھی اور علاقہ طائف کے باشندے تھے۔ یہ لوگ مقوقس شاہِ مصر کی ملاقات کے لئے گئے تھے؛ جو اُن سے عزت واِکرام سے پیش آیا اور اُن کو تحفے تحائف دیئے مگر مغیرہ بن شعبہ سے بے التفاتی برتی گئی جس پر اُس نے اِنتقام لینے کی ٹھان لی۔ راستے میں ایک پڑاؤ پر اُن لوگوں نے خوب شراب پی اور جب وہ خوابِ غفلت میں مدہوش پڑے ہوئے تھے، مغیرہ بن شعبہ نے اُن سب کو ٹھکانے لگا دیا اور اُن کا مال واسباب لے کر چلے آئے۔ اِس واقعہ سے قبیلہ بنو مالک اور قبیلہ مغیرہ بن شعبہ میں فتنہ کی آگ بھڑک اُٹھی۔ عروہ بن مسعود کو جو مغیرہ کے چچا تھے، دخل دینا پڑا اور دِیت وغیرہ دے دِلا کر اُن کی صلح کرائی تھی اور اِس طرح بمشکل وہ فتنہ فرو ہوا تھا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۴۱۸)

وَهُوَ رَجُلٌ فَاجِرٌ......: فجور کے معنی بدعہدی کے ہوتے ہیں اور فاجر عہد شکن کو کہتے ہیں۔ امام ابن حجرؒ نے انہی معنوں میں یہ لفظ لیا ہے۔ ابن اسحاق کی روایت میں لفظ غَادِرٌ وارد ہوا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ مکرز بن حفص کے خوردسال بھائی کو بنوبکر قبیلہ کے ایک شخص نے بطور انتقام قتل کر دیا تھا۔ قریش نے دخل دے کر دیت پر صلح کرادی مگر مکرز کو اس سے تسلی نہ ہوئی۔ اس نے بنوبکر کے سردار عامر بن یزید کو دھوکہ سے قتل کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ غَادِر (دھوکہ باز) کے نام سے مشہور ہوا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۴۲۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی شہرت کی بناء پر لفظ فَاجِر یا غَادِر اِستعمال فرمایا ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر اُس کی طرف سے کوئی غداری نہیں ہوئی۔ بلکہ حضرت ابوجندلؓ کے واقعہ میں مکرز نے ہمدردی کا اِظہار کیا اور سہیل کو مشورہ دیا تھا کہ ابوجندلؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہنے دیا جائے؛ جیسا کہ اسی روایت میں مذکور ہے۔

فَجَاءَهُ أَبُو بَصِيرٍ.... فَأَرْسَلُوْا فِي طَلَبِهِ....: ابوبصیر کے رشتہ داروں اخنس بن شُریق اور اَزہر بن عبد عوف نے مدینہ منورہ کو دو آدمی بھیجے۔ ایک اپنا غلام اور ایک شخص قبیلہ بنوعامر کا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تحریراً مطالبہ کیا کہ اپنے عہد کا خیال رکھیں اور شرائط کے مطابق ابوبصیر کو مکہ مکرمہ کی طرف لوٹا دیں۔ چنانچہ آپؐ نے اُس کو واپس جانے کا اِرشاد فرمایا اور وہ مدینہ سے نکل گئے۔ روایت نمبر ۲۷۳۳ کے آخر میں اخنس بن شُریق کے خط لکھنے کا ذکر بھی ہے: وَبَلَغَنَا اَنَّ اَبَا بَصِيرِ بْنَ اَسِيْدٍ الثَّقَفِيَّ قَدِمَ ...... فَكَتَبَ الْأَخْنَسُ...... یہ قول زُہری کا ہے۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۴۲۸، ۴۳۱)

بندرو اور سؤ رو کے بھائیو!

’’محمد بن عمر کی روایت ہے کہ حضرت ابوقتادہ نے فرمایا جب ہم بنی قریظہ پر پہنچے تو ہم نے محسوس کیا کہ ان لوگوں کو لڑائی کا یقین ہو چکا ہے۔ حضرت علی نے قلعہ کی جڑ میں جھنڈا گاڑ دیا۔ ان لوگوں نے اپنی گڑھیوں کے اندر سے ہی گالیوں سے ہمارا استقبال کیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کی بیویوں کو گالیاں دینے لگے مگر ہم خاموش رہے اور ہم نے کہہ دیا ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار سے ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ بھی پہنچ گئے اور ان کے قلعہ کے قریب بنی قریظہ کے پتھریلے میدان کے نشیبی جانب چاہ انا پر نزول فرمایا۔ حضرت علی نے حضور ﷺ کو دیکھا تو مجھے حکم دیا کہ میں جھنڈا پکڑ لوں۔ میں نے جھنڈا پکڑ لیا۔ حضرت علی کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے کان میں ان لوگوں کی گالیاں اور گندے الفاظ پہنچیں۔ اس لئے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ ان خبیثوں کے قریب نہ پہنچیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم مجھے واپس جانے کا مشورہ دے رہے ہو۔ میرا خیال ہے کہ تم نے ان سے کچھ گندے الفاظ سن لئے ہیں۔ حضرت علی نے کہ جی ہاں۔ فرمایا اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کچھ بھی اس طرح کی بات نہ کہتے۔ غرض رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے۔ آگے آگے اسید بن حضیر تھے۔ اسید نے کہا اے اللہ کے دشمنو جب تک تم بھوکے نہ مر جاؤ گے ہم تمہارے قلعوں سے نہیں ہٹیں گے۔ تم ایسے ہو جیسے بھٹ کے اندر لومڑی۔ بنی قریظہ نے کہا اے ابن حضیر خزرج کے مقابلہ میں ہم نے تم سے معاہدہ کیا تھا۔ حضرت اسید نے کہا اب میرے تمہارے درمیان نہ کوئی معاہدہ باقی ہے اور نہ رشتہ۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ یہودیوں کی گڑھی کے قریب پہنچ گئے اور اتنی اونچی آواز سے یہودیوں کے کچھ سرداروں کو پکارا کہ انہوں نے آواز سن لی اور فرمایا اے بندروں اور سؤروں کے بھائیو اور اے بتوں (یا شیطان) کی پرستش کرنے والو جواب دو کیا اللہ نے تم کو رسوا کر دیا اور تم پر اپنا عذاب نازل فرما دیا۔ کیا تم مجھے گالیاں دیتے ہو۔ (اندرون حصن سے) ان لوگوں نے قسمیں کھا کر کہا ابوالقاسم ہم نے ایسا نہیں کیا آپ تو جاہل نہیں ہیں۔ دوسری روایت میں جاہل کی جگہ فحش گو کا لفظ آیا ہے۔‘‘

(تفسیر مظہری۔ زیر آیت 33:28 سورۃ الاحزاب ’’و اورثکم ارضھم... واقعہ بنی قریظہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر مظہری جلد ہفتم

تالیف

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ متن

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

ترجمہ تفسیر

زیر اہتمام: ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور — کراچی — پاکستان

تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں اور نہ ہی کوئی دوستی ہے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ قریب آ گئے اور ہم تو آپ ﷺ کے بارے میں کچھ خوف زدہ تھے لیکن آپ ﷺ نے انتہائی بلند آواز سے ان کے سرداروں کو بلایا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنی آواز سنوالی۔ آپ نے فرمایا مجھے جواب دو اے بندروں اور خنزیروں کے بھائیو! اے شیطانوں کی پوجا کرنے والو! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل وخوار اور رسوا کر دیا ہے؟ کیا اس نے تم پر اپنا عذاب نازل کر دیا ہے؟ کیا تم میرے بارے میں غلیظ الفاظ استعمال کرتے ہو؟ تو وہ وہیں سے قسمیں اٹھا اٹھا کر کہنے لگے ہم نے تو ایسا نہیں کیا اور کہنے لگے اے ابو القاسم! آپ تو جاہل نہیں ہیں۔ اور ایک روایت میں الفاظ ہیں آپ تو فحش گو نہیں ہیں۔ شام کے وقت مسلمان رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے اور حضرت سعد بن عبادہؓ نے آپ ﷺ کے لیے کچھ کھجوروں کے ٹوکرے بھیج دیئے۔ اس دن تمام کا کھانا یہ کھجوریں تھیں۔ حضور نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کھجوریں بہت اچھا کھانا ہے۔ پھر آپ ﷺ سحری کے وقت اچھے تیر اندازوں کو آگے بھیجا، انہوں نے یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور ان پر پتھر اور تیر برسانے شروع کر دیئے وہ بھی اپنے قلعوں کے اندر سے جواباً تیر اور پتھر پھینکتے رہے یہاں تک کہ شام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضور ﷺ کے جانبازوں نے رات بھر قلعوں کا محاصرہ جاری رکھا وہ بدل بدل کر اپنا فرض ادا کرتے رہے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں تیر اندازی کا عمل مسلسل جاری رکھا حتیٰ کہ یہودیوں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا اور انہوں نے مسلمانوں پر تیر چھوڑنا بند کر دیئے اور یہ کہنے لگے تم ہمیں موقع فراہم کرو، ہم تمہارے ساتھ گفتگو کریں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس پیشکش کو مان لیا۔ چنانچہ انہوں نے نباش بن قیس کو نیچے اتارا۔ تو اس نے آپ ﷺ سے یہ بات کی کہ ہم بنو نضیر کی شرط کے مطابق ہی نیچے اتر آئیں گے۔ یعنی اپنا تمام تر مال ومتاع اور اسلحہ ساتھ لیں گے اور اپنے بچوں اور عورتوں کو ساتھ لے کر تمہارے شہر سے نکل جائیں گے۔ اور اسلحہ کے علاوہ جو سامان اونٹوں پر لاد سکے وہ ساتھ لے جائیں گے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ شرط تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے یہ کہا کہ آپ ہماری جانیں محفوظ رہنے دیں، ہماری عورتیں اور بچے ہمارے حوالے کر دیں اور پھر اونٹوں پر لدے ہوئے سامان کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ مگر آپ ﷺ اس شرط کو بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا اب تو میرے حکم اور فیصلے کے مطابق بلا شرط انہیں نیچے اترنا ہو گا۔ نباش یہ سن کر ان کی طرف واپس چلا گیا۔ اور ان کے پاس پہنچ کر مکمل گفتگو سے انہیں آگاہ کر دیا۔ اس وقت کعب بن اسد نے کہا اے گروہ بنی قریظہ! قسم بخدا! تم پر مصیبت نازل ہو چکی ہے جسے تم ملاحظہ کر رہے ہو۔ اب میں تم پر تین چیزیں پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے جو چاہو اپنا لو۔ انہوں نے کہا وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا پہلی بات یہ ہے کہ ہم اس آدمی کی بیعت کر لیں اور اسے سچا تسلیم کر لیں قسم بخدا! تم پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ نبی مرسل ہے۔ بے شک یہ وہی ہے جس کا ذکر تم اپنی کتاب میں پاتے ہو۔ پس اس کے سبب تمہاری جانیں، عورتیں اور مال ہر شے محفوظ ہو جائے گی قسم بخدا! تم یقیناً جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) نبی ہیں۔ اور ہمارے لیے اس کو تسلیم کرنے سے صرف یہ مانع ہے کہ ہم ان کے عربی ہونے کے سبب اس سے حسد رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ نبی بنی اسرائیل میں سے نہیں ہے۔ لیکن اب تو اسے اللہ تعالیٰ نے بنا دیا ہے۔ اور میں بذات خود وعدہ خلافی اور معاہدہ توڑنے کو ناپسند کرتا تھا۔ لیکن یہ مصیبت اور نحوست اس بیٹھنے والے یعنی حیی بن اخطب کے سبب پڑی ہے۔ (حیی بن اخطب اس وقت ان کے پاس قلعہ میں موجود تھا۔ جب قریش اور غطفان کے جتھے واپس چلے گئے تو وہ کعب بن اسد کے ساتھ کیے گئے وعدے کے مطابق قلعہ میں واپس لوٹ آیا تھا)۔ کیا تمہیں یاد ہے جو ابن جواس نے تمہیں کہا تھا جبکہ تمہاری شراب، گدھے اور امارت

WWW.NAFSEISLAM.COM

گالی کے جواب میں گالی دو!

''فتح مکہ کے موقع پر ہبار صحابہ کے ہاتھ نہیں آسکے۔ بعد میں وہ مسلمان ہو گئے تھے اور بہت پختہ سچے مسلمان بنے۔ کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد جب وہ مسلمان ہو گئے اور ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو لوگوں نے ان کو گالیاں دینی شروع کیں۔ اس پر انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ ''اب تمہیں جو شخص بھی گالیاں دے تم بھی اس کو گالیاں دو!'' چنانچہ اس کے بعد لوگوں نے ان کے خلاف اپنی زبانیں روک لیں۔''

(سیرۃ حلبیہ جلد سوم نصف اوّل۔ صفحہ 279)

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت مفصل و مستند تصنیف

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی کی ہایہ ناز عربی تصنیف کا اردو ترجمہ

اُمّ السِیَر

سیرۃ حلبیہ اردو

مع اضافات

۵
جلد سوم
نصف اول

مرتب و مترجم اردو ○ مولانا محمد اسلم قاسمی فاضل دیوبند

زیر سرپرستی ○ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب

دار الاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون 2631861

کر لینے کے بعد بھی اس انصاری قاتل کو قتل کر دیا۔ اس حرکت کے بعد یہ مرتد ہو گیا اور بھاگ کر مکے چلا گیا تھا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

غرض اب آنحضرت ﷺ کے حکم پر اس کو اس کے چچا زاد بھائی نمیلہ ابن عبداللہ لیثی نے قتل کیا جس کا واقعہ یوں ہوا کہ فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت نمیلہ کو اطلاع ملی کہ ایک جگہ مقیس سردار ان قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا شراب پی رہا ہے۔ حضرت نمیلہ فوراً وہاں پہنچے اور مقیس کی گردن مار دی یہ واقع بنی جمح کی چوپال میں پیش آیا (یعنی یہ لوگ اس وقت بنی جمح کے چوپال میں بیٹھے شراب نوشی کر رہے تھے جب نمیلہ نے جاکر مقیس کو قتل کیا) ایک قول ہے کہ مقیس اس وقت قتل کیا گیا جبکہ وہ بیت اللہ کا پردہ پکڑے ہوئے کھڑا تھا۔

ہبار کی زینبؓ بنت نبی ﷺ کے ساتھ زیادتی...... اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ہبار اسود کے قتل کا حکم دیا تھا مگر پھر یہ (قتل نہیں کئے گئے بلکہ) مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کے متعلق اس حکم کا سبب یہ ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو جب ان کے شوہر ابوالعاص نے مدینے بھیجا تو ہبار نے ان کے ساتھ بدتمیزی کی اور ان کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ ساتھ ہی انہوں نے ان کے اونٹ کے پہلو میں کچو کہ دیا ایک روایت میں ہے کہ۔ انہوں نے اونٹ کے پہلو میں نیزہ مارا جس کے نتیجہ میں حضرت زینبؓ اونٹ پر سے نیچے پتھروں پر گریں۔

زینب کی وفات اور ہبار کو جلانے کا حکم...... حضرت زینبؓ اس وقت حاملہ تھیں اس طرح گرنے کے نتیجہ میں ان کا حمل ضائع گیا اور خون جاری ہو گیا۔ اس کے بعد یہی واقعہ ان کا مرض موت ثابت ہوا یہاں تک کہ آخر اسی تکلیف میں ان کی وفات ہو گئی جیسا کہ اس واقعہ کی تفصیل گذشتہ ابواب میں گزر چکی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا۔

"اگر تمہیں کہیں ہبار مل جائے تو اس کو پکڑ کر آگ میں جلا دو۔!"

حکم میں ترمیم اور قتل کا امر...... مگر پھر اس کے بعد آپ نے صحابہ سے فرمایا۔

"آگ کا عذاب اس کو جہنم کا پروردگار خود ہی دے گا۔ تمہیں اگر وہ ہاتھ لگ جائے تو اس کے ہاتھ پیر کاٹنے کے بعد اس کو قتل کر دو۔!"

مگر فتح مکہ کے موقعہ پر ہبار صحابہ کے ہاتھ نہیں آسکے۔ بعد میں وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

ہبار کا اسلام اور صحابہ کے ہاتھوں تذلیل...... اور بہت پختہ اور سچے مسلمان بنے۔ کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد جب وہ مسلمان ہو گئے اور ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو لوگوں نے ان کو گالیاں دینی شروع کیں۔ اس پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔

"اب تمہیں جو شخص بھی گالیاں دے تم بھی اس کو گالیاں دو۔!"

چنانچہ اس کے بعد لوگوں نے ان کے خلاف اپنی زبانیں روک لیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہبار مدینے جانے سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ پھر جب آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے بعد واپس مدینے تشریف لے آئے تو ہبار آپ کے پاس آئے اور بلند آواز کے ساتھ کہنے لگے۔

اے محمد ﷺ! میں اسلام کا اقرار کرنے والے کی حیثیت سے آیا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا

خوارج دوزخ کے کتے

’’ابو غالب کہتے ہیں کہ حضرت ابوامامہؓ نے کچھ سروں کو دمشق کی سیڑھی پر لٹکے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ دوزخ کے کتے اور آسمان کی چھت کے نیچے کے بدترین مخلوق ہیں۔ اور بہترین مخلوق وہ ہیں جو ان کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ پھر یہ آیت پڑھی ’’یوم تبیض وجوہ‘‘ (یعنی جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے)۔ راوی کہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ آنحضرت ﷺ سے سنا؟ فرمایا: اگر میں نے ایک دو یا تین چار یہاں تک کہ سات مرتبہ نہ سنا ہوتا تو ہرگز تم لوگوں کے سامنے بیان نہ کرتا۔ یعنی کئی مرتبہ سنا ہے۔‘‘

(جامع ترمذی۔ ابواب تفسیر القرآن)

مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

رسول خدا جو کچھ تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز آ جاؤ

جدید نظر ثانی شدہ کمپیوٹر ایڈیشن

جامع ترمذی

مترجم مع مختصر شرح

جلد دوم

از تالیف

امام محمد بن عیسیٰ ترمذی

رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مولانا فضل احمد صاحب مدظلہم

دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

Presented by www.ziaraat.com

الْاٰیَۃِ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا وَفَاطِمَۃَ وَحَسَنًا وَّحُسَیْنًا فَقَالَ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلِیْ

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

۲۷۹۴۔ حدثنا ابو کریب نا وکیع عن ربیع وھو ابن صبیح و حمادُ بْنُ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ غَالِبٍ قَالَ رَاٰی اَبُوْاُمَامَۃَ رُءُ وْسًا مَّنْصُوْبَۃً عَلٰی دَرَجِ دِمِشْقَ فَقَالَ اَبُوْاُمَامَۃَ کِلَابُ النَّارِ شَرُّ قَتْلٰی تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ خَیْرُ قَتْلٰی مَنْ قَتَلُوْہُ ثُمَّ قَرَاَ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ قُلْتُ لِاَبِیْ اُمَامَۃَ اَنْتَ سَمِعْتَہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ اَسْمَعْہُ اِلَّا مَرَّۃً اَوْمَرَّتَیْنِ اَوْثَلَاثًا اَوْاَرْبَعًا حَتّٰی عَدَّ سَبْعًا مَاحَدَّثْتُکُمُوْہُ

۲۷۹۴۔ابو غالب کہتے ہیں کہ حضرت ابوامامہؓ نے کچھ سروں کو دمشق کی سیڑھی پر لٹکے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ دوزخ کے کتے اور آسمان کی چھت کے نیچے کے بدترین مقتول ہیں۔ اور بہترین مقتول وہ ہیں جو ان کے ہاتھوں قتل ہوئے پھر یہ آیت پڑھی "یوم تبیض وجوہ" ......الآیۃ (یعنی جس دن کچھ چہرے اور کچھ چہرے سفید ہوں گے) راوی کہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ آنحضرت ﷺ سے سنا؟ فرمایا: اگر میں نے ایک دو یا تین یا چار یہاں تک کہ سات مرتبہ نہ سنا ہوتا تو ہرگز تم لوگوں کے سامنے بیان نہ کرتا۔ یعنی کئی مرتبہ سنا ہے۔

یہ حدیث حسن ہے اور ابو غالب کا نام حزور ہے جب کہ ابوامامہ باہلی کا نام صدی بن عجلان ہے وہ قبیلہ باہلہ کے سردار ہیں۔

۲۷۹۵۔ حدثنا عبد بن حمید انا عبدالرزاق عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ بَھْزِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قَالَ اَنْتُمْ تُتِمُّوْنَ سَبْعِیْنَ اُمَّۃً اَنْتُمْ خَیْرُھَا وَاَکْرَمُھَا عَلَی اللّٰہِ

۲۷۹۵۔حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا۔ "کنتم خیر امۃ"......الآیۃ کہ تم لوگ ستر امتوں کو پورا کرنے والے ہو اور ان سب میں بہتر اور اکرم ہو۔

یہ حدیث حسن ہے اسے کئی راوی بہز بن حکیم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں لیکن اس میں اس آیت کا ذکر نہیں کرتے۔

۲۷۹۶۔ حدثنا احمد بن منیع اَنَا حُمَیْدٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُسِرَتْ رُبَاعِیَتُہٗ یَوْمَ اُحُدٍ وَشُجَّ وَجْھُہٗ شَجَّۃً فِیْ جَبْھَتِہٖ حَتّٰی سَالَ الدَّمُ عَلٰی وَجْھِہٖ فَقَالَ کَیْفَ یُفْلِحُ قَوْمٌ فَعَلُوْا ھٰذَا بِنَبِیِّھِمْ وَھُوَ یَدْعُوْھُمْ اِلَی اللّٰہِ فَنَزَلَتْ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْیَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اَوْیُعَذِّبَھُمْ اِلٰی اٰخِرِھَا

۲۷۹۶۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ سر میں زخم آیا اور پیشانی بھی زخمی ہوئی یہاں تک کہ آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر خون بہنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ قوم کیسے کامیاب ہو گی جنہوں نے اپنے نبی کے ساتھ یہ کچھ کیا اور وہ انہیں اللہ کی طرف بلاتا ہے چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی "لیس لک من الا مرشیئ"......الآیۃ (آپ ﷺ کا اس میں کوئی اختیار نہیں اللہ چاہیں تو انہیں معاف کر دیں اور چاہیں تو عذاب دیں۔)

یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۷۹۷۔حدثنا احمد بن منیع وعبد بن حمید قالا

۲۷۹۷۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو

Presented by www.ziaraat.com

جو پہلے رسولوں کو کہا گیا

تاریخ انبیاء علیہم السلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی نئ بات نہیں ہے۔ ہر نبی پر اس کے مخالفین نے منجملہ دیگر الزامات کے یہ الزام بھی لگایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِک'' (حٰم سجدة - 41:44) تجھے کچھ نہیں کہا جاتا مگر وہی جو تجھ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا۔ سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے مخالفین نے آپؐ پر بھی گالیاں دینے اور توہین انبیاء کے الزامات لگائے تھے۔

”واللہ کسی نے اپنی قوم کو اس مصیبت میں نہیں ڈالا ہوگا جو مصیبت تم نے ہم پر کھڑی کر رکھی ہے، تم ہمارے باپ دادوں کو گالیاں دیتے ہو، ہمارے دین کو برا کہتے ہو، ہمارے بزرگوں کو بیوقوف بناتے ہو، ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو، تم نے ہم میں تفریق ڈال دی، لڑائیاں کھڑی کر دیں۔ واللہ آپ نے ہمیں کسی برائی کے پہنچانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔“

(تفسیر ابن کثیر (زیر آیت 90-93، سورۃ بنی اسرائیل)

کتٰبٌ انزلناہُ الیکَ لتُخرجَ النّاسَ منَ الظلماتِ الی النُّور

تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ

رأس المفسرین

حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر

مُترجمہ

خطیب الہند مولانا محمد جوناگڑھی

مکتبہ قدّوسیہ

Presented by www.ziaraat.com

کلام مثال سے' نظیر سے' اپنے جیسے سے پاک ہے۔ ابن اسحاق نے وارد کیا ہے کہ یہودی آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم بھی اسی جیسا کلام بنالاتے ہیں پس یہ آیت اتری لیکن ہمیں اس کے ماننے میں تامل ہے اس لئے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور اس کا کل بیان قریشیوں سے ہے' وہی مخاطب ہیں اور یہود کے ساتھ مکے میں آپ کا اجتماع نہیں ہوا' مدینے میں ان سے میل ہوا واللہ اعلم۔

ہم نے اس پاک کتاب میں ہر قسم کی دلیلیں بیان فرما کر حق کو واضح کر دیا ہے اور ہر بات کو شرح وبسط سے بیان فرما دیا ہے باوجود اس کے بھی اکثر لوگ حق کی مخالفت کر رہے ہیں اور حق کو دھکے دے رہے ہیں اور اللہ کی ناشکری میں لگے ہوئے ہیں۔

وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع ۹

کہنے لگے ہم تو تجھ پر ایمان لانے کے نہیں تاوقتیکہ تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دے ○ یا خود تیرے اپنے لئے ہی کوئی باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اور اس کے درمیان تو بہت سی نہریں جاری کر دکھائے ○ یا تو آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے جیسے کہ تیرا گمان ہے یا تو خود اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کر دے ○ یا تیرے اپنے لئے کوئی سونے کا گھر ہو جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھ جانے کا بھی اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک کہ تو ہم پر کوئی کتاب نہ اتار لائے جسے ہم آپ پڑھ لیں' تو جواب دے کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں ○

قریش کے امراء کی آخری کوشش: ☆☆ (آیت: ۹۰-۹۳) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اور ابوسفیان بن حرب اور بنی عبدالدار قبیلے کے دو شخص اور ابوالبختری بنی اسد کا اور اسود بن مطلب بن اسد اور زمعہ بن اسود اور ولید بن مغیرہ اور ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ اور امیہ بن خلف اور عاص بن وائل اور نبیہ اور منبہ سہمی حجاج کے لڑکے' یہ سب یا ان میں سے کچھ سورج کے غروب ہو جانے کے بعد کعبتہ اللہ کے پیچھے جمع ہوئے اور کہنے لگے' بھئی کسی کو بھیج کر محمد (ﷺ) کو بلوا لو اور اس سے کہہ سن کر آج فیصلہ کر لو تا کہ کوئی عذر باقی نہ رہے چنانچہ قاصد گیا اور خبر دی کہ آپ کی قوم کے اشراف لوگ جمع ہوئے ہیں اور آپ کو یاد کیا ہے۔

چونکہ حضور ﷺ کو ان لوگوں کا ہر وقت خیال رہتا تھا' آپ کے جی میں آئی کہ بہت ممکن ہے اللہ نے انہیں صحیح سمجھ دے دی ہو اور یہ راہ راست پر آ جائیں اس لئے آپ فوراً ہی تشریف لائے۔ قریشیوں نے آپ کو دیکھتے ہی کہا' سنئے آج ہم آپ پر حجت پوری کر دیتے ہیں تا کہ پھر ہم پر کسی قسم کا الزام نہ آئے اسی لئے ہم نے آپ کو بلوایا ہے واللہ کسی نے اپنی قوم کو اس مصیبت میں نہیں ڈالا ہو گا جو مصیبت تو نے ہم پر کھڑی کر رکھی ہے' تم ہمارے باپ دادوں کو گالیاں دیتے ہو' ہمارے دین کو برا کہتے ہو' ہمارے بزرگوں کو بیوقوف بناتے ہو' ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو' تم نے ہم میں تفریق ڈال دی' لڑائیاں کھڑی کر دیں واللہ آپ نے ہمیں کسی برائی کے پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی' اب

Presented by www.ziaraat.com

’’قریش کا وفد: ابن اسحاق کہتے ہیں اوران کے علاوہ اور بہت لوگ تھے یہ سب ابوطالب کے پاس آئے اورکہا اے ابوطالب یا تو تم اپنے بھتیجے یعنی حضورؐ کو منع کرو کہ وہ ہمارے بتوں کو برا نہ کہے اور ہمارے باپ دادا کو جاہل اور گمراہ نہ بتائے۔ ورنہ ہم کو اجازت دو کہ ہم خود اس سے سمجھ لیں۔‘‘

(سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ 170)۔

رحمتِ دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پہ

معروف و مستند کتاب کا اردو ترجمہ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (کامل)

ابنِ ہشام

تالیف

محمد بن اسحاق بن یسار م ۱۵۱ھ

ابو محمد عبد الملک بن ہشام م ۲۱۳ھ

جلد اول

اردو ترجمہ

سید یٰسین علی حسنی نظامی دہلوی

تہذیب جدید

سعود اشرف عثمانی

ادارہ اسلامیات لاہور - کراچی

پاکستان

مشرکین کی مخالفت

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ کو جو روایات پہنچی ہیں اُن سے معلوم ہُوا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کا اعلان کیا مشرک آپ کے کچھ مزاحم نہیں ہوئے جب تک کہ آپ نے اُن کے معبودوں کو بُرا نہیں کہا اور جب آپ نے بُرا کہنا شروع کیا جب سے وہ نہایت خفا ہوئے اور حضور کی دشمنی پر اتفاق کیا اور مسلمان اس وقت نہایت قلیل اور پوشیدہ تھے اور ابوطالب نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد وحمایت پر کمر باندھی اور حضور باستقلالِ تمام اپنے کام پر قائم ہوئے۔ جب قریش نے یہ دیکھا کہ حضور اُن کے بُتوں کی عیب جوئی اور اُن کے بے وجود ٹھہرانے سے باز نہیں آتے اور ابوطالب آپ کو منع نہیں کرتے ہیں تو انہوں نے اشرافِ قریش میں سے چند لوگ ابوطالب کے پاس بھیجے جن کے نام یہ ہیں عُتبہ اور شیبہ دونوں بیٹے ربیعہ کے بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب۔ ابوسفیان بن حرب بن امیہ۔ ابن ہشام کہتے ہیں ابوسفیان کا نام صخر ہے ابوالبختری عاص بن ہاشم اور اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن کلاب اور ابوجہل بن ہشام جس کا نام عمرو ہے اور پہلے اس کی کنیت ابوالحکم تھی بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوئی۔ اور ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوئی۔ اور نبیہ اور منبہ دونوں بیٹے حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی کے۔ اور عاص بن وائل۔

ابن ہشام کہتے ہیں عاص بن وائل بن ہشام بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی ہے۔

قریش کا وفد

ابن اسحاق کہتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بہت لوگ تھے یہ سب ابوطالب کے پاس آئے اور کہا اے ابوطالب یا تو تم اپنے بھتیجے یعنی حضور کو منع کرو کہ وہ ہمارے بُتوں کو بُرا نہ کہے اور ہمارے باپ دادا کو جاہل اور گمراہ نہ بتائے ورنہ ہم کو اجازت دو کہ ہم خود اس سے سمجھ لیں۔ کیونکہ اس کی مخالفت میں تم بھی ہمارے شریک ہو۔ یعنی تم بھی ہماری طرح ہی مسلمان نہیں ہوئے ہو۔ پس تم ہمارے اور اُس کے درمیان میں دخل نہ دینا۔ ابوطالب نے ان لوگوں کو نہایت شائستگی کے ساتھ جوابات دے کر اور خوش کر کے رخصت کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سے اپنے دین کا اعلان کرتے رہے اور قریش کی حضور سے آتشِ عداوت ساعت بساعت بڑھتی گئی اور یہاں تک کہ پھر وہ دوبارہ ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ اے ابوطالب تم

''قریشی سفیروں کی ایک اور ترکیب: ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں عمرو بن عاص جب نجاشی کے پاس سے باہر نکلا تو اس نے کہا خدا کی قسم! میں کل ایسی ترکیب کروں گا جس سے ان لوگوں کا پورا استیصال ہو جائے گا۔ عبداللہ بن ربیعہ جو ایک رحم دل شخص تھا اُس نے کہا ایسا نہ کرنا چاہیئے کیونکہ پھر آخر یہ لوگ ہمارے رشتہ دار ہیں۔ اگرچہ دین میں ہمارے مخالف ہوگئے ہیں تو ہو جائیں مگر ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ عمرو بن عاص نے کہا ہرگز نہیں۔ میں کل نجاشی سے ضرور کہوں گا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم کی نسبت ایک سخت بات کہتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے روز نجاشی سے اس نے یہ بات کہی۔ نجاشی نے صحابہؓ کو طلب کیا تا کہ ان سے دریافت کرے۔''

(سیرت ابن ہشام۔ جلد اوّل۔ صفحہ: 217)

رحمتِ دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر

معروف و مستند کتاب کا اردو ترجمہ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (کامل)

ابنِ ہشام

تالیف

محمد بن اسحاق بن یسار — م ۱۵۱ھ

ابو محمد عبدالملک بن ہشام — م ۲۱۳ھ

جلد اول

اردو ترجمہ

سید یٰسین علی حسنی نظامی دہلوی

تہذیب جدید

سعود اشرف عثمانی

ادارہ اسلامیات لاہور - کراچی
پاکستان

ہم نے رغبت کی۔ اور اے بادشاہ ہم کو اُمید ہوئی کہ یہاں ہم ظلم سے محفوظ رہیں گے۔

سُورۂ مریم کی تلاوت اور نجاشی پر اثر

نجاشی نے جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جو کچھ تمہارے نبی پر نازل ہوتا ہے اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہے یعنی تم کو یاد ہے؟ جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں یاد ہے۔ نجاشی نے کہا پڑھو۔ چنانچہ جعفرؓ نے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کی اور نجاشی نے اُس کو سُن کر رونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ نجاشی کی ڈاڑھی پر سے آنسو گرنے لگے اور جس قدر علماء مذہب اُس کے گرد بیٹھے تھے سب پر گریہ طاری ہُوا اور اس قدر روئے کہ جو کتابیں اُن کے آگے کھولی ہوئی تھیں وہ سب تر ہوگئیں۔ جب جعفر پڑھ چکے تو نجاشی نے کہا بے شک یہ وہی کلام ہے جو عیسیٰ علیہ السّلام لائے تھے یہ اور وہ ایک ہی مرکز نور سے نکلے ہیں۔ پھر عمرو بن عاص سے کہا کہ تم دونوں چلے جاؤ۔ مَیں ان لوگوں کو تمہارے ساتھ روانہ نہ کروں گا۔

قریشی سفیروں کی ایک اور ترکیب

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں عمرو بن عاص جب نجاشی کے پاس سے باہر نکلا تو اس نے کہا خدا کی قسم! مَیں کل ایسی ترکیب کروں گا جس سے ان لوگوں کا پُورا استیصال ہو جائے گا۔ عبداللہ بن ربیعہ جو ایک رحم دل شخص تھا اُس نے کہا ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ پھر آخر یہ لوگ ہمارے رشتہ دار ہیں۔ اگرچہ دین میں ہمارے مخالف ہو گئے ہیں تو ہو جائیں مگر ایسا نہ کرنا چاہیئے۔

عمرو بن عاص نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ مَیں کل نجاشی سے ضرور کہوں گا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم کی نسبت ایک سخت بات کہتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے روز نجاشی سے اس نے یہ بات کہی۔ نجاشی نے صحابہؓ کو طلب کیا تاکہ ان سے دریافت کرے۔

صحابہ کی پریشانی

ام سلمہؓ فرماتی ہیں جیسا اُس روز ہم کو فکر و تردد لاحق ہُوا ایسا کسی روز نہیں ہُوا۔ سب صحابہ جمع ہوئے اور یہی رائے قرار پائی کہ جو کچھ بات ہو صاف کہہ دو۔ جو کچھ خدا کو منظور ہے وہی ہو گا۔ چنانچہ جب صحابہؓ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے تو نجاشی نے اُن سے سوال کیا کہ عیسیٰ بن مریم کی نسبت تم لوگ کیا کہتے ہو؟

نجاشی پر حق بات کا اثر

جعفرؓ بن ابی طالب نے فرمایا کہ ہمارے نبی پر اُن کے متعلق یہی نازل ہُوا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول اور اُس کا کلمہ ہیں جو اُس نے حضرت مریم کی طرف ڈالا کنواری اور بزرگ و پارسا تھیں۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں یہ بات

اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ بزرگانِ امّت پر بھی گالیاں نکالنے اور توہین کے الزامات کئے جاتے رہے ہیں۔ سنّی بریلوی فرقہ کے لوگ دوسروں کو توہینِ انبیاءؑ وصلحاء کے مرتکب گردانتے اور کفر کے فتوے عائد کرتے رہتے ہیں۔ اس کے جواب میں ایک دیوبندی عالم کی حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ، کی کتابوں، خصوصًا تقویۃ الایمان، پر کئے گئے بریلوی علماء کے اعتراضات کی وضاحت ملاحظہ فرمایئے جو انہیں اس وقت یاد نہیں آتی جب یہ علماء یہی طرزِ عمل اختیار کرتے ہوئے اسی قسم کے الزامات سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عائد کرتے ہیں، گویا اوروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت:

’’چند جستہ جستہ کٹی عبارات سے دیکھ کر اتنے بڑے عالم اور ولی کامل کے عقائد کا تجزیہ کرنے بیٹھ جانا عدل وانصاف سے دور ہے اور نہ یہ اہل علم کا دستور ہے۔ان کتابوں کوغور سے دیکھیں بالاستیعاب دیکھیں اور بار بار دیکھیں۔۔۔توحید خالص کے بیان اور شرک کی مذمت کوانبیاء واولیاء کی توہین سمجھنے لگ جانا ایک بڑی غلطی اور حماقت ہے۔مسلمان جب یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے اور شریک نہیں تو نادان عیسائی اسے حضرت عیسیٰ کی توہین سمجھنے لگ جاتے ہیں۔‘‘

(شاہ اسمٰعیل محدّث دہلوی شہید بالاکوٹ از علامہ خالد محمود۔صفحہ:62)‘‘

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اُڑ جائے گا رنگ
یہ نہ کہیے سُرخیٔ خونِ شہیداں کچھ نہیں!

شاہ اسمٰعیل محدث دہلوی ؒ

شہید بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے، وھو الجواب وبہ یُفتٰی وعلیہ الفتویٰ وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامہ والسواد یہی جواب ہے یہی فتوے دیا جائے گا۔ اور اسی پر فتوے ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے،

مولانا احمد رضا خاں بریلوی
تمہید ایمان صہ ۴۲ مطبوعہ ۱۳۴۶ھ

تالیف: پروفیسر علامہ خالد محمود ایم۔ اے، پی ایچ، ڈی

شائع کردہ:۔ مکتبہ دار المعارف : اردو بازار لاہور

مولانا شہیدؒ کی تصنیفات

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی کتابوں میں تقویۃ الایمان، تذکیر الاخوان، منصب امامت اور ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح اور عبقات معروف ہیں، آپ کی مثنوی سلک نور آپ کے ذوق شعری کی یادگار ہے۔ فنون کی کتابوں پر آپ نے علمی حاشیے بھی تحریر فرمائے۔ مگر افسوس کہ وہ ۱۸۵۷ء میں ضائع ہو گئے۔ [۱]

صراط مستقیم آپ کے شیخ طریقت حضرت سید احمدؒ خلیفہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے ارشادات کا مجموعہ ہے جس کے مقدمہ باب اوّل اور باب چہارم کو مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے اور باب دوم اور باب سوم کو حضرت مولانا عبدالحیؒ نے قلمبند فرمایا تھا۔ صراط مستقیم حضرت سید صاحبؒ کے ارشادات اور ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ اسے مولانا شہیدؒ نے مرتب کیا تھا۔ تقویۃ الایمان میں زیادہ تر توحید ربانی کا بیان ہے۔ منصب امامت میں انبیاء کرام اور ائمہ و اولیاء کی رفعت و عظمت اور امامت و خلافت پر نہایت بلند پایہ تبصرے ہیں۔ ایضاح الحق الصریح نہایت بلند پایہ علمی کتاب ہے۔ عبقات بھی ایک علمی شاہکار ہے۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے عقائد و نظریات معلوم کرنے کے لیے ان تمام کتابوں کو دیکھنا چاہیئے۔ صرف تقویۃ الایمان دیکھ کر اور اسے بھی بالاستیعاب نہیں چند جستہ جستہ کٹی عبارات سے دیکھ کر اتنے بڑے عالم اور ولی کامل کے عقائد کا تجزیہ کرنے بیٹھ جانا عدل و انصاف سے دور ہے اور نہ یہ اہل علم کا دستور ہے۔ ان کتابوں کو غور سے دیکھیں بالاستیعاب دیکھیں اور بار بار دیکھیں اور پھر دیکھیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا دل انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کی عظمت و محبت سے کس قدر معمور تھا۔ توحید خالص کے بیان اور شرک کی مذمت کو انبیاء و اولیاء کی توہین سمجھنے لگ جانا ایک بڑی غلطی اور حماقت ہے۔ مسلمان جب یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے اور شریک نہیں تو نادان عیسائی اسے حضرت عیسیٰ کی توہین سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

---

[۱] ازالۃ الایمان ص۸

”جو لوگ اسلام کے عقیدۂ توحید میں ترمیم کر رہے تھے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا بیان توحید ان پر ضرب کاری تھا، انتقامی جذبے کے ساتھ انہوں نے مولانا شہیدؒ کے خلاف یہ کاروائی کی کہ ان کے بیان توحید کو انبیاء علیہم السلام کی شان میں تنقیص کہنا شروع کر دیا حالانکہ اللہ عزّ وجل کی توحید میں انبیاء و مرسلین کی ہرگز توہین نہ تھی۔“

(شاہ اسمٰعیل محدّث دہلوی شہید بالاکوٹ۔ از علامہ خالد محمود۔ صفحہ:92)

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اُڑ جائے گا رنگ
یہ نہ کہیئے سرخیٔ خونِ شہیداں کچھ نہیں!

شاہ اسمٰعیل محدث دہلوی رح

شہید بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے، وھو الجواب وبہ یُفتٰی وعلیہ الفتویٰ وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ والسواد یہی جواب ہے یہی فتوے دیا جائے گا۔ اور اسی پر فتوے ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے،

مولانا احمد رضا خاں بریلوی
تمہید ایمان صہ ۴۲ مطبوعہ ۱۳۴۶ھ

تالیف: پروفیسر علامہ خالد محمود ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی

شائع کردہ: مکتبہ دار المعارف : اردو بازار لاہور

ہاں جو لوگ نادانی میں انہیں پکارنا شروع کر دیں ان سے مرادیں مانگیں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ یہ اپنے ارادہ و اختیار سے ہماری مدد کرتے ہیں تو یہ بے شک ایک بھٹکی راہ ہے تاہم یہ اپنی جگہ واضح ہے کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ ان تمام روحانی کمالات اور اسرار کونیہ کے قائل تھے۔

توحید سے متعلق یہ چند امور بنیادی حیثیت رکھتے تھے اس لیے ان کی کچھ وضاحت کر دی گئی ہے جو لوگ اسلام کے عقیدۂ توحید میں ترمیم کر رہے تھے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا بیان توحید ان پر ضرب کاری تھا، انتقامی جذبے کے ساتھ انھوں نے مولانا شہیدؒ کے خلاف یہ کارروائی کی کہ ان کے بیانِ توحید کو انبیاء علیہم السلام کی شان میں تنقیص کہنا شروع کر دیا حالانکہ اللہ عزّ وجل کی توحید میں انبیاء و مرسلین کی ہرگز توہین نہ تھی۔ اسلام کے عقیدہ توحید کو انبیاء علیہم السلام کی شان سے ٹکرانے کی بدعت مولانا شہیدؒ کے نادان مخالفین کی ایجاد ہے۔

پیغمبروں کی شان کے بارے میں

اب ہم اس بات کی وضاحت کریں گے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان کے بارے میں مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا عقیدہ کیا تھا۔ اس کے بعد ان چند الزامات کی وضاحت کی جائے گی جو توحید و رسالت کے اس فرضی تصادم میں جھوٹے الزام لگانے والوں نے تفریقِ اُمّت کے لیے پیدا کر رکھے ہیں۔ حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے ہاں جس طرح توحید باری تعالیٰ پر اعتقاد ضروری ہے رسالت کے بارے میں بھی آپ اسی ضرورت کا احساس رکھتے ہیں۔

گالیاں نکلوانے کا موجب بننے کے الزام کی حقیقت

بعض غیر احمدی مخالفین سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے گویا مسیحیوں اور آریوں کے خلاف سخت تنقید کا آغاز کیا جس کے ردِعمل کے طور پر انہوں نے اسلام اور نبی اکرم ﷺ کے خلاف بدزبانی کی۔ حالانکہ یہ تاریخی طور پر ثابت شدہ حقیقت ہے کہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لمبا عرصہ صبر کے بعد قرآنی اصول ''وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا '' [42:41] اور بدی کا بدلہ کی جانے والی بدی کے برابر ہوتا ہے۔ اور '' لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ '' [4:149] اللہ سرعام بُری بات کہنے کو پسند نہیں کرتا مگر وہ مستثنیٰ ہے جس پر ظلم کیا گیا ہو، اور سیّدنا حضرت محمد ﷺ کا قریش کی بدزبانیوں سے تنگ آ کر حضرت حسّانؓ بن ثابت کو روح القدس کی معیت کی بشارت دیتے ہوئے انہیں قریش کی ہجو کا حکم دیئے جانے کے عین مطابق، دشمنانِ اسلام کو انہی کی زبان میں جواب دیا۔ لیکن چند علماء نے ظالمانہ روش سے کام لیتے ہوئے، ''نیکی برباد گناہ لازم'' کے مصداق، سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسلام کی حمایت کا پہلو پس پشت ڈالتے ہوئے، انہیں دشمنانِ اسلام کی بدزبانی کا موجب ٹھہرا دیا۔ گالیاں نکلوانے کا موجب بننے کا الزام لگانے والوں میں ایک صاحب آغا شورش کاشمیری بھی ہیں جو اپنی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' میں پہلے تو یہ لکھتے ہیں کہ بدزبانی کی ابتداء غیر مسلموں نے کی:

”سر ولیم میور 1868ء میں یو پی کا لیفٹینینٹ گورنر تھا۔ اس بدبخت نے رسول اکرمؐ کے خلاف ہندوستان میں سب سے پہلے تحریری بدزبانی کی نیو رکھی اور ایک کتاب حیاتِ محمدؐ (LIFE OF MUHAMMAD) تصنیف کی“

(تحریک ختم نبوت۔ شورش کاشمیری۔ صفحہ: 17)

تحریکِ ختمِ نبوّتؐ

(۱۸۹۱ سے ۱۹۷۴ء تک)

شورش کاشمیری

مطبوعاتِ چٹان = میکلوڈ روڈ لاہور

واحد تقسیم کنندگان : الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور

نثر کا چھٹا دور جو ۱۸۵۷ء کے بعد شروع ہوا، اُس کے عناصرِ اربعہ محمد حسین آزاد، ذکاء اللہ دہلوی، ڈپٹی نذیر احمد اور خواجہ الطاف حسین حالی تھے۔ ان کے نثری کارناموں پر تبصرہ کرنا اس مضمون سے خارج ہے ــــ لیکن ڈپٹی نذیر احمد اور ذکاء اللہ دہلوی برطانوی اقتدار سے غایت درجہ مخلص تھے۔ محمد حسین آزاد کے والد مولوی محمد باقر کو دہلی کالج کے ایک استاد مسٹر ٹیلر کے قتل کی پاداش میں جنرل ہڈسن نے گولی سے اڑا دیا۔ اور یہ کوئی معمولی داغ نہ تھا، لیکن انگریزوں نے اپنے دامِ تزویر کو جس طرح پھیلا رکھا تھا۔ اُس کے سحر سے انگریزی حکومت نے محمد حسین آزاد کو حاصل کیا اور چار آدمیوں پر مشتمل ایک جاسوسی مشن ۱۸۶۵ء میں وسطی ایشیا روانہ کیا۔ اس مشن میں پنڈت من پھول، محمد حسین آزاد، منشی فیض بخش پشاوری اور لالہ کرم چند تھے۔ آزاد نے رُوسی ترکستان کے مختلف علاقوں میں اپنے سیاسی فرائض کی بجاآوری میں سخت سے سخت مصائب برداشت کیے، مختلف روپ دھارے، ان کے اپنے الفاظ ہیں کہ "میں ۱۸ مہینے وسطی ایشیا کے دورانِ سفر ریگستان میں مارا مارا پھرتا رہا۔ بعض اوقات میری جان خطرے میں پڑ گئی"۔ لیکن ان خدمات کے صلہ میں ملا کیا۔ تین سو روپے کا انعام اور ایک سو روپیہ ماہوار تنخواہ۔ اس کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں اُستاد کی حیثیت سے ملازم ہو گئے۔

ڈپٹی نذیر احمد ۶ دسمبر ۱۸۳۶ء کو پیدا ہوئے، ۳ مئی ۱۹۱۲ء کو فالج کے حملہ سے رحلت کر گئے۔ جس زمانہ میں مسئلہ جہاد انگریزوں کے لیے ایک مستقل خطرہ تھا۔ اُس زمانہ میں آپ نے شاہ عبدالقادرؒ کے بعد پہلا ترجمہ کیا۔ تب شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کو ۱۰۹ برس گذر چکے تھے۔ آپ کا ترجمہ ۱۷۹۰ء میں طبع ہوا تھا اور ڈپٹی صاحب کا ترجمہ ۱۸۹۹ء میں ــــ انگریز مسئلہ جہاد کی بیخ کنی اپنی وفاداری بشرطِ استواری کے لیے علماء کی ایک کھیپ سے کام لے رہا تھا۔ ڈپٹی صاحب نے اس ترجمہ کے بعد ۱۹۰۶ء میں الحقوق والفرائض لکھی۔ اس کے بعد ۱۹۰۸ء میں الاجتہاد ــــ!

سر ولیم میور ۱۸۶۸ء میں یو۔ پی کا لیفٹیننٹ گورنر تھا۔ اس بدبخت نے رسولِ اکرمؐ کے خلاف ہندوستان میں سب سے پہلے تحریری بدزبانی کی نیو رکھی اور ایک کتاب حیاتِ محمدؐ (LIFE OF MUHMMUD) تصنیف کی۔ اُس نے لکھا کہ انسانیت کے دو سب سے بڑے دشمن ہیں محمدؐ کی تلوار اور محمدؐ کا قرآن۔ (نعوذ باللہ) اسی بدبخت نے علیگڑھ کی پہلی عمارت ایم۔ اے۔ او سکول کا سنگِ بنیاد رکھا ــــ وہ قرآن و محمدؐ سے عناد کے باوجود ڈپٹی نذیر احمد پر انتہائی مہربان تھا۔ اُس نے اپنی گورنری کے زمانہ میں نذیر احمد کو

''جب ان کے پاؤں اچھی طرح جم گئے تو مسلمانوں کو مجادلے کی طرف سے پلٹا دینے کے لیے انگلستان سے پادریوں کی ایک کھیپ درآمد کی گئی۔ انہوں نے یہاں آکر قرآن واسلام پر رکیک حملوں کا آغاز کیا۔ حضور سرورِ کائناتؐ کی ذات پر کیچڑ اچھالا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علماء جواب تک جہاد کے محاذ پر تھے اس سے ہٹ کر مناظرے کے میدان میں آگئے اور صورتحال یکسر تبدیل ہوگئی''

(تحریک ختم نبوت۔ شورش کاشمیری۔ صفحہ:19)

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈھائی سو سال (۱۶۰۸ء تا ۱۸۵۷ء) کے لیل ونہار ہیں اور اس کے ۲۵ سالہ دورِ حکومت (۱۸۳۳ء تا ۱۸۵۷ء) کے واقعات ہیں۔ پھر اس کے بعد ۱۸۵۹ء تا ۱۸۸۴ء کی سیاست کے ۲۵ سال ہیں۔ مزید برآں مسٹر بیک پرنسپل علیگڑھ کالج (۱۸۸۵ء تا ۱۸۹۹ء) ان کے جانشین مسٹر ماریسن ۱۹۰۰ء تا ۱۹۰۵ء اور ان کے جانشین آرچیبالڈ (۱۹۰۵ء تا ۱۹۱۰ء) کے اعمال وافکار کی سرگزشت ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ ہندو مسلم کیونکر متحارب قومیں ہوگئیں اور انگریزوں نے کس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کو دست و گریبان کر کے دم لیا اور یہی ان کی سیاست کا مقصود تھا۔ اگر ہندو اور مسلمان متحد رہتے تو انگریزی حکومت کے لیے سکون نہ تھا۔ "تفریق ڈالو اور حکمرانی کرو" ان کا اصولِ حکومت تھا اور وہ اس کی آبیاری ہی سے ہندوستان میں اپنی حکومت کو طول دے کر مستحکم کر سکتے تھے۔ جب اُن کے پاؤں اچھی طرح جم گئے تو مسلمانوں کو مجادلے کی طرف سے پلٹا دینے کے لیے انگلستان سے پادریوں کی ایک کھیپ درآمد کی گئی۔ انہوں نے یہاں آ کر قرآن و اسلام پر رکیک حملوں کا آغاز کیا۔ حضور سرورِ کائنات کی ذات پر کیچڑ اچھالا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علماء جواب تک جہاد کے محاذ پر تھے، اُس سے ہٹ کر مناظرے کے میدان میں آگئے اور صورتحال یکسر تبدیل ہوگئی۔ اب مسلمانوں کے لیے یہ مسئلہ تھا کہ وہ اپنے ذہن کی سچائی کیونکر قائم رکھ سکتے ہیں۔ اس سے بڑی خطرناک بات کیا ہو سکتی ہے جیسا کہ اوپر لکھا کہ سر ولیم میور نے یوپی کا گورنر ہو کر حضور سرورِ کائنات کی ذات مبارک کے خلاف دریدہ دہنی کی۔ اور حیاتِ محمدؐ لکھ کر زہر اُگلا۔ سر سید احمد جو انگریزی حکومت سے تعاون میں پیش پیش تھے، انہوں نے بھی اس کتاب کے زہر کو محسوس کیا اور "خطباتِ احمدیہ" کے نام سے جواب لکھا، لیکن انگریز اپنی چال میں کامیاب رہا کہ عامۃ المسلمین کے لیے اصل مسئلہ اب اسلام کا دفاع اور سیرت النبی کی نگہداشت ہوگیا۔ ایک دوسرا مسئلہ انگریزوں کے سامنے یہ تھا کہ مسلمانوں کی ملّی وحدت پارہ پارہ ہو۔ اس کی شکل یہ نکالی کہ بعض نئے فرقوں کو جنم دیا انہیں پروان چڑھایا یا انکا ہاتھ بٹایا ہم ان فرقوں کا نام لیکر اپنے اس مضمون کو بوجھل کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن ان فرقوں نے پیدا ہو کر تمام علماء کے خلاف یدھ رچایا، جو انگریزی حکومت کا شکار ہونے سے انکار کر چکے اور برطانوی اقتدار کے خلاف تھے ان نوزائیدہ فرقوں نے نہ صرف مسلمانوں کی وحدت توڑ ڈالی بلکہ کفر کا ایک نیا دفتر کھولا۔ وہ تمام لوگ کافر قرار پائے جو استقلال و عزیمت میں ڈھلے ہوئے آزادی کی جدّ و جُہد میں شریک تھے۔ ان نوساختہ فرقوں کے پیشواؤں نے انگریزی حکومت کی رضا جوئی لازمۂ دین سمجھا اور ہمیشہ اس کی خوشنودی کو ملحوظ رکھا جن علماء نے اختلاف کیا، ان پر سب و شتم کیا۔ بسا اوقات کفر کے فتوٰی جاری کیے۔ مشائخ کے

لیکن، جیسا کہ کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، آغا صاحب نے آگے چل کر خود اپنے ہی بیان کے خلاف اس دریدہ ذہنی کو شروع کرنے کا الزام سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لگا دیا۔

''ہندوؤں میں آریہ سماج ایک پروگریسو فرقہ اٹھ رہا تھا، سوامی دیانند اس کے بانی تھے۔ میرزا صاحب نے اس فرقہ کو ہدف بنا کر ہندو دھرم پر رکیک حملے کئے۔ نتیجۃً آریہ سماج نے رسول اکرمؐ اور قرآن و اسلام کے خلاف دریدہ ذہنی کا آغاز کیا۔ اسی طرح میرزا صاحب نے عیسائی مشنریوں کے خلاف یُدھ رچایا۔ حضرت مسیح سے متعلق نازیبا زبان استعمال کر کے محمد عربی (فداہ اُمی وابی) کے خلاف مشنریوں کی زبان کھلوائی؛ نتیجۃً پنجاب کے مسلمان جہاد سے روگردان ہو کر ہندو دھرم اور عیسائی مذہب سے نبرد آزما ہو گئے۔''

(تحریک ختم نبوت۔ شورش کاشمیری۔ صفحہ:24)

کی بنیاد ہی اپنے الہام پر رکھی۔ اور ایک نبی کا روپ دھار کر انگریزی سلطنت کی وفاداری سے انحراف کو جہنم کی سزا کا مستحق قرار دیا۔ اپنی ربانی سند کے مفروضہ پر جہاد کو منسوخ کر ڈالا۔ اور ان لوگوں کو حرامی قرار دیا جو اس کے بعد جہاد کا نام لیتے یا اس کی تلقین کرتے تھے۔

ہندوؤں میں آریہ سماج ایک پر دگریسو فرقہ اُٹھ رہا تھا، سوامی دیانند اس کے بانی تھے۔ میرزا صاحب نے اس فرقہ کو ہدف بنا کر ہندو دھرم پر رکیک حملے کیے نتیجتہً آریہ سماج نے رسولِ اکرمؐ اور قرآن و اسلام کے خلاف دریدہ دہنی کا آغاز کیا۔ اسی طرح میرزا صاحب نے عیسائی مشنریوں کے خلاف یُدھ رچایا۔ حضرت مسیح سے متعلق نازیبا زبان استعمال کر کے محمد عربی (فداہ اُمی و ابی) کے خلاف مشنریوں کی زبان کھلوائی؛ نتیجتہً پنجاب کے مسلمان جہاد سے روگرداں ہو کر ہندو دھرم اور عیسائی مذہب سے نبرد آزما ہو گئے۔ محاذ کا رُخ پلٹ گیا۔ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوّت سے خود مسلمانوں میں ایک ایسا محاذ کھُل گیا کہ علماء کے لیے ختم نبوّت کا مسئلہ، حفظِ ایمان کے لیے ضروری ہو گیا۔ میرزا صاحب نے مسلمانوں کے حصارِ وحدت کو منہدم کرنے کے لیے ایک ایسی کُدال اُٹھائی، کہ وہ انگریزوں کے خنجر کو بھُول کر اس کُدال کے پیچھے پڑ گئے۔ گو مسلمانوں کے ہر دائرہ میں انگریزوں کی ہر خواہش پورا کرنے کے لیے مختلف افراد پیدا ہو چکے تھے، لیکن مرزا صاحب اس رعائت سے ان سب کے جامع تھے کہ جہاں انگریز اپنا قلعہ مضبوط رکھنا چاہتا تھا، وہاں مرزا صاحب نے "حواری نبی" ہونے کا دعویٰ کر کے اس ضرورت کا سفر شروع کیا۔ اُدھر علماء کے محاسبہ سے مرزا صاحب کی شہرت کا آغاز ہو گیا۔ اور یہی وہ چاہ رہے تھے؛ ورنہ مرزا صاحب خود حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۱۱ پر تسلیم کرتے ہیں کہ:

> "ہماری معاش کا دار و مدار والد کی ایک مختصر آمدنی پر تھا۔ اور بیرونی لوگوں میں ہمیں ایک شخص بھی نہیں جانتا تھا۔ میں ایک گمنام انسان تھا، جو قادیان جیسے ویران گاؤں کے زاویۂ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔"

مرزا صاحب نے عیسائیوں اور آریوں سے مناظرے کی آڑ میں مسلمانوں سے چندہ مانگنا شروع کیا، تو تین لاکھ سے زائد روپیہ جمع ہو گیا۔ (حقیقۃ الوحی) اپنے الہامات کو مدار بنا کر انگریزی حکومت کی تائید و حمایت میں اس قدر کتابیں لکھیں کہ "تریاق القلوب" (مصنفہ میرزا غلام احمد) صفحہ ۱۵ کے مطابق وہ تمام کتابیں اکٹھی کی جائیں تو ان سے ۵۰ الماریاں بھر سکتی ہیں۔ انگریز اسلامی ملکوں میں اپنے آئندہ منصوبوں

’’مرزا صاحب نے آریوں اور عیسائیوں کے خلاف محاذ قائم کیا تو اس کا مقصد مسلمانوں اور ہندوؤں میں انگریز کی سیاست کے مطابق تنفّر وتصادم پیدا کرنا تھا۔ میرزا صاحب گل کھلانے میں کامیاب ہوگئے۔ ہندو مسلم فساد کی نیو رکھی۔ دوسرا عیسائیوں سے مناظرہ محض مناظرہ ہوتا تو گوارا تھا لیکن مرزا صاحب نے حضرت مسیحؑ کے خلاف دریدہ دہنی کا انبار لگا دیا۔ حضرت مریم کی اہانت کی۔ اس سے پادریوں کو رسول کریم کے خلاف یاوہ گوئی کا حوصلہ ہوا اور قرآن وسیرت کے خلاف رکیک سے رکیک زبان استعمال کی‘‘

(تحریک ختم نبوت۔ شورش کاشمیری۔ صفحہ:29)

رُوسی حکومت کے ہاتھ آگیا اور دو سال ماسکو کے جیل میں رہا۔ بالآخر برطانوی سفیر مقیم ماسکو کی تگ و دو سے رہا ہوا۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد ۱۹۱۹ء میں افغانستان اور انگریزوں میں جنگ چھڑی تو قادیانی ایک کمپنی کی شکل میں برطانوی خدمات انجام دینے میں لگ گئے۔ میرزا محمودؔ کا چھوٹا بھائی، ٹرانسپورٹ کور میں کام کرتا رہا۔ اُس کے سُپرد قبائلی علاقے کے حالات کی فراہمی کا مشن تھا ——— ایک شخص نعمت اللہ قادیانی کو افغانستان میں جاسُوسی کے لیے مقرر کیا گیا۔ لیکن جولائی ۱۹۲۴ء میں وہ گرفتار ہوگیا اور افغان گورنمنٹ نے سنگسار کر ڈالا۔ پھر فروری ۱۹۲۵ء میں دو اور قادیانی مُلاّں عبدالحلیم اور مُلاّں نور علی اسی پاداش میں قتل کیے گئے۔ پہلا قادیانی جو افغانستان میں ہلاک کیا گیا، وہ صاحبزادہ عبداللطیف تھا، جو میرزا محمودؔ کے بیان کے مطابق (الفضل ۶/ اگست ۱۹۳۵ء) جہاد کی مخالفت کے جُرم میں قتل کرایا گیا۔

پہلی جنگِ عظیم کے نتائج سامنے آگئے، تو افریقہ کے بعض حصّوں میں قادیانی مشن قائم کیے گئے۔ کوئی ۹ سال پہلے چرچ آف انگلینڈ کے ایک نمائندہ نے افریقہ میں قادیانی مشن کی سرگرمیوں پر ۱۹۶۶ء میں ایک کتاب لکھی، جس میں اس فرقے کا تجزیہ کیا۔ اُس نے لکھا کہ میں نے انگلینڈ واپس آکر وزارتِ خارجہ سے تذکرہ کیا کہ جہاں تہاں برطانوی اقتدار رہا یا اب جن علاقوں میں نامُسلمان حکومت قائم ہے، وہاں قادیانی مشن عیسائیت کے خلاف شدّ و مد سے پروپیگنڈہ کرتے اور حضرت مسیح کی توہین کرتے ہیں۔ آخر انہیں برطانوی سرپرستی کیوں حاصل ہے؟ وزارت نے کوئی جواب نہ دیا۔ کچھ کہا تو یہ کہ آپ ان کا چرچ کی سطح پر مقابلہ کیجیے۔ ہماری سیاسی ضرورتیں مختلف ہیں۔ پہلے ہندوستان غلام تھا، تو قادیانی مسلمان مُلکوں میں ہندوستانی مسلمان کی حیثیت سے تبلیغی ڈھونگ رچاتے تھے۔ پاکستان بنا، تو ربوہ کی معرفت پھیلاؤ پیدا کیا۔ لیکن تمام مشن برطانیہ کے جاسوسی مشن تھے۔ تمام کارکن پختہ قادیانی ہوتے جو غیر قادیانی مسلمانوں کو عقیدۃً کافر سمجھتے۔ جب تک انگریز رہا۔ برطانیہ کے لیے جاسُوسی کرتے رہے۔ پاکستان بنا، تو آزادی کے بعد استعماری گماشتہ ہوگئے۔

مرزا صاحب نے آریوں اور عیسائیوں کے خلاف محاذ قائم کیا تو اس کا مقصد مسلمانوں اور ہندوؤں میں انگریزوں کی سیاست کے مطابق تنفر و تصادم پیدا کرنا تھا۔ میرزا صاحب گل کھلانے میں کامیاب ہوگئے۔ ہندو مسلم فساد کی نیو رکھی۔ دُوسرا عیسائیوں سے مناظرہ محض مناظرہ ہوتا تو گوارا تھا لیکن مرزا صاحب نے حضرت مسیحؑ کے خلاف دریدہ دہنی کا انبار لگایا۔ حضرت مریم کی اہانت کی۔ اس سے پادریوں کو رسول کریمؐ کے خلاف یاوہ گوئی کا حوصلہ ہوا اور قرآن و سیرت کے خلاف رکیک بے رکیک زبان استعمال کی لیکن برطانوی

گالی دینا کس نے شروع کی

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام 1835ء میں پیدا ہوئے جب ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ہندوستان میں قائم ہو چکی تھی اور مسیحی مشنری ہندوستان کے گلی گلی کوچہ کوچہ میں مسیحیت کی منادی کر رہے تھے۔ اس دور میں اکثر مسلمان علماء بے بسی کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ جن چند علماء، مثلاً سیّد آل حسن مہانی، رحمت اللہ کیرانوی، سیّد ناصر الدین محمد ابوالمنصور، وغیرہ نے مسیحیوں کے ساتھ مناظرے کئے یا کتابیں لکھیں وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ان مسیحی علماء نے اسلام، قرآن اور نبی اکرم ﷺ کی شان میں حد درجہ گستاخی اور بدزبانی سے کام لیا۔ یاد رہے کہ مندرجہ ذیل حوالہ جات ان کتابوں سے لئے گئے ہیں جو یا تو سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دورِ ظہور سے قبل لکھی گئیں یا پھر اس دور کے متعلق ان حالات کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھی گئیں۔

امداد صابری صاحب کی گواہی

امداد صابری صاحب نے اکبر کے دور میں پرتگیزی مسیحی پادریوں کی آمد سے لے کر ہندوستان میں برطانوی حکومت کے دور تک مسیحیت کی تبلیغ اور ان کا مقابلہ کرنے والے مسلمان علماء کی ایک تاریخ مرتب کی ہے۔اس میں اسلام کے خلاف لکھی جانے والی کتابوں کا تعارف کراتے ہوئے ہندو سے مسیحی ہونے والے ایک مصنف ماسٹر رام چندر کی کتاب ''مسیح الدجال'' کے متعلق امداد صابری صاحب لکھتے ہیں:

''اس کتاب میں حضورِ اقدسؐ کو مہمل اور لچر دلیلوں سے دجال ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔''

(فرنگیوں کا جال۔صفحہ:91)

جہادِ آزادی کے روشن چراغ

المعروف،

فرنگیوں کا جال

امداد صابری

قیمت قسمِ اعلیٰ پینتیس ۳۵ روپے۔ قیمت قسم دوئم پچیس ۲۵ روپے

www.OnlyOneOrThree.com

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
۱۴	مکاشفات	پادری عماد الدین	۱۸۷۰ء میں طبع ہوئی۔
۱۵	نغمۂ طنبوری	۔ایضاً۔	
۱۶	تحقیق الایمان	۔ایضاً۔	مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ازالۃ الاوہام کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے
۱۷	عقوبت الضالین	۔ایضاً۔	یہ کتاب وکیل ہندوستان پریس امرتسر میں چھپی۔ پنجاب ریلیجیس سوسائٹی کے اہتمام میں طبع ہوئی۔ (ک۔ش)
۱۸	آثارِ قیامت	۔ایضاً۔	یہ بھی مذکورہ پریس اور سوسائٹی نے شائع کی ۱۸۷۰ء (ک۔ش)
۱۹	من آنا	۔ایضاً۔	یہ ۲۲ صفحات کا رسالہ حضرت عیسیٰ کی تعریف میں ہے۔ مفید الارواح پریس امرتسر میں ٹریکٹ سوسائٹی پنجاب نے ۱۸۷۰ء میں شائع کیا۔
۲۰	رسالہ تحفۃ الکتب	کپتان ولیم رابرسن ایکمین	قرآن مجید کی رد میں یہ کتاب ۱۸۶۲ء میں لدھیانہ مشن پریس میں چھپی۔ (ک۔ش)
۲۱	تفتیش الاسلام	جان راجرس ٹی ماسٹر سنیل	
۲۲	نیاز نامہ	پادری صفدر ایسٹرا اسسٹنٹ کمشنر	نارتھ انڈیا ٹریکٹ سوسائٹی نے مشن پریس الہ آباد میں ۱۸۶۷ء میں شائع کرائی (ک۔ش)
۲۳	رسالہ الہٰی براہین	پادری سموئیل رجب علی	مخالفتِ دہریت میں یہ رسالہ لکھا گیا ۱۸۶۹ء میں چھپا
۲۴	آئینۂ اسلام	پادری رجب علی	
۲۵	تصدیق الکتاب	پادری ٹی جے اسکاٹ	۱۸۷۵ء میں مشن امریکن پریس میں ۱۸۷۳ء میں شائع ہوئی (ک۔ش)
۲۶	علم الہٰی عقلی	۔ایضاً۔	دہریت کی مخالفت میں یہ کتاب مطبع امریکن مشن لکھنؤ میں ۱۸۷۵ء میں چھپی (ک۔ش)
۲۷	مسیح الدجال	ماسٹر رام چندر	اس کتاب میں حضور اقدس ﷺ کو مہمل اور لچر دلیلوں سے دجال ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔
۲۸	رسالہ تحریف القرآن	۔ایضاً۔	
۲۹	کلید آدم	مالونوش سنگھ	حضرت آدم اور یسوع مسیح کی تعریف میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اس کتاب پر سر ولیم میور نے مولف کو انعام دیا تھا۔ یہ کتاب نارتھ انڈیا ٹریکٹ سوسائٹی

امداد صابری صاحب مزید لکھتے ہیں:

’’ان کتابوں میں سب سے پہلی غیر مہذب اعتراضات سے بھرپور اور زہریلی کتاب میزان الحق، طریق الحیات، اور مفتاح الابرار ہیں۔ یہ کتابیں سلسلہ وار پادری فنڈر نے شائع کی ہیں۔ یہی زہر آلود کتابیں ہیں جن کی تمام مصنفین نے تقریباً ڈھٹائی کے ساتھ نقل کی اور ان غیر شریفانہ اعتراضات سے اپنی کتابوں کو آلودہ کیا ہے۔ چنانچہ ان تمام کتابوں میں متنازعہ فیہ مسائل اور اعتراضات ایک ہی قسم کے ہیں۔ ایک ہی خباثت کو بار بار مختلف عنوانات اور ناموں یا عبارت کے ساتھ دوہرایا گیا ہے۔‘‘

(فرنگیوں کا جال۔ صفحہ:92)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
			نے امریکن مشن سوسائٹی پریس میں شائع کرائی (ک۔ش)
۳۰	اصلیت قرآن	عبداللہ آتھم	
۳۱	رسالہ اظہار عیسوی	پادری ٹھاکر داس	
۳۲	دینی و دنیاوی تاریخ کا مجموعہ	پادری اگسٹس راڈ وسیڈ	سنہ ۱۸۷۲ء میں مشن پریس الہ آباد میں ۴۰۰ صفحات پر مشتمل چھپی۔
۳۳	رسالہ سیرت المسیح	پادری ٹھاکر داس	
۳۴	عدم ضرورت قرآن	۔ایضاً۔	
۳۵	رسالہ شہادت قرآنی	سر ولیم میور	
۳۶	رسالہ مراۃ القرآن	پادری محبوب مسیح	

ان کتابوں میں سب سے پہلی غیر مہذب اعتراضات سے بھرپور اور زہریلی کتاب میزان الحق، طریق الحیات اور مفتاح الابرار ہیں۔ یہ کتابیں مسٹر ولر پادری فانڈر نے شائع کی ہیں۔ یہی زہر آلود کتابیں ہیں۔ جن کی تمام مصنفین نے تقریباً ڈھٹائی کے ساتھ نقل کی اور ان غیر شریفانہ اعتراضات سے اپنی کتابوں کو آلودہ کیا ہے۔

چنانچہ ان تمام کتابوں میں متنازعہ مسائل اور اعتراضات ایک ہی قسم کے ہیں۔ ایک ہی خباثت کو بار بار مختلف عنوانات اور ناموں یا عبارت کے ساتھ دوہرایا گیا ہے۔

مسلمانوں پر جن اعتراضات کی بوچھاڑ کی گئی ہے وہ یہ تھے۔

(۱) قرآن مجید اصلی نہیں ہے۔ اس میں تحریف و تبدیلی ہوئی۔

(۲) قرآن مجید میں کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ توریت اور زبور سے سرقہ کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں جو کچھ ہے وہ یہودیوں کی خرافات ہے۔

(۳) نبی کی نبوت کے لئے معجزے ضروری ہیں۔ محمد رسول اللہ سے کسی معجزہ کا ظہور نہیں ہوا اس لئے وہ نبی نہیں تھے۔

(۴) محمد رسول اللہ کی رسالت کی کوئی پیش گوئی کتب عہد عتیق و جدید میں نہیں ہے اس لئے وہ پیغمبر نہیں تھے۔

(۵) کتاب مقدس کے مطالب قرآن و حدیث کے خلاف ہیں اس لئے قرآن کتاب الٰہی نہیں ہے۔

(۶) اسلام جھوٹ کی تعلیم دیتا ہے۔

(۷) قرآن مجید کی آیات ایک دوسرے کے مخالف اور متضاد ہیں۔ اس لئے قرآن کلام الٰہی نہیں ہے۔

پادری عماد الدین، جو کہ 1865ء میں عیسائی ہوا تھا، کی کتاب ''تلخیص الاجابت یا تاریخ محمدی'' جو 1871ء میں شائع ہوئی تھی، کے متعلق امداد صابری صاحب لکھتے ہیں:

''یہ گندی اور ناپاک کتاب جس میں حضورؐ کی سوانح عمری انتہائی شرمناک ذہنیت کے ساتھ ناقابل اعتبار لٹریچر کی بنیاد پر لکھی گئی ہے۔''

(فرنگیوں کا جال۔صفحہ:90)

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
۳	مفتاح الاسرار (فارسی)	۔ ایضاً ۔	
۴	حل الاشکال (اردو)	۔ ایضاً ۔	کشف الاستار، کتاب استفسار معہ مراسلات مولانا آل حسن مولنا عبداللہ کے جواب میں ۱۸۶۷ء میں امریکن مشن لکھنؤ میں چھپی ۔ ۳۰۳ صفحات پر مشتمل ہے ۔
۵	رسالہ تحقیق دین حق	پادری اسمتھ	این ۔ سی ۔ عرفان پریس الہ آباد ۱۸۴۳ء میں نارتھ انڈین ٹریکٹ اینڈ سوسائٹی کے زیرِ اہتمام یہ کتاب چھپی ۔ صفحات ۹۲ ہیں (ک، ش)
۶	ابطال دین محمدی بمقابلہ دینِ عیسوی	پادری ایل جے	۱۸۵۴ء میں یہ کتاب پریسبیٹرین مشن پریس الہ آباد میں شائع ہوئی ۔
۷	رسالہ اصل افزائش زوال دینِ محمدی	پادری جے ولسن	۱۸۳۹ء میں مشن پریس الہ آباد میں طبع ہوئی ۔
۸	شریف قسیتین	منشی رجب علی	یہ ۴۶ صفحہ کا رسالہ ۱۸۶۷ء میں امریکن مشن پریس لکھنؤ میں شائع ہوا ۔
۹	تعلیقات	پادری عماد الدین	اس کتاب کو ریلیجس بک سوسائٹی نے شائع کیا ۔ (ک ش)
۱۰	ہدایت المسلمین	۔ ایضاً ۔	۱۸۶۸ء میں مطبع نور لاہور میں چھپی ۔ یہ کتاب حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کے جواب میں لکھی گئی ہے (ک ش)
۱۱	حقیق عرفان	۔ ایضاً ۔	یہ کتاب بھی مطبع نور میں ۱۸۶۸ء میں شائع ہوئی ۔
۱۲	تحقیق الاجابت یا تاریخ محمدی	۔ ایضاً ۔	یہ گندی اور ناپاک کتاب جس میں حضورؐ کی سوانحعمری انتہائی شرمناک ذہنیت کے ساتھ ناقابلِ اعتبار لٹریچر کی بنیاد پر لکھی گئی ہے ۔ آفتاب پنجاب پریس امرتسر میں کرسچین نالج سوسائٹی کے اہتمام سے ۱۸۷۰ء میں چھپی (ک ۔ ش)
۱۳	تلخیص الاحادیث یا تعلیم محمدی	۔ ایضاً ۔	یہ دوسرا حصہ عقائد و عبادات اسلامیہ، معاملات محمدیہ اور فضائل دینیہ سے متعلق ہے ۔ اس میں مولف نے ہر چیز کی تردید و اعتراض اور اس کا مذاق اڑانے کی کوشش کی ہے یہ کتاب ۱۸۸۰ء میں وکیل ہندوستان پریس امرتسر میں کرسچین نالج سوسائٹی کی جانب سے چھپی [1]

[1] ازالۃ الاوہام مولانا رحمت اللہ

اسلام، قرآن اور نبی اکرم ﷺ پر کئے گئے کچھ اعتراضات نقل کرنے کے بعد امداد صابری صاحب لکھتے ہیں:

''ان اعتراضات کے مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ہر معترض کی ذہنیت ایک ہی غلاظت میں سنی ہوئی ہے۔ سب نے بڑے ذلیل انداز اور ننگوں کے معیار سے نبی آخرالزماں رحمۃ للعالمین کو بدنام و رسوا کرنے کی ناپاک و ناکام کوشش کی ہے اور اپنے بد باطن اور ناپاک ظرفوں کو آشکار کیا ہے۔ بعض نے تو حد کردی۔ شرافت وانسانیت اور اخلاق کو بالائے طاق رکھ کر انتہائی گندہ ذہنی اور ذہنی غلاظت کے ساتھ حضورِ انور کی ذاتِ والاصفات پر انتہائی غیر شریفانہ کمینہ اور غیر مہذب حملے کئے ہیں۔ ان میں پادری عماد الدین کا گندہ قلم زیادہ گستاخ اور ان کی کتاب تلخیص الاحادیث بے بنیاد الزام و بہتانوں سے زیادہ سیاہ نظر آتی ہے۔۔۔ ان تمام الزامات سے اندازہ لگایئے کہ حکومت ایسی تصانیف کی موجودگی میں اپنے آپ کو حکومت کا اہل کس طرح کہہ سکتی ہے اور اپنے ہم مذہب مبلغین اور پادریوں کو ایسے افعال و حرکاتِ شنیعہ کے کرنے کی اجازت دیتے ہوئے اپنے آپ کو رعایا پرور، نیک نیت، مہذب اور غیر جانبدار ثابت کرسکتی ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسی گندی تصانیف اور سازشانہ شیطنیت کی مثال کسی سلطنت میں نظر نہیں آئے گی۔''

(فرنگیوں کا جال۔ صفحہ:93,94)

۸- قرآن میں گناہ کی معافی کا کوئی وسیلہ نہیں ہے۔
۹- اسلام جہاد (بزورِ شمشیر) کے ذریعہ پھیلایا گیا۔
۱۰- محمد رسول اللہ کو وحی نہیں آتی تھی بلکہ وہ صرع کی بیماری تھی جس میں وہ مبتلا تھے۔
۱۱- قرآن مجید کی جھوٹی آیتیں۔
۱۲- حضورِ اقدس کی ذاتِ اقدس پر شرمناک و نازیبا الزامات۔
۱۳- انجیل اور کتب عہدِ عتیق منسوخ نہیں ہوئیں اور نہ ہی محرف ہوئیں۔
۱۴- قرآن مجید انجیل کے کتابِ الٰہی ہونے کا اقراری ہے۔
۱۵- نجات مسیح کے راستہ پر ہے۔

ان اعتراضات کے مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر معترض کا ذہنیت ایک ہی غلاظت میں بسی ہوئی ہے۔ سب نے بڑے ذلیل اخلاق اور ڈھنگوں کے معیار سے نبی آخر الزمان رحمۃ للعالمین کو بدنام اور رسوا کرنے کی ناپاک ناکام کوشش کی ہے اور اپنے بدباطن اور ناپاک ظرفوں کو اُگلا گیا ہے۔ حضور پر حملہ کیا۔ شرافت وانسانیت اور اخلاق کو بالائے طاق رکھ کر انتہائی گندہ ذہنی اور ذہنی غلاظت کے ساتھ حضور انور کی ذات والا صفات پر انتہائی غیر شریفانہ کمینہ اور غیر مہذب حملے کیے ہیں۔

ان میں پادری عماد الدین کا گندہ قلم زیادہ گستاخ اور اس کی کتاب تلخیص الاحادیث بے بنیاد الزام و بہتانوں سے زیادہ سیاہ نظر آتی ہے۔ یہ بے لگام پادری حضور اقدس کی شان میں لکھتا ہے:

"آپ نفسانی لذائذ خاص کر شہوت کے ایسے پابند تھے کہ گویا دنیا میں اسی کام کے لئے آئے تھے۔ کنیزک اور باندیوں سے نکاح نہ کرنا، بے نکاح اس سے ہم بستر ہونا۔ جو عورت پسند آ گئی اس کو جبراً مجبور بنانا۔ (یہ کام حضرت کا تھا) نعوذ باللہ

یہی پادری بہتان لگاتا ہے:-

"ایک روز جمعہ کے دن محمد صاحب اس (اپنی بیوی جویریہ) کے پاس گئے مطلب ہم بستر ہونا تھا۔ مگر عورت روزہ سے تھی اور روزہ کی حالت میں صحبت کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت نے اس کا روزہ اس حیلہ سے افطار کرایا کہ اس سے کہا کہ کل جمعرات کو بھی روزہ رکھا تھا کہا نہیں۔ فرمایا تو اب روزہ توڑ ڈال اور صحبت کر۔" (نعوذ باللہ)

یہی پادری اپنی کتاب تلخیص الاحادیث کے صفحہ ۲۲۱ پر لکھتا ہے:-

"محمد صاحب نے بستر کے نزدیک ایک پیالہ رکھا تھا جس میں رات کو پیشاب کیا کرتے تھے۔ ایک رات اس میں پیشاب کیا۔ صبح ام ایمن لونڈی سے کہا کہ اس پیشاب کو باہر پھینک دے۔ وہ بولی اس میں پیشاب نہیں ہے وہ پیالہ خالی رکھا ہے۔ بلکہ خوش ہو کر ہنسے اور کہا کہ اب تیرے پیٹ میں کبھی درد پیدا نہ ہوگا

اور منہ دھونے اور کلی کرنے کا بھی اسے حکم نہیں دیا۔ دوسری ایک اور لونڈی برکہ نام نے ان کا پیشاب نوش کر لیا۔ اس سے بھی حضرت خوش ہوئے اور کہا تو کبھی بیمار نہ ہوگی ایک اور لونڈی نے بھی حضرت کا پیشاب پیا تھا اور ایک حجام نے حضرت کا خون بیماری کا نکلا ہوا پیا تھا۔ حضرت نے اس سے کہا اب تو کبھی بیمار نہ ہوگا۔ حالانکہ حضرت خود اسی ناپاک خون سے بیمار تھے۔"

ان الزامات سے اندازہ لگائیے کہ حکومت ایسی تصانیف کی موجودگی میں اپنے آپ کو حکومت کا اہل کس طرح کہہ سکتی ہے اور اپنے ہم مذہب مبلغین اور پادریوں کو ایسے افعال و حرکاتِ شنیعہ کے کرنے کی اجازت دیتے ہوئے اپنے آپ کو رعایا پرور، [illegible] نیت، مہذب اور غیر جانبدار ثابت کر سکتی ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسی گندی تصانیف اور سازشانہ شیطنیہ [illegible] کسی سلطنت میں نظر نہیں آئے گی۔

اخبارات و رسائل

کتابوں کے علاوہ اخبارات و رسائل بھی نکالے گئے۔ جن کا مقصد یہی تھا کہ اسلام [illegible] مذاہب اور ان کے رشیوں اور منیوں کا مضحکہ اڑایا جائے اور اپنے مذہب کی افضلیت جتائی جائے۔ [illegible] عیسائیوں کے جو رسالے نکلے اور اخبارات نکلے وہ یہ تھے:-

(۱) **دِگ درشن، سماچار درپن** } سی رام پیشٹ مشنریز نے ماہنامہ "دگ درشن" اپریل میں جاری کیا۔ جب اس کے دو پرچے نکل چکے تو ۲۳ کو "سماچار درپن" ہفتہ وار نکالا۔ جب یہ اخبار لارڈ ہیسٹنگز کو ملا تو وہ اس قدر خوش ہوا کہ اس نے اپنے ہاتھ سے لکھ ایک خط "سماچار درپن" کے بانیوں کو خیر مقدم کا روانہ کیا اور اسی وقت یہ حکم جاری کیا کہ "اس پرچہ کے لئے چوتھائی ٹکٹ کی مراعات دی جاتی ہے۔" اس اخبار کا ایڈیٹر مارشل تھا۔

(۲) **خیر خواہِ ہند** } بنارس سے یہ ماہنامہ ۱۸۳۰ء کو نمودار ہوا۔ آٹھ صفحوں پر مشتمل تھا۔ مالک پادری شرمن پادری متھاس تھے۔ سالانہ چندہ دو روپے ۴ آنہ تھا۔ کلکتہ بپٹسٹ مشن پریس میں چھپتا تھا۔

(۳) **خیر خواہِ ہند** } مرزا پور سے یکم اگست ۱۸۳۶ء کو یہ ماہنامہ جلوہ افروز ہوا۔ بارہ صفحات پر نکلتا تھا۔ اس کا پادری ایف۔ جی۔ براٹ، ایڈیٹر پادری مسٹر، مہتمم ڈاکٹر میبد تھے۔ سالانہ چندہ تین تھا۔ مطبع ارفن اسکول میں طبع ہوتا تھا۔

گارساں دتاسی اپنے خطبوں میں اس رسالے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"جو خیر خواہِ ہند نکلتا ہے۔ یہ امریکی پروٹسٹنٹ مشنریوں کا اخبار ہے۔ اس کا مقصد تبلیغ مذہبی ... بہت سے ہندوستانی رسالے ۱۸۵۷ء میں بغاوت کے رونما ہونے پر ناپید ہو گئے۔ رسالہ خیر خواہ ہند جو فار... لاطینی حروف میں شائع ہوتا تھا۔ بند ہو گیا۔ یہ رسالہ لندن کی مشنری سوسائٹی کے پادری ماتھر کے زیر ادارت ... سال سے جاری تھا۔ نہ صرف اس کو امریکن مشنری سوسائٹیوں نے چلایا بلکہ پروٹسٹنٹ مشنریوں کے ہر طبقہ کے منا... میں شائع کئے جاتے تھے (۲۵۲)

پادری عمادالدین کی تحریریں اتنی اشتعال انگیز تھیں کہ خود ایک عیسائی پادری کو لکھنا پڑا کہ اب اگر دوبارہ غدر ہوا تو پادری عمادالدین کی ایسی تحریروں کی وجہ سے ہوگا۔ اس تبصرہ کو امداد صابری صاحب اپنی اسی کتاب میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''پادری عمادالدین کے ہم مشرب پادری کریون ہدایت المسلمین پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: اگر 1857ء کی مانند پھر غدر ہوا تو اسی شخص عمادالدین کی بدعنوانیوں اور بیہودہ گوئیوں سے ہوگا۔'' مقدمہ اظہار عیسوی''

(فرنگیوں کا جال۔ صفحہ:163)

ئے ہیں :-

"اگر ۱۸۵۷ء کی مانند پھر غدر ہوا تو اسی شخص عماد الدین کی بدعنوانیوں اور بیہودہ گوئیوں سے ہوگا۔ جو اُن کو بار پندرہ روپے کو بھی کوئی نہ پوچھے اور مشن ۷۰ روپے ماہوار اور کوٹھی ملے۔ جس کے احاطہ کے اندر نہ چاہیں تو تیل نکالنے کا کولہو بھی بنالیں۔ ایسے لالچیوں کا کیا کہنا۔" چاہیئے لے

اس دور کی پھبتی بازیاں ہیں۔ اب اس سے کیا واسطہ ہے۔ بہر حال پادری عماد الدین کچھ بھی ہوں۔ ان کو پندرہ برس تحصیل علم کے لئے اکبرآباد بھیجا گیا۔ اُن ہی دنوں میں چند مسیحیوں کی صحبت آپکو حاصل ہوئی۔ اس کا کچھ اثر لیا۔ اسی ہیں ایکو مسٹر میلن ناش ہیڈ ماسٹر نارمل اسکول لاہور سے تبادلۂ خیالات کرنے کا اتفاق ہوا اور ان سے باقاعدہ انجیل پڑھنا شروع کی اور مسیحی لٹریچر پڑھا۔ کتابی و تقریری دباؤ کا اثر اس قدر غالب ہوا۔ کہ انہوں نے ۲۹ اپریل ۱۸۶۶ء کو پادری رابرٹ کلارک صاحب کے ہاتھ سے بپتسمہ لیا اور عیسائی بن گئے۔ اہلیہ پر بھی زور ڈالا تو کچھ عرصہ کے بعد مجبوراً پانچ بیٹوں اور چار بیٹیوں کے ساتھ عیسائی ہوگئیں۔ پادری صاحب ۲ سال تک سرکاری ملازمت پر رہے۔ اس کے بعد ین کا کام اختیار کیا۔ جس میں آپ گھر گھر جاتے تھے اور تبلیغ مسیحیت کرتے تھے۔ خاص طور پر امرتسر کے مسیحی محلے میں جاتے تھے الاوقات کے دس بجے تک وہیں بیٹھے رہتے تھے اور تبادلۂ خیالات کرتے رہتے تھے۔

کچھ عرصے بعد انھیں ایک مغربی دارالعلوم کی طرف سے ڈی۔ ڈی یعنی حکیم الٰہی کی ڈگری عطا کی گئی۔ ایسا معلوم ر خدمت کے آخری حصہ میں امرتسر کی فضا ان کی شخصیت کے لئے کچھ غیر موزوں سی ثابت ہوئی۔ دوستوں کی بے وفائی پاسبانی خدمت سے علیحدہ ہو کر شہر میں مکان لے لیا اور مشغلۂ تصنیف اختیار کیا۔

آخرش وہ وقت آگیا۔ جس کے لئے عماد الدین مدت سے منتظر تھے۔ اگست ۱۹۰۰ء میں سخت بیمار پڑے اور ۹ اگست کو تقال کر گئے۔

تصنیفات } دینی موضوعات پر کم از کم ۵۲ رسالے اور کتابیں لکھیں۔ جن میں سے ذیل کی قابلِ ذکر ہیں۔
(۱) تلخیص الاحادیث جلد دوم (۲) تعلیقات (۳) مکاشفات (۴) نغمۂ طنبوری (۵) تحقیق الایمان
ہدایت الضالین (۷) آثارِ قیامت (۸) من آنا (۹) حقیقِ عرفان (۱۰) واقعاتِ عمادیہ (۱۱) تعلیقات التعلیقات (۱۲) تفسیر متی

سیر اعمال۔

طرزِ تحریر نہایت بھونڈا تھا اور دل شکن قلم کے مالک تھے۔ مہذب تخیل سے بہت کم پالا پڑا تھا۔ انکی طرزِ نگارش نے تمام مسلمانوں کے دل بہت دکھائے۔ یہ بات ان کے ساتھی مشنری بھی مانتے تھے۔ چنانچہ مذکورہ بیان کریون صاحب کا بالکل ی کہنا ہے کہ ایسے مصنف ہی غدر کرانے کے باعث بنتے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ پادری صاحب کا یہ امتیاز تھا کہ وہ حضور اقدس حضرت والتحیۃ کی شان میں نازیبا گندے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ تلخیص الاحادیث اور ہدایت المسلمین اس بنا پر بہت بدنام تھی۔ چنانچہ پادری رجب علی اُن کی تصنیف ہدایت المسلمین کے بارے میں ہیں۔

لہ مقدمہ اخبار عیسوی

علامہ خالد محمود صاحب کی گواہی

''مولانا آل حسنؒ نے 1844ء کے مناظرے میں یہ شرط لگائی تھی کہ پادری صاحب جہاں بھی ہمارے پیغمبرؐ کا نام لیں تعظیمی الفاظ سے لیں اور ان کے لئے جمع کی ضمیریں استعمال کریں تاکہ مسلمانوں کو کوفت نہ ہو۔ اس کے بارے میں پادری فنڈر اپنے 29 جولائی کے خط میں لکھتے ہیں: ''خوب سمجھ لو ہم تمہارے نبی کا ذکر تعظیم کے ساتھ کرنے یا افعال اور ضمیروں کو جمع کے صیغوں کے ساتھ لانے سے معذور ہیں۔۔۔اور کسی ایسی جگہ جہاں کلام کا مقتضا ہوگا یہ بھی کہوں گا کہ محمد رسول نہیں ہیں یا جھوٹے ہیں۔'' پھر فنڈر نے اپنے 31 جولائی 1944ء کے خط میں بھی یہی لکھا ہے: ''یہ بات محال ہے کہ ہم محمد کا نام ذکر کرتے ہوئے افعال اور ضمیروں کو جمع کے صیغوں کے ساتھ لائیں۔'' یہ جواب مولانا آلِ حسنؒ کو ملا تھا۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ فرماتے ہیں، میں نے بھی اپنے مناظرے کے موقع پر یہی مطالبہ پادری فنڈر سے کیا کہ ہمارے آقا کا نام جمع کی ضمیروں سے لیا جائے تو میرے 16 اپریل 1854ء کے خط کے جواب میں پادری فنڈر نے مجھے بھی وہی جواب دیا جو اس نے صاحب استفسار کو دیا تھا۔''

(مقدمہ کتاب الاستفسار از علامہ خالد محمود۔ صفحہ: 44,45)

مطالعۂ عیسائیت

ردِّ عیسائیت پر لکھی گئی اُردو زبان میں پہلی کتاب

کتاب الاستفسار

تألیف

مناظرِ اسلام حضرت مولانا سیّد آلِ حسن مُہانی (م ۱۲۸۷ھ)

مع مُقدّمہ

مناظرِ اسلام ڈاکٹر خالد محمود

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی، مانچسٹر

دارُ المعارف

الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

پادریوں کی زبان اور شرافت

انگریزی تہذیب کے دلدادہ انگریزوں کی متانت اور سنجیدگی کے عمومی طور پر قائل ہیں اور علماء اسلام کو یہ عام طور پر غیر مہذب سمجھتے ہیں۔ ان کا ایسا سمجھنا بھی دراصل اسی انگریزی تہذیب کا نتیجہ ہے۔ ہم یہاں پادریوں کی اس زبان اور شرافت کا پتہ دینا چاہتے ہیں جو عیسائیوں کے چوٹی کے پادریوں نے اختیار کر رکھی تھی۔ حضرت مولانا آل حسن مہانی کا پادری فنڈر سے ۱۸۴۴ء (تحریک آزادی ہند ۱۸۵۷ء سے تیرہ سال پہلے) میں تحریری مناظرہ ہوا تھا۔ ان کے بارے میں پادری صاحب کی زبان ملاحظہ ہو۔ پادری فنڈر حل الاشکال کے ص۱۱۷ پر مولانا آل حسنؒ مصنف کتاب الاستفسار کے بارے میں یہ الفاظ لکھتا ہے:-

یہ شخص فہم میں بت پرست سے بھی کم ہے اور کفر میں یہودیوں سے بڑھ کر ہے۔ ص۱۱۷

پھر آگے جا کر لکھتا ہے:

جناب فاضل ص۵۹۲ پر انتہائی کافرانہ انداز میں لاپرواہی سے کہتے ہیں۔ ص۱۱۸

پھر آگے یہ بھی لکھا ہے:-

انصاف اور ایمان دونوں جناب فاضل کے دل سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ص۱۲۰

مولانا آل حسنؒ نے ۱۸۴۴ء کے مناظرے میں یہ شرط لگائی تھی کہ پادری صاحب جہاں بھی ہمارے پیغمبرؐ کا نام لیں تعظیمی الفاظ سے لیں اور ان کے لیے جمع کی ضمیریں استعمال کریں تاکہ مسلمانوں کو کوفت نہ ہو۔ اس کے جواب میں پادری فنڈر اپنے ۲۹ جولائی کے خط میں لکھتے ہیں:-

خوب سمجھ لو ہم تمہارے نبی کا ذکر تعظیم کے ساتھ کرنے یا افعال اور ضمیروں کو جمع کے صیغوں کے ساتھ لانے سے معذور ہیں — یہ بات ہمارے لیے قطعی ناممکن ہے...... اور کسی ایسی جگہ جہاں کلام کا مقتضا ہو گا یہ بھی کہوں گا کہ محمد رسول نہیں ہیں یا جھوٹے ہیں۔

پھر فنڈر نے اپنے ۳۱ جولائی ۱۸۴۴ء کے خط میں بھی یہی لکھا ہے:-

در یہ بات محال ہے کہ ہم محمد کا نام ذکر کرتے ہوئے افعال اور ضمیروں کو جمع کے

صیغوں کے ساتھ لائیں؟

یہ جواب مولانا آل حسنؒ کو ملا تھا۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ فرماتے ہیں۔ میں نے بھی اپنے مناظرے کے موقع پر یہی مطالبہ پادری فنڈر سے کیا کہ ہمارے آقا کا نام جمع کی ضمیروں سے لیا جائے تو میرے ۱۶ اپریل ۱۸۵۴ء کے خط کے جواب میں پادری فنڈر نے مجھے بھی وہی جواب دیا جو اس نے صاحب استفسار کو دیا تھا۔

اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان پادریوں کے سینے کس طرح حضور رسالت مآبؐ کے بغض اور کینے سے بھرے ہوئے ہیں۔ وما تخفی صدورھم اکبر اور جو بات ان کے سینوں میں چھپی ہوئی ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

پادری فنڈر کے رسالہ مراسلات میں وہ تمام خطوط درج ہیں جو اس کے اور حضرت مولانا آل حسنؒ کے مابین ۱۸۴۴ء اور ۱۸۴۵ء میں لکھے گئے۔ ان مراسلات میں مناظرے کے مضامین یہ تھے:۔

۱۔ تحریف بائبل ۲۔ الوہیت مسیح اور تثلیث ۳۔ رسالت محمدیؐ

مولانا آل حسنؒ اور پادری فنڈر کی یہ خط و کتابت عیسائیوں نے حل الاشکال کے ساتھ شائع کر دی ہے۔

آپ اندازہ کریں ایک قوم جو سیاسی طور پر مغلوب کی جا چکی ہو، اس کے لیے فاتح قوم سے اپنے پیغمبر کے حق میں اس قسم کی زبان سننا کس قدر دل آزاری کا سامان ہوگا۔ مگر آفرین علماء حق پر جنہوں نے آگ کے سمندر میں کود کر بھی اپنے آقا و مولیٰ کی شان میں ذرہ بے دردی نہ آنے دی اور جب بھی کسی گستاخ نے آپ کی شان میں کوئی ایسی بات کی مسلمانوں نے ترکی بہ ترکی جواب دے کر موت و حیات کے فاصلوں کو ختم کر دیا۔

علمائے حق کی مدافعت کا پادریوں پر اثر

علماء حق کی علمی گرفت سے پادریوں کے سامنے ان کی اپنی مایۂ ناز کتابوں کی حقیقت کھلی تو انہوں نے اپنی کتابوں میں حک و اضافہ اور ترامیم شروع کر دیں اور یہ بات ان لوگوں کے لیے کوئی

مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب کی گواہی

’’چونکہ پادری صاحبان بزعم خود منبع کمالاتِ لامتناہی جناب رسالتِ پناہ ﷺ کی ذات، ارشادات اور کلامِ الٰہی قرآنِ مجید پر محض تعصب کی وجہ سے زبان درازی کرتے ہیں حالانکہ یہ باتیں اور مضامین بلکہ اس سے بھی زائد خود ان کی کتب مقدسہ میں بھی موجود ہیں۔‘‘

(ازالۃ الاوہام۔جلداوّل۔صفحہ:116)

اِزالۃ الاوہام

جلد ۱

متکلم اسلام، محقق مذاہب عالم، مجاہد حق حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی ردِ عیسائیت پر فارسی زبان میں سب سے پہلی نایاب کتاب جو موصوف نے ۱۲۶۹ھ ۱۸۴۸ء میں تصنیف کی جس میں عیسائیت کے بڑے اعتراضات کے الزامی تحقیقی، عقلی و نقلی، مکمل و مدلل، جامع و مسکت جوابات دیے گئے ہیں نیز مسئلہ تثلیث اور بشارات محمدی ﷺ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

تالیف

متکلم اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ و تقدیم شرح و تحقیق

مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی

تقریظ پسند فرمودہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

مکتبہ دار العلوم کراچی

اسکو حواری قرار دیتے ہیں اور مفترض الطاعہ شمار کرتے ہیں بلکہ وہ خود بھی حواریوں کے ہم مرتبہ ہونے کا دعویدار ہے چنانچہ کرنتھیوں کے نام اپنے دوسرے خط کے باب ۱۱ میں لکھتا ہے ''میں تو اپنے آپ کو ان افضل رسولوں سے کچھ کم نہیں سمجھتا'' (۱) اسی طرح دوسری جگہوں پر اپنے منہ سے اپنی تعریف وتوصیف کرتا ہے اور شریعتِ موسوی کے خلاف سخت وست کلمات زبان پر لاتا ہے جیسا کہ باب اول کی فصل اول میں اعتراضِ اول کے تحت معلوم ہو جائے گا۔ جب پولس دوسری مرتبہ ۶۵ء میں روم آئے تو وہاں کے لوگوں نے انکو اس وجہ سے کہ وہ مسیحیت کی طرف دعوت دے رہے ہیں بذریعہ شمشیر قتل کر دیا (۲) اسی سال پطرس حواری بھی درجہ شہادت پا گیا اور ان دو بزرگوں کے قتل سے پہلے ۴۴ء میں یعقوب حواری کو ہیرودیس بادشاہ نے بذریعہ شمشیر قتل کر دیا۔ چنانچہ یعقوب حواری کی شہادت کے حالات ''رسولوں کے اعمال'' باب ۱۲ میں مذکور ہیں۔ عہد عتیق وجدید کے بارے میں کچھ تفصیل لکھ دی گئی ہے اب اس مقدمہ کو چند فوائد پر ختم کیا جاتا ہے۔

فائدہ اوّل

چونکہ پادری صاحبان بزعم خود منبع کمالاتِ لامتناہی جنابِ رسالتِ پناہ ﷺ کی ذات، ارشادات اور کلامِ الٰہی قرآنِ مجید پر محض تعصب کی وجہ سے زبان درازی کرتے ہیں حالانکہ یہ باتیں اور مضامین بلکہ اس سے بھی زائد خود انکی کتب مقدسہ میں بھی موجود ہیں چنانچہ انشاء اللہ ہر اعتراض کے جواب میں اپنے موقعہ پر آپ سن لیں گے اور آپکو علمِ یقینی حاصل

---

(۱) کرنتھیوں کے نام پولس رسول کا دوسرا خط باب ۱۱ آیت ۵

(۲) پولس کے تفصیلی تعارف کیلئے ملاحظہ ہو۔

۱۔ عیسائیت کیا ہے؟ (مقدمہ بائبل سے قرآن تک) مصنفہ مولانا محمد تقی عثمانی۔ ص ۱۰۳۔ مطبوعہ ۲۰۰۲ء مکتبہ دار العلوم کراچی

''اگر فرقہ پروٹسٹنٹ کے پادری صاحبان صرف بائبل کے ترجمے بانٹنے اور سنانے پر اکتفا کرتے تو مسلمانوں کو ان سے تعرض کرنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن یہ لوگ اپنی تقریر و تحریر میں نہ صرف اصولِ اسلام پر طعن و تشنیع کرتے ہیں بلکہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ذات والا صفات پر بھی زبان طعن دراز کرتے ہیں۔''

(اعجاز عیسوی۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی۔ صفحہ:14)

اِعجازِ عیسوی جدید

تالیف

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہٗ

تحریف بائبل اور اس میں موجود تضادات پر نامور محقق کی نادر علمی تحریر
اردو کے نئے پیرہن میں ـــــ تردید عیسائیت پر حوالہ کی مشہور کتاب

تسہیل و تحقیق و تشریح و حواشی

حضرت مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

جناب مولانا محمد محترم فہیم عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

جناب مولانا حسین احمد نجیب

ادارہ اسلامیات

۱۹۰ - انارکلی ○ لاہور۲

اور خدا کی سینکڑوں رحمتیں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آل واصحاب پر جن کے وسیلہ سے کفر و گمراہی کا نقش دنیا سے مٹا اور مخلوق کے دل میں بُت پرستی، آتش پرستی اور تثلیث کے خار وخس کے بجائے توحید کے پودے پروان چڑھے۔

امّا بعد!

اگر فرقۂ پروٹسٹنٹ[1] کے پادری صاحبان صرف بائبل کے ترجمے بانٹنے اور سنانے پر اکتفا کرتے تو مسلمانوں کو اُن سے تعرض کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن یہ لوگ اپنی تقریر و تحریر میں نہ صرف اصولِ اسلام پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، بلکہ حضرت خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات پر بھی زبان طعن دراز کرتے ہیں اور کبھی کبھی اپنی تحریر و تقریر میں یہ دعوے بھی کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان اعتراضات کا جواب دے گا

[1] آج کل عیسائیوں کے دو بڑے فرقے معروف ہیں، ایک فرقہ رومن کیتھولک Roman Catholic کہلاتا ہے، یہ عیسائیوں کا قدامت پسند فرقہ ہے اور اس کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ عیسائیت کے اصلی اور قدیم اعمال و نظریات پر قائم ہے۔ دوسرا فرقہ پروٹسٹنٹ (Protestant) کہلاتا ہے، یہ فرقہ سولھویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا۔ اس کے بانی مارٹن لوتھر نے یہ دعوے کیا تھا کہ کلیسا کے پاپاؤں نے عیسائیت کی اصل شکل و صورت بگاڑ دی ہے اور اس میں بہت سی بدعتیں شامل کر دی ہیں۔

"پروٹسٹنٹ" کے لغوی معنی "احتجاج کرنے والے" کے ہیں۔ اور چونکہ اس فرقہ نے کلیسا کے پاپاؤں سے ان بدعتوں پر احتجاج کیا تھا اس لئے اس کو پروٹسٹنٹ کہتے ہیں۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے درمیان بہت سے نظریاتی اختلافات ہیں۔ جن میں سے اہم ترین یہ ہیں کہ مؤخر الذکر فرقہ بپتسمہ اور عشاء ربّانی کے سوا کسی اور مذہبی رسم کا قائل نہیں جبکہ رومن کیتھولک کلیسا میں بہت سی مذہبی رسوم انجام دی جاتی ہیں۔ نیز رومن کیتھولک فرقہ چودہ ایسی کتابوں کو بھی بائبل میں شامل کرتا ہے جو کہ پروٹسٹنٹ فرقے کے نزدیک اس میں شامل نہیں ہیں۔

تو ہمیں کوئی رنج نہیں ہوگا۔

جن مسائل میں ہمارا عیسائیوں سے اختلاف ہے اور جن پر ان کی طرف سے بحث و مباحثہ کا بازار گرم ہے اُن میں سے ایک اہم مسئلہ تحریف[1] کا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ باقی تمام مسائل اسی کی فرع ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہُوا کہ اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی جائے اور اس میں عہدِ عتیق[2] اور عہدِ جدید[3] کی کتابوں کا حال ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے تاکہ اس سے مسلمانوں کے دعویٰ کی حقانیت بخوبی واضح ہوسکے۔

تحریف کا مطلب

سب سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں:۔

(۱) "تحریف" کا مطلب ہے کسی بات کو بدل ڈالنا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک "تحریف معنوی" یعنی کسی عبارت کے الفاظ میں اپنی طرف سے کوئی ردّ و بدل تو نہ کیا جائے لیکن اس کے معنی بگاڑ دیئے جائیں۔ دوسری "تحریف لفظی" یعنی عبارت کے الفاظ ہی میں ترمیم کر دی جائے۔ پھر "تحریف لفظی" کی بھی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک لفظ کو ہٹا کر اس کی جگہ کوئی دوسرا لفظ رکھ دیا جائے۔ دوسری یہ کہ عبارت میں کوئی لفظ اپنی طرف سے بڑھا

[1] یعنی مسلمان یہ کہتے ہیں کہ بائبل کی کتابوں میں تحریف ہوگئی ہے اور وہ اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں رہیں اور عیسائیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ الہامی کتابیں ہیں اور ان میں کوئی تحریف نہیں ہوئی۔

[2] "عہد عتیق" یا "پرانا عہد نامہ" old testament بائبل کا پہلا حصہ ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت ملاخیا (یا ملاکی) علیہ السلام تک مختلف پیغمبروں پر نازل ہونے والے صحیفے جمع کئے گئے ہیں اور

[3] "عہد جدید" یا "نیا عہد نامہ" New testament بائبل کا دوسرا حصہ ہے جس میں چاروں انجیلیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرف منسوب خطوط اور مکاشفات وغیرہ ہیں۔

سیّد محمد الحسنی صاحب کی گواہی

پادریوں کی طرف سے کوچۂ و بازار میں ۔۔۔عیسائیت کی علانیہ تبلیغ ہو رہی تھی اور نبوت محمدی اور کلامِ الٰہی مورد اعتراض اور ہدف اعانت بنایا جارہا تھا۔“

(سیرت مولانا محمد علی مونگیری بانی ندوۃ العلماء۔صفحہ:64)

سیرت
مولانا سیّد محمد علی مونگیریؒ
بانی ندوۃ العلماء

از

سیّد محمد الحسنی

رہنمائی و نگرانی

مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی

ناشر:-

فضل ربی ندوی

ناشر مجلس نشریات اسلام

۱۔کے۔۳۔ناظم آباد نمبر۱ کراچی نمبر۱۸

www.abulhasanalinadwi.org

ہندستان کے عیسائیوں کو اول الذکر کتاب پر بہت ناز اور اعتماد تھا متعدد علماء نے اس کا جواب دینے کا ارادہ کیا لیکن اُن کا یہ ارادہ پایۂ تکمیل کو نہ پہونچا مسلمانوں میں اس کی وجہ سے ایک گونہ انتشار پیدا ہو رہا تھا۔ اکثر ایسا ہوا کہ مسلمانوں نے باقاعدہ جاکر بعض علماء سے درخواست کی لیکن چونکہ اس خطرہ کا اُن کو پورا احساس نہ تھا اس لئے آمادگی ظاہر کرنے کے باوجود وہ کوئی عملی قدم نہ اُٹھا سکے۔

مولانا رحمت اللہ اور ڈاکٹر وزیر خاں اس وقت مکۂ معظمہ میں موجود تھے، مسلمانوں کا ایک وفد مکۂ معظمہ اِس غرض سے گیا کہ غالباً مولانا سے اس سلسلہ میں کوئی بڑی مدد مل سکے گی، لیکن اس صورت سے بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا[1]۔ پشاور کے ایک مشہور اور ممتاز واعظ اور عالم نے اس کا وعدہ کیا، لیکن بدقسمتی سے وہ بھی اِس خدمت کو انجام نہ دے سکے[2]۔ بعض علماء وہ تھے جو صرف اُن مسائل کی تحقیق کے حق میں تھے جو مستشرقین یورپ نے پیدا کر دیئے تھے۔ پادریوں کی طرف سے کوچہ و بازار میں جس طرح عیسائیت کی علانیہ تبلیغ ہو رہی تھی اور نبوتِ محمدیؐ اور کلامِ الٰہی موردِ اعتراض، اور ہدفِ اہانت بنایا جا رہا تھا اس کی طرف ان کو زیادہ توجہ نہ تھی، اِسلئے کہ ان کے نزدیک اس کا تعلق فنِ مناظرہ سے تھا، اور وہ اس کو بُرا سمجھتے تھے، حالانکہ ان حالات میں اس کی ضرورت اسی طرح قائم تھی، ہاں شرط یہ تھی کہ اس کے لئے جدید اسالیب اختیار کئے جائیں اور نیا طرز اپنایا جائے۔ مولانا محمد علی اس بات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

---

[1] غالباً مولانا کو بعد مسافت اور پیرانہ سالی کی وجہ سے پوری توجہ کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ [2] یہ معلومات "پیغامِ محمدی" سے اخذ کئے گئے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کی گواہی

''عیسائی مشنری سرِ بازار علی الاعلان چیلنج کرتے پھرتے کہ ان الزامات کا جواب دو، جواب دینا تو کجا مسلمان ان نا قابل برداشت الزامات کو سنتا تھا اور خاموش ہو جاتا تھا، پہلے رسول اللہ کی عزت و آبرو کی خاطر اپنی جان و مال اور آل اولاد کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔اس وقت اس کو اپنی جان زیادہ پیاری تھی اس لیے عیسائی مشنری ان پر حاوی ہو گئے تھے اور مسلمانوں کے خاندان عیسائی بننے پر آمادہ ہونے لگے تھے۔''

(چراغ محمدؐ۔ سوانح حیات سیّد حسین احمد مدنی۔صفحہ:54)

سوانح حیات قطب الارشاد والتکوین

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہٗ

چراغِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

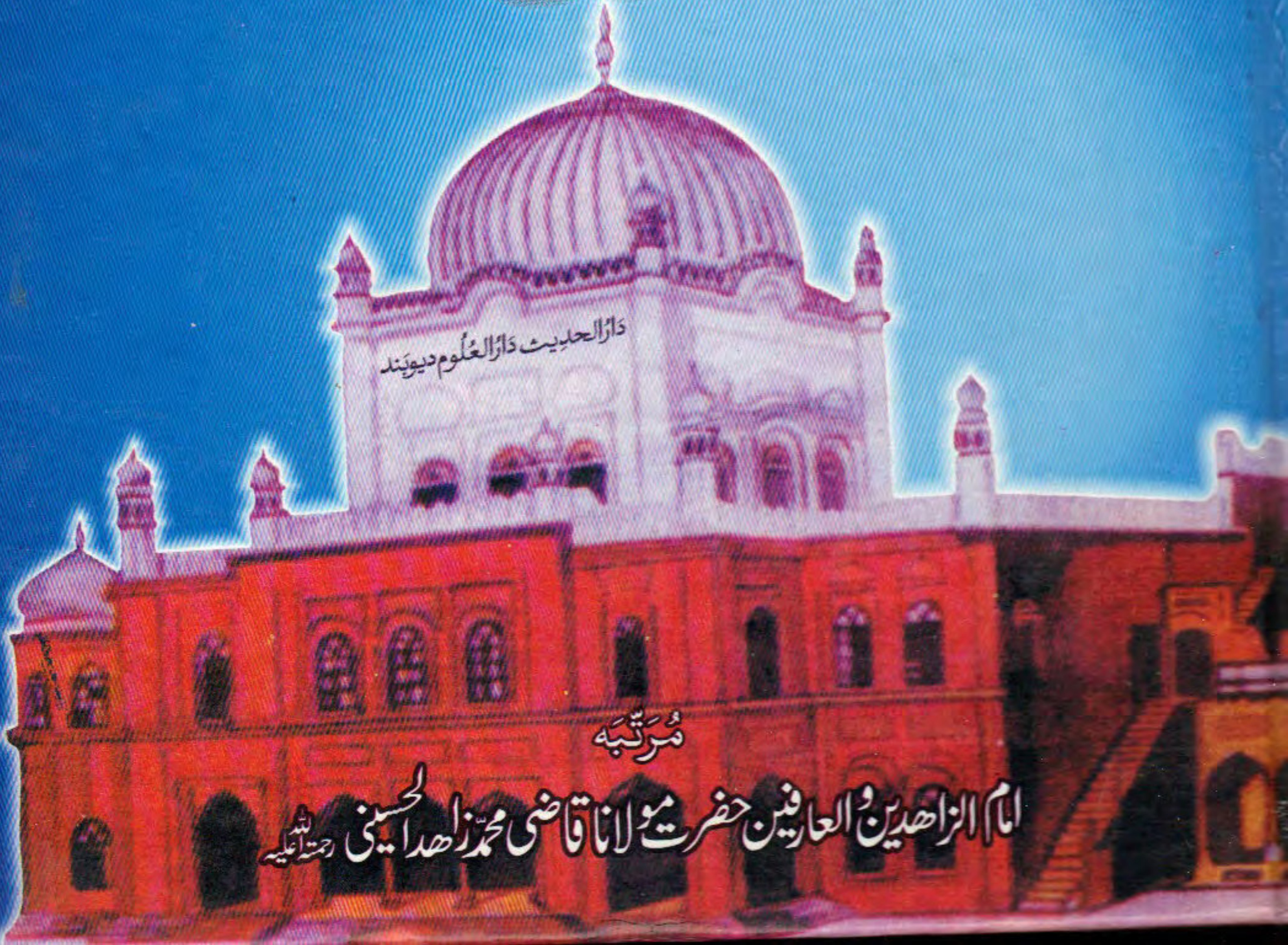

مُرتّبہ

امام الزاہدین والعارفین حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

(۶) اسلام جہاد (بزورِ شمشیر) کے ذریعہ پھیلا ہے۔

(۷) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی نہیں آتی تھی بلکہ وہ صرع کی بیماری تھی جس میں (نعوذ باللہ) وہ مُبتلا تھے۔

(۸) حضورِ اقدس کی ذاتِ اقدس پر شرمناک و نازیبا الزامات و حملے۔

(۹) ازواجِ مطہرات کی ذات پر ناپاک الزامات۔

عیسائی مشنری سرِ بازار علی الاعلان چیلنج کرتے پھرتے کہ ان الزامات کا جواب دو، جواب دینا تو کجا مسلمان اِن ناقابلِ برداشت الزامات کو سنتا تھا اور خاموش ہو جاتا تھا، پہلے رسول اللہ کی عزت و آبرو کی خاطر اپنی جان و مال اور آل اولاد کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ اس وقت اُس کو اپنی جان زیادہ پیاری تھی اس لیے عیسائی مشنری اُن پر حاوی ہو گئے تھے اور مسلمانوں کے خاندان کے خاندان عیسائی بننے پر آمادہ ہونے لگے تھے، چنانچہ عماد الدین پانی پتی مع اپنی اولاد کے عیسائی ہو گیا اور ان کے باپ چراغ الدین اور ان کے بھائی خیر الدین نے بھی عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور صفدر علی، رجب علی بھی اسلام کو خیرباد کہہ کر عیسائی بن گئے تھے۔ برنیر نے کہا تھا: "یقین نہیں کہ دس برس میں بھی ایک مسلمان عیسائی ہو جائے" لیکن یہاں اس کے برعکس عمل ہو رہا تھا۔

مگر اس پُر آشوب زمانہ میں اللہ کے نیک بندے اور شمع توحید کے پروانے بھی تھے، مولانا آلِ حسن صاحبؒ نے انہی حالات میں ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۴ء ردِّ نصاریٰ میں ایک کتاب "استفسار" شائع کی جس میں پادری فانڈر کی کتاب "میزان الحق" کے اعتراضات کے جوابات بھی تھے۔

اس کے بعد مولانا رحمت اللہ صاحبؒ نے کتب ردِّ نصاریٰ لکھیں لیکن انہوں نے اس پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ آگرہ میں پادری فانڈر کی کوٹھی پر اسلام کی حقانیت ثابت کرنے اور عیسائیت کی تکذیب کرنے کے لیے پہنچے اور اس کو مناظرہ کی دعوت دینے گئے، وہ نہیں ملا تو خط و کتابت سے مناظرہ طے کیا، چنانچہ اپریل ۱۸۵۴ء/۱۲۷۰ھ میں دو روزہ تاریخی مناظرہ آگرہ میں پادری فانڈر سے ہوا، جس میں پادری فانڈر کو ماننا پڑا کہ انجیل مقدس میں تحریف ہوئی ہے، اس مناظرہ میں مولانا رحمت اللہ صاحبؒ کے شریک ڈاکٹر محمد وزیر خان صاحبؒ تھے۔[۱]

---

[۱] ہندوستان میں اسلام کو ختم کرنے کے لیے جو دوسرا حملہ عیسائی مشنریوں کی طرف سے ہوا اس کا خاتمہ مولانا رحمت اللہ صاحبؒ اور ان کے حامیوں نے کس طرح کیا؟ اس کی پوری کیفیت مولانا صابری کی تالیف "فرنگیوں کا جال" پڑھئے۔

مولانا اسیر ادروی صاحب کی گواہی

''کئی ایک مسلمان اہل علم نے عیسائیت قبول کرلی تھی اور باقاعدہ پادری بن کر عیسائیت کی تبلیغ میں مصروف تھے اور یورپین پادریوں سے کہیں زیادہ یہ کالے پادری اسلام کے خلاف زہر اگل رہے تھے۔''

(مجاہدِ اسلام۔سوانح حیات مولانا رحمت اللہ کیرانوی۔صفحہ 116)

مجاہدِ اسلام

مولانا رحمت اللہ کیرانوی رح

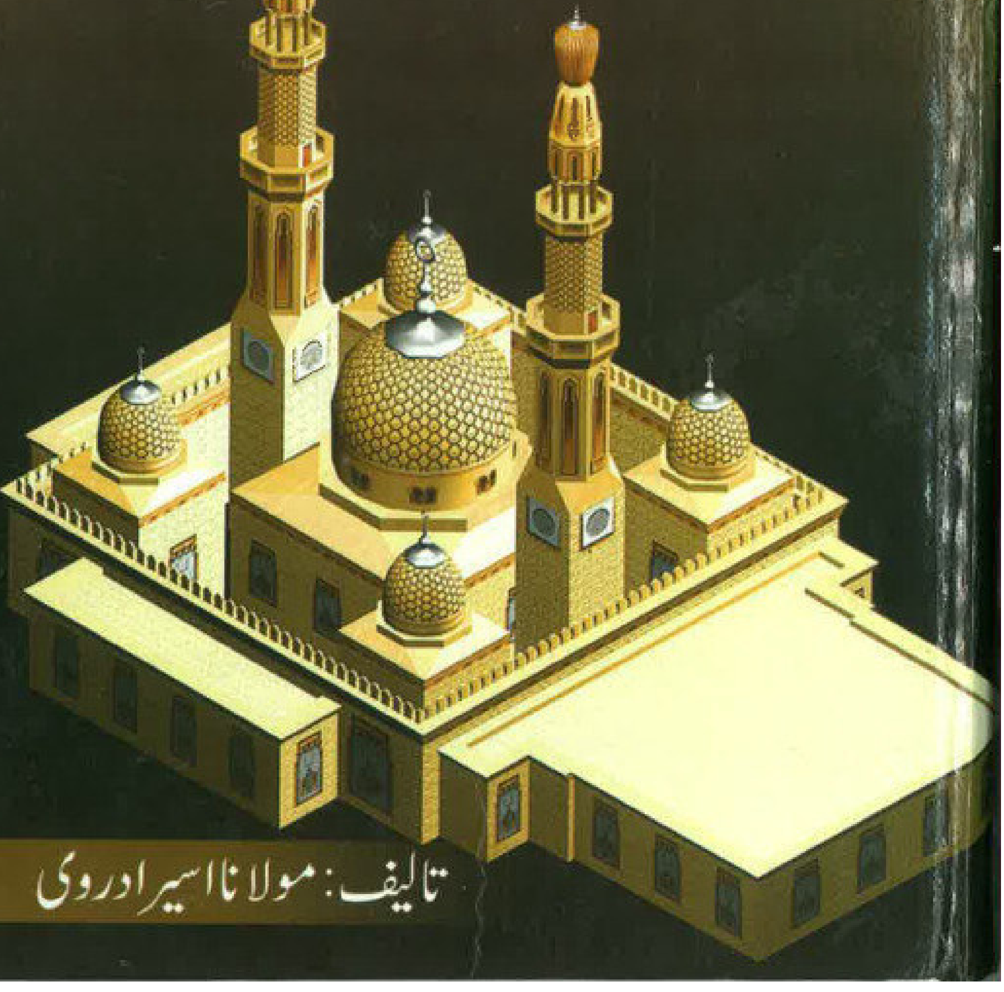

تالیف: مولانا اسیر ادروی

میں مہارت ہر شک وشبہہ سے بالاتر تھی، جن کے فضل وکمال کا پورے ملک میں شہرہ تھا
،جن کی دینداری، اسلام دوستی ان کے ایمان واخلاص میں کسی شبہہ کی گنجائش نہیں تھی
وہ تمام علماء تبلیغ عیسائیت میں کمپنی کی حکومت کے جبر وقہر کو دیکھ رہے تھے، لاکھوں لاکھ
ہندوستانی عیسائی بنائے جا چکے تھے، کئی ایک مسلمان اہل علم نے عیسائیت قبول کرلی
تھی اور باقاعدہ پادری بن کر عیسائیت کی تبلیغ میں مصروف تھے اور یورپین پادریوں
سے کہیں زیادہ یہ کالے پادری اسلام کے خلاف زہر اگل رہے تھے، یہ سارے حالات
علماء ہند کے سامنے موجود تھے، کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے لیکن آدھی صدی بیت
جانے کے باوجود ایک آواز بھی عیسائیت کی اس جبری تبلیغ کے خلاف سنائی نہیں دیتی
تھی سوائے ان چند رسالوں کے جو ہندوستانی کالے پادریوں کی کاتبوں کے جواب
میں لکھے گئے اور کوئی سرگرمی نظر نہیں آتی تھی، خاکم بدہن کیا ان علماء کے دلوں میں
ایمان نہیں تھا؟ اسلام سے محبت نہیں تھی؟ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے عشق نہیں
تھا؟ یقیناً تھا، وہ سچے اور پکے مسلمان تھے، وہ تنہائیوں میں اسلام کی مظلومیت پر آنسو
بہاتے تھے، خون کے آنسو روتے تھے، یہ صورت حال ان کے لئے سوہان روح بنی
ہوئی تھی لیکن خوف وہراس کا وہ عالم تھا کہ دل سینوں میں تھرتھرا رہا تھا، زبان منہ میں
لڑکھڑا رہی تھی، آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی وہ محسوس کررہے تھے کہ تبلیغ عیسائیت
حکومت کے منصوبہ بند پروگرام کے مطابق ہورہی ہے ان کو یقین تھا کہ اگر حکومت کو
ذرا بھی شبہہ ہوگیا کہ کوئی شخص حکومت کے منصوبے کو سبوتاژ کرنے والا ہے یا اس کو
ناکام کرنے کی سازش کررہا ہے تو تختہ دار پر کسی نہ کسی بہانے پہونچا دیا جائے گا،
صورت حال یہ تھی کہ رخصت پر عمل کرنے والے بہت تھے، عزیمت کا کوئی آہنی پیکر
نظر نہیں آرہا تھا، وہ ذات تنہا مجاہد اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی تھی، جس مناظرہ
کی شہرت ہندوستان سے لے کر لندن تک تھی، ہندوستان کی پوری حکومت اور

توہینِ مسیحؑ کا الزام

جب مسیحی علماء نے نبی اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں دریدہ دہنی اور بدزبانی کی انتہا کردی تو سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الزامی طور پر انجیل میں بیان کردہ یسوع مسیحؑ کے کرداراور حسب نسب کو پیش کیا۔اس پر آج کے غیراحمدی مسلمان علماء حضورؑ پر توہینِ مسیحؑ کا الزام لگاتے ہیں۔حالانکہ حضورؑ سے پیشتر دیگر مسلمان علماء نے،جنہیں آج کے تمام غیراحمدی علماء، بریلوی، دیوبندی اوراہلحدیث،اپنے مسلّمہ بزرگ مانتے اورانہیں ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھتے ہیں،مسیحیوں سے مناظروں اورمباحثوں میں،ردِّعمل کے طور پر،تقریباً ویسی ہی زبان اورالفاظ استعمال کیئے جن پر حضورؑ کوالزام دیا جاتا ہے۔ملاحظہ فرمایئے یہ حوالہ جات:

مولانا آل حسن مُہانی صاحب

''۔۔۔ان کا اصل دین وایمان اگر یہ ٹھہرا ہے کہ خدا مریم کے رحم میں جنین بن کر خون حیض کا کئی مہینے تک کھاتا رہا اور علقہ سے مضغہ بنا اور مضغے سے گوشت اور اس میں ہڈیاں بنیں۔ بعد اس کے مخرج معلوم سے نکلا اور ہگتا مُوتتا رہا۔ یہاں تک کہ جوان ہو کر اپنے بندے یحییٰ کا مرید ہوا اور آخر کار ملعون ہو کر تین دن دوزخ میں رہا۔ اور یعقوب سے کشتی لڑنے میں بدوں اس کے کہ یعقوب کے پاؤں کی نس چڑھا دی اسے مغلوب نہ کر سکا۔ اور اسحٰق کی دعا جو عیص کے حق میں تھی یعقوب کی جعلسازی سے یعقوب کے حق میں سمجھا اور آدمیوں کو بنا کر پشیمان ہوا اور گئوسالہ اور بت پرستوں اور زنا کاروں اور ولدالحرام لوگوں کو معاذ اللہ شافع امّت اور نبی بنایا۔''

(کتاب الاستفسار۔ صفحہ 448)

مطالعۂ عیسائیت

ردِ عیسائیت پر لکھی گئی اُردو زبان میں پہلی کتاب

کتاب الاستفسار

تالیف

مناظرِ اسلام حضرت مولانا سید آلِ حسن مہانی رحمۃ اللہ علیہ

مع مقدمہ

مناظرِ اسلام ڈاکٹر خالد محمود

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

دار المعارف

پہنچتا۔ اس لیے کہ ان کا اصل دین و ایمان اگر یہ ٹھہرا ہے کہ خدا مریم کے رحم میں جنین بن کر خون حیض کا کئی مہینے تک کھاتا رہا، اور علقہ سے مضغہ بنا اور مضغے سے گوشت اور اس میں ہڈیاں بنیں بعد اس کے فرج معلوم سے نکلا اور بچہ کا موتتا رہا یہاں تک کہ جوان ہو کر اپنے دشمنوں سے [illegible] کا مردہ ہوا اور آخر کار ملعون ہو کر تین دن دوزخ میں رہا۔ تو یعقوب سے کشتی لڑنے میں جو وہ اس کے کہ یعقوب کے پاؤں کی نس چڑھا دی اسے مغلوب نہ کر سکا۔ تو اسحاق کی دعا جو عیسو کے حق میں تھی یعقوب کی حیلہ سازی سے یعقوب کے حق میں سمجھا اور آدمیوں کو بنا کر پشیمان ہوا اور گوسالہ اور بت پرستی اور زنا کاری اور [illegible] لوگوں کو [illegible] اور نبی بنایا۔ تو ایسے خدا کے لیے انصاف کرو کہ اچھی باتوں میں کسی بات سے خدا کی قدوسیت میں فرق نہیں آتا اور جو صرف [illegible] اور غلمان اور شراب و کباب کے بہشت میں ہونے کا ذکر کیا تو اس کی قدوسیت میں فرق لگا۔ اور جواب تحقیقی اس کا یہ ہے کہ پادری صاحب غلط کہتے ہیں۔ حور و غلمان اور شراب و کباب کے بہشت میں دینے سے خدا میں کچھ نقصان لازم نہیں آتا ہے جو لوگ خدا کے لیے اپنے تئیں فنا کرتے ہیں ان کے لیے آخرت میں جو مزہ داریاں ہوں سو تھوڑی ہیں۔ پادری صاحب کو جب تک اس کا ایمان نہیں ہوگا نہیں ملیں گی خاطر جمع رکھیں۔

قولہ صفحہ [illegible] دوزخ آدمی کو جب تب ابدی [illegible] راحت و لذت و عیش روحانی [illegible] لذات و عیش نفسانی [illegible] خوشحالی [illegible] اس کے [illegible] میں [illegible] کہ یہ سب باتیں بہشت میں [illegible] لذت جسمانی کا ہونا اگر ممتنع عقلی ہے تو اس کی دلیل بیان کرنا اور تثلیث وغیرہ امور باطلہ کو [illegible] سے دور کرنا چاہیے، اس لیے کہ فقط وہ باتیں باطل ہیں۔ اور اگر اس جہت سے ان لذات کا انکار ہے کہ انجیل میں صراحتاً مذکور نہیں ہے تو چاہیے کہ موسیٰ کی کتاب سے بھی انکار کیا جائے اس لیے کہ اس میں کہیں قیامت اور بہشت اور دوزخ کا ذکر نہیں اور انجیل میں ہے۔ تو میں جانتا ہوں کہ [illegible] کی عداوت کی راہ سے وہ جملہ [illegible] یہودیوں نے قیامت وغیرہ کے ذکر کو توریت سے نکال ڈالا کیوں کہ [illegible] کے لوگ معاد جسمانی کے منکر تھے اور اگلے نسخے کم تھے گم ہو گئے اور پچھلے نسخے پھیل گئے دوسرا جواب یہ عجیب بات ہے کہ توریت کے احکام ظاہری تو دنیا میں مبدل یا باطل ہو جائیں۔ اور

''چنانکہ حضرت عیسیٰ باوجودیکہ ہمہ تن روح تھے۔معہذا انجیل اوّل کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں لکھا ہے کہ بڑے کھاؤ اور بڑے شرابی تھے۔اور خود بھی اس بات کا اقرار کرتے تھے۔''

(کتاب الاستفسار صفحہ 449)

لذائذ جسمانی آخرت میں بھی ہیں لذائذ روحانی نہ ہونے پاویں نہیں معلوم یہ کس امر کا مقتضی ہے۔
اور دیکھئے کہ پہلی انجیل کے نویں باب کے چودہویں اور پندرہویں درس سے ظاہر ہے کہ جب حضرت
یحییٰ کے شاگردوں نے حضرت عیسیٰ کے سامنے ان کے حواریوں پر روزہ نہ رکھنے کا اعتراض کیا تو
حضرت عیسیٰ نے جواب دیا کہ کیا براتی جب تک دولہا ان کے ساتھ ہے غم کا روزہ رکھ
سکتے ہیں لیکن وہ دن آئیں گے جب دولہا ان سے جدا ہوگا تب وہ روزہ رکھیں گے۔ دیکھئے کہ حواری
حضرت عیسیٰ کے سبب صحبت عیسوی کے احکام روح کے مغلوب ہو رہے تھے تو ان کے لیے
بے ریاضت یعنی ہمیشہ کھاتے پیتے رہنا اور کبھی روزہ نہ رکھنا کچھ مضر نہ ہوا اسی طرح سمجھ لیجئے کہ جنت
میں جو حقیقی دولہا کے جدا ہونے کا کسی طرح کا احتمال بھی نہیں۔ اگر لذائذ جسمانی سے وہ لوگ بہرہ ور رہیں
تو کیا مستبعد ہے اور کس دلیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس طرح دنیا میں بسبب لذائذ جسمانی کے لذائذ روحانی میں خلل آتا ہے
اسی طرح عاقبت میں بھی لذائذ جسمانی اور لذائذ روحانی میں کچھ کشمکش اور تنازع ہوگا۔

بلکہ حق یہ ہے اور تقاضا واجب التسلیم ہے کہ دونوں لذائذ روحانی اور لذائذ جسمانی دونوں
ایک جگہ جمع ہو جاویں اور ہرگز کسی طرح کی کشمکش اور تنازع ان میں باقی نہ رہے اور جس طرح کمال لذات
جسمانی ہو اسی طرح جنت میں اسی لذات میں وہ کیفیت ہو جو دنیا میں بڑے بڑے عارفوں کو کمال ترقی کے
وقت حاصل ہوتی ہے بلکہ اس سے بمراتب زیادہ۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ باوجودیکہ
ہمہ تن روح تھے موافق انجیل اول کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں لکھا ہے کہ لوگ ان کو کھاؤ اور
بڑے شرابی تھے اور خود بھی اس بات کا اقرار کرتے تھے۔

پس جب ہوگا وہ اس عالم میں کھاؤ اور شرابی ہونا حضرت ہوئے تو اس عالم میں جو احکام روحانی
سراسر غالب ہوں گے تو کیا بھی حضرت لذائذ جسمانی سے محترز نہیں ہو سکتے اور تکالیف شرعیہ تو
صرف اسی دار العمل میں ہیں اور عاقبت تو دار الجزا ہے۔ اگر وہاں اعمال بدن کے مانند دنیا کی حالت
ابتلا میں نقصان لازم آتا ہے اور اس کی صفت کرم اور رحم و مغفرت کی باعث ضرر ہی میں تھی
جب کچھ کمال ہو وہاں بھی لذائذ جسمانی وغیرہ کے حصول میں ضرر قائم ہوئے تو پادری صاحب کا
شبہ قابل التفات کے نہیں ہے۔

اور اسی انجیل کے باب بست و دوم کے درس سوم سے بیست و نہم تک جو لکھا ہے اس سے

’’اور تیسری انجیل کے آٹھویں باب کے دوسرے اور تیسرے درس سے ظاہر ہے کہ بہتیری رنڈیاں اپنے مال سے حضرت عیسیٰ کی خدمت کرتی تھیں اور ساتھ ساتھ پھرا کرتی تھیں۔ پس کوئی یہودی از راہِ خباثت اور بد باطنی کے کہے کہ حضرت عیسیٰ خوشرو جوان تھے۔ رنڈیاں ان کے ساتھ صرف حرامکاری کے لیے رہتی تھیں اسی واسطے حضرت عیسیٰ نے بیاہ نہ کیا اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ مجھے عورت سے رغبت نہیں تو کیا جواب ہوگا۔ اور پہلی انجیل کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں حضرت عیسیٰ نے مخالفوں کا خیال اپنے حق میں قبول کر کے کہا کہ میں تو بڑا کھاؤ اور شرابی ہوں۔ پس دونوں باتوں کو ملانے سے اور شراب کی بدمستیوں کے لحاظ سے جو کوئی کچھ بدگمانی نہ کرے سو تھوڑا ہے اور دشمن کی نظر میں ان باتوں سے کیسی تن آسانی اور بے ریاضتی حضرت عیسیٰ کی بُوجھی جاتی ہے‘‘

(کتاب الاستفسار۔ صفحہ 475)

سفل اور جوان ہو کر عورتوں جیسا اور تین دن رات قبر میں رہنا بیان ہوا تو حضرت خاتم النبیین کو اگلے سے تشبیہ مدتوں کے لحاظ سے کرنے کی کیا ضرورت دے تو کون سی اس کی قدر ہے جس میں قباحت لازم ہوئی

قولہ تیسری انجیل کے آٹھویں باب کے دوسرے اور تیسرے درس سے ظاہر ہے کہ چند رنڈیاں اپنے مال سے حضرت عیسیٰ کی خدمت کرتی تھیں اور ساتھ ساتھ پھرا کرتی تھیں۔ پس اگر کوئی یہودی اس امر کو قباحت اور بے ہودگی کہے کہ حضرت عیسیٰ خود جوان تھے رنڈیاں ان کے ساتھ صرف خدمتگاری کے لیے رہتی تھیں۔ اسی واسطے حضرت عیسیٰ نے بیاہ نہ کیا اور نہ پرہیز کرتے تھے کہ مجھے عورت سے رغبت نہیں تو کیا جواب ہوگا۔

قولہ پہلی انجیل کے پانچویں باب کے اٹھائیسویں درس میں حضرت عیسیٰ نے عورتوں کا خیال اپنے حق میں خیال کر کے کہا کہ میں تو بڑا گنہگار اور شریر ہوں۔ یہ دونوں باتوں کے جاننے سے اور شراب کی مستیوں کے علاوہ ہے جو کوئی بد نگاہی کرے سو حرام ہے اور جس شخص کی آنکھوں میں ان باتوں سے کچھ بھی تو مناسبت اور بے ادبی حضرت عیسیٰ کی پائی جاتی ہے

قولہ سورۂ احزاب [illegible] اور بیان مشہور ہے [illegible] اسلام [illegible] صاحب نے بعد عدت کے نکاح کیے ہیں صرف بد نگاہی سے نہیں کے لازم [illegible] بعض [illegible] لہٰذا ضروری ہوا کہ ایک معاملہ موافق اصول شرع کے کیا جائے پس جو جواب حقیقی اس کا ہوگا وہی حقیقی جواب ہماری طرف سے بھی ہوگا۔

معارضہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ اکثر اوقات اس طرح کے واقعات ہوتے ہیں کہ ایک شخص اپنے [illegible] سبب [illegible] شفقت [illegible] چنانچہ [illegible] ہمارے [illegible] کے [illegible] اور [illegible] جو اس کے [illegible] ہے کہ [illegible] ہے [illegible] اور جو [illegible] ہیں۔

’’اسی طرح عیسیٰ نے کہا کہ آؤ ہم بھی ایسی کچھ بات کریں یا شاید بطور مالیخولیا کے اس کے جی میں آئی کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ بعضے حمقاء اس کے دام میں پھنس گئے اور اس کے خادمِ خاص بنے۔ یہاں تک کہ اپنی حماقت سے اپنی جان دینے تک بھی دریغ نہ کیا اور عیسیٰ نے حکمت یہ کی کہ توریت کی نسبت بظاہر کچھ اعتراض نہ کیا اور دل میں یہ منظور رکھا کہ اس کو بالکل خاک میں ملائے۔ پس کہنے لگا یہ سب احکام ماوّل ہیں۔‘‘

(کتاب الاستفسار۔ صفحہ۔476)

اور یہ بھی تجربہ سے ثابت ہے کہ جو کوئی شخص کسی دین کا اس دین کے شبہات اصل امر دین کے بلند کو سمجھ کر کوئی بات نکالتا ہے تو وہ بے شک بہت جلد چل سکتی ہے بلا خوف اور بلا منع [illegible] اس کو بالکل اپنے [illegible] دین کے اصل یا شبہات اصل کی تحقیق کرتا ہے یا اس کی [illegible] چال چلتا ہے تو اس کی بات میں محض خیالات [illegible] ہے جس میں اسباب [illegible] متعلق [illegible] نہیں رہ جاتی۔

اور یہ بھی تجربہ سے ثابت ہے کہ جو لوگ دین کے تشبیہات کی طرف میں جسمانیات کی پرستش [illegible] کی باتوں کی طرف میں [illegible] تمام [illegible] ہوتی ہیں [illegible] جن میں کچھ [illegible] سے [illegible] ہیں [illegible] میں ان سے [illegible] اور [illegible] شاہ اور [illegible] کے پاس [illegible] شاہ [illegible] لوگ [illegible] کو اس کے اصل [illegible] تسلیم کر کے اس کی [illegible] اور [illegible] صاحب [illegible] اپنے موافق [illegible] کچھ [illegible] یا صرف [illegible] کہنے لگے کہ خدا [illegible] ہے اور [illegible] جاتا اور مجھے [illegible] لوگ بسبب [illegible] باتوں کے ان کے ساتھ [illegible] لوگ [illegible] بے خوف [illegible] ان کے ہم میں [illegible] جان دینے لگے ہوئے ہوئے دین کا ایک [illegible] ہو گیا اور [illegible] لوگ [illegible] دین میں ہوئے تو [illegible] صاحب حکومت ہو گیا یا کوئی صاحب ریاست [illegible] ہو گئی۔

اسی طرح [illegible] نے کہا کہ [illegible] بات کہی یا شاید [illegible] کیا کہ اس کے جی میں آئی کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں [illegible] اس کے [illegible] لگے اور اس کے تمام [illegible] جان دینے تک [illegible] اور [illegible] نے [illegible] کی [illegible] ہو گیا [illegible] کہ [illegible] بالکل [illegible]

مولانا قاسم نانوتوی صاحب

''پھراس اجمال کی تفصیل کرتے ہوئے بھری مجلس میں آپ بار بار اس کا اعادہ فرماتے رہے، کہ'' خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سری رام چندر اور سری کرشن کو معبود کہنا یوں بھی عقل میں نہیں آ سکتا، کہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے۔ پاخانہ، پیشاب، مرض اور موت سے مجبور تھے۔'' صفحہ 14 میلہ خدا شناسی''

(سوانح قاسمی حصہ دوم۔ صفحہ 436,437)

انما انا قاسم واللہ یعطی

سوانح قاسمی

یعنی

سیرت سیدنا الامام الکبیر شمس الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم النانوتوی

قدس اللہ سرہ العزیز

جلد دوم

مؤلفہ

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی عم فیضہ

بایماء

حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند

مرتب ہو کر

دار العلوم دیوبند سے شائع ہوئی

(نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

احساسات کے سامنے نمایاں ہوئی تھیں، اور کون کہہ سکتا ہے، کہ اٹھارہ انیس سال پہلے جس ملک میں ہندو اور مسلمانوں نے مل کر عیسائیوں پر حملہ کیا تھا، اسی ملک میں انتقام کے اس تماشے کو کیا روکا جا سکتا تھا، کہ خود ہندو مسلمان باہم دست و گریبان ہیں۔ مگر اب اسے کیا کہئے، کہ وہ تماشہ تو کیا ہوتا، نتیجہ کی شکل میں جو نظارہ سامنے آیا، وہ اس سے مختلف اور قطعاً مختلف تھا، جس کی توقع میلہ کے بعد کی جا سکتی تھی، کہنے تو کہہ سکتے ہیں کہ وار ہی نہیں کر خالی گیا، بلکہ جو کچھ آپ پڑھیں گے، اس کو پڑھ کر شاید ہر پڑھنے والا یہی کہہ سکتا ہے، کہ وار کو الٹ دیا گیا، گویا کہا جا سکتا ہے کہ لڑائی کے قانون ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ کی عملی تفسیر ایک دفعہ شاہ جہاں پور کے اس میلے میں بھی قدرت کی طرف سے کی گئی، اور اب اسی دلچسپ سرگذشت کی میں تفصیل کرنا چاہتا ہوں۔

نہ ماننے والوں تک حق کے پہنچانے کا جو میدان اس میلے میں سیدنا الامام الکبیر کے سامنے آ گیا تھا، یہ واقعہ ہے کہ کسی کی رو رعایت کئے بغیر اگرچہ آپ سب کچھ اپنی ان تقریروں میں فرماتے رہے، عبادت کا مستحق صرف کائنات کا خالق ہے، اس مسئلہ کی تشریح و تبلیغ کرتے ہوئے صاف صاف لفظوں میں آپ اعلان کرتے رہے کہ خالق کے سوا مخلوقات خواہ ان کی نوعیت کچھ ہی ہو، جب مخلوق ہیں تو ان کی عبادت نہ نقلاً جائز ہو سکتی ہے، اور نہ عقلاً، آپ نے عیسائیوں اور ہندوؤں دونوں طبقوں کو خطاب کر کے کہا تھا۔

"ایسی صورت میں سوا خدا خالق کائنات کے، اوروں کی عبادت جیسے ہنود و نصاریٰ کرتے ہیں، بالکل خلاف عقل و نقل ہو گی"۔

پھر اس اجمال کی تفصیل کرتے ہوئے بھری مجلس میں آپ بار بار اس کا اعادہ فرماتے رہے، کہ

"خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سری رام چندر اور سری کرشن کو معبود کہنا یوں بھی عقل میں نہیں آ سکتا، کہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے۔ پاخانہ[له]، پیشاب، مرض اور موت سے

له یہی لفظ تھا، جس پر پادری نولس صاحب نے نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا تھا کہ آپ پاخانہ پیشاب کا لفظ نہ فرمائیں موتی میاں جو جلسہ کے مہتمم تھے انہوں نے یہ سن کر کہا کہ پاخانہ پیشاب نہ کہئے بول و براز کہئے۔ ۱۲ (باقی اگلے صفحہ پر)

''یہی لفظ تھا جس پر پادری نولس صاحب نے نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا تھا کہ آپ پاخانہ پیشاب کا لفظ نہ فرمائیں۔موتی میاں جو جلسہ کے مہتمم تھے انہوں نے یہ سن کر کہا کہ پاخانہ پیشاب نہ کہئے بول و براز کہئے۔ایک دوسرے موقعہ پر بھی تمثیل میں پاخانہ کا لفظ سن کر پادری صاحب نے کہا تھا، میں جانوں پاخانہ کی مثال اچھی نہیں۔37''

(سوانح قاسمی حصہ دوم۔حاشیہ صفحہ:436,437)

مجبور تھے" ص۱۷ میلہ خدا شناسی

اور جیسے جیسے کھرے کھرے الفاظ میں "اسلامی توحید" کی منادی آپ کرتے رہے اسی طرح یہ مسئلہ کر

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب میں (یعنی سارے انبیاء ورسل میں)، افضل سمجھتے ہیں، اور بعد خداوند عالم انہیں کو جانتے ہیں" ص۲۵ میلہ خدا شناسی

اور یہ کہ

"حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب میں افضل و اعلیٰ پایا" ص۲۱

پہلے سال کے میلے میں آپ نے ان ہی الفاظ میں اپنے دعوؤں کو پیش کیا، اور دوسرے سال کے میلے میں بھی یہ دعوے کرتے ہوئے کہ

"یہ بات واجب التسلیم ہے کہ آپ (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تمام انبیاء کے قافلہ سالار اور سب رسولوں کے سردار، اور سب سے افضل اور سب کے خاتم ہیں" ص۲۳

استدلال کا جو حق تھا، اسے ادا فرمایا، اور یہ میلہ جو ہندوؤں، عیسائیوں، مسلمانوں سے بھرا ہوا تھا، بار بار مختلف پیرایوں میں ان کے کان میں یہ ڈالتے رہے، کہ

"آج کل نجات کا سامان بجز اتباع نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ نہیں" ص۳ مباحثہ شاہجہاں پور

قطعاً غیر مشتبہ دو ٹوک الفاظ میں سناتے رہے کہ

"کوئی شخص اس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اوروں کا اتباع کرے، تو بیشک اس کا یہ اصرار اور یہ انکار از قسم بغاوت خداوندی ہوگا، جس کا حاصل کفر و الحاد ہے" ص۳۵ مباحثہ شاہجہاں پور

اور یہ فرماتے ہوئے کہ اب دین محمدی ہی کا وقت ہے، سب کو سنا دیا گیا کہ

(گذشتہ صفحہ سے) ایک دوسرے موقعہ پر بھی تمثیل میں پاخانہ کا لفظ سن کر پادری صاحب نے کہا تھا، میں جانوں پاخانہ کی مثال اچھی نہیں۔ ص۳۷

مولانا ثناءاللہ امرتسری صاحب

''ان دونوں عبارتوں پر غور کر کے ہمارے دل میں یہ بات آئی کہ ہم یسوع مسیح کے الٰہی اوصاف کا نمونہ تصویر کی شکل میں دکھائیں۔ کیونکہ الفاظ کی شکل میں مفصل بحث ہم اس کتاب میں گذشتہ صفحات پر کر چکے ہیں۔ شاعر لوگ اپنا دلی جذبہ اور محبت اکثر اوقات لفظوں میں بیان کیا کرتے ہیں۔ مگر گاہے گاہے مصوروں سے تصویر کشی کی درخواست کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں۔ ؎ مصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ رسائی ہو۔۔۔ ادھر تلوار کھینچی ہو ادھر گردن جھکائی ہو۔ اس بناء پر ہم بادل نخواستہ بقول نصاریٰ مسیح کی شخصیت الٰہیہ کا خوفناک انجام تصویر میں دکھاتے ہیں۔ یہ تصویر خود عیسائیوں نے شائع کی ہوئی ہے۔ اعتزار: مسلمان قارئین ہمیں معاف رکھیں کیونکہ ہم ایک مکروہ فعل کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اسلامی حیثیت سے ہماری مثال اس صلح [جو] کی ہوگی جو دو شخصوں کے درمیان صلح کراتا ہو اور خود کوئی مصلحت آمیز بات کہہ دیتا ہے۔''

(اسلام اور مسیحیت۔ صفحہ:118)

اس کے بعد مولوی صاحب نے مسیحؑ کی صلیب پر ایک تصویر شائع کی جس کے نیچے لکھا:

''(یسوع مسیح صلیب پر) دیکھئے مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہے''

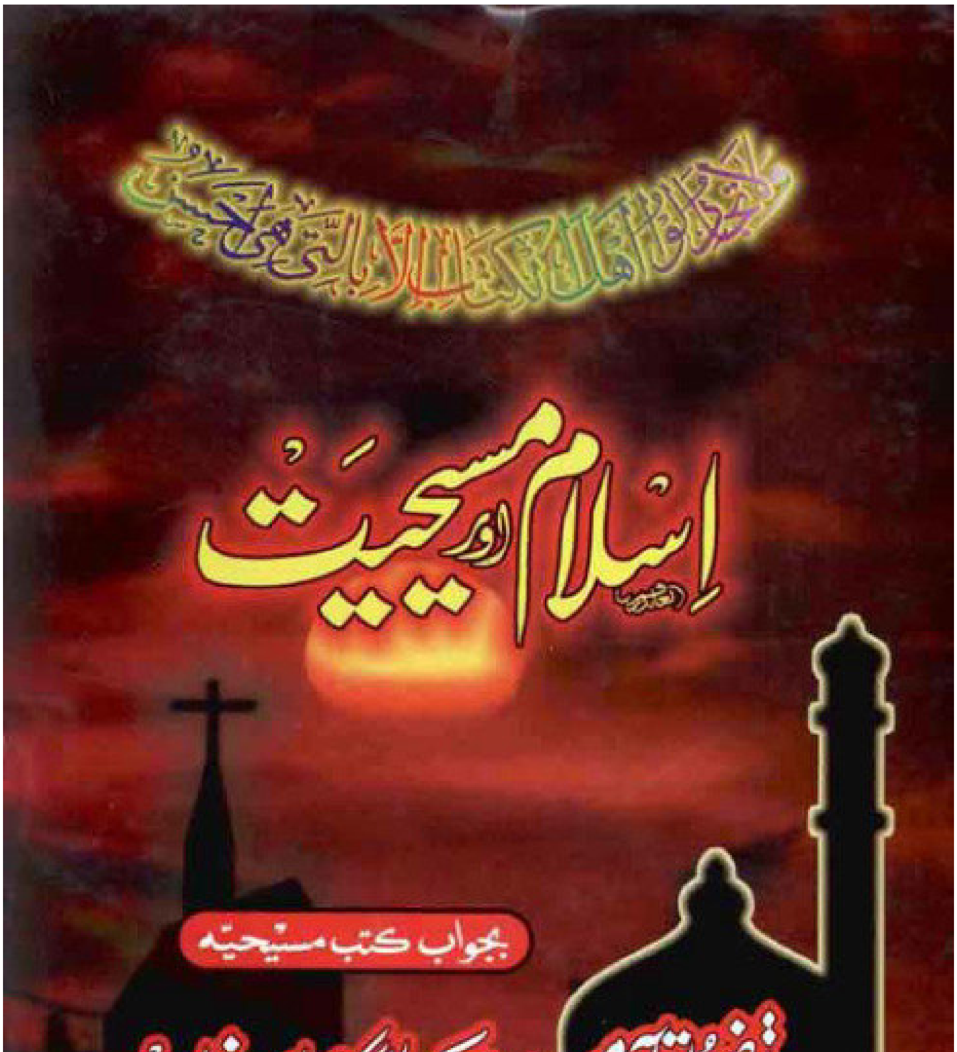
ولا تجادلوا اهل الکتاب الا بالتی هی احسن
اسلام اور مسیحیت
بجواب کتب مسیحیہ
توضیح القرآن مسیحیت کی عالمگیری دین فطرت
مصنفہ حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری
نعمانی کتب خانہ
NOMANI KUTAB KHANA

مجیب: ان دونوں عبارتوں پر غور کر کے ہمارے دل میں یہ بات آئی کہ ہم یسوع مسیح کے الہٰی اوصاف کا نمونہ تصویر کی شکل میں دکھائیں۔ کیونکہ الفاظ کی شکل میں مفصل بحث ہم اس کتاب میں گذشتہ صفحات پر کر چکے ہیں۔

شاعر لوگ اپنا دلی جذبہ اور محبت اکثر اوقات لفظوں میں بیان کیا کرتے ہیں۔ مگر گاہے گاہے مصوروں سے تصویر کشی کی درخواست کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں۔ ؎

مصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ رسائی ہو
ادھر تلوار کھینچی ہو ادھر گردن جھکائی ہو

اسی بنا پر ہم بادل نخواستہ بقول نصاریٰ مسیح کی شخصیت الہیہ کا خوفناک انجام تصویر میں دکھاتے ہیں۔ یہ تصویر خود عیسائیوں نے شائع کی ہوئی ہے۔

اعتراز: مسلمان قارئین ہمیں معاف رکھیں۔ کیونکہ ہم ایک مکروہ فعل کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اِسلامی حیثیت سے ہماری مثال اس صلح کی ہوگی جو دو شخصوں کے درمیان صلح کراتا ہو اور خود کو مصلحت آمیز بات کہہ دیتا ہے۔

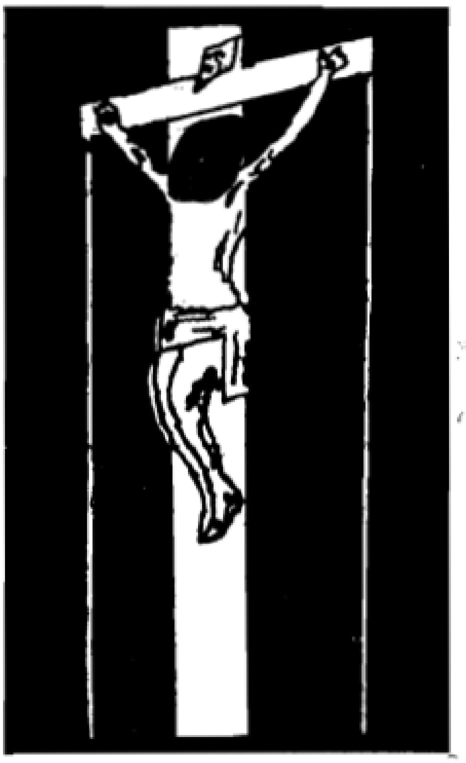

(یسوع مسیح صلیب پر)

ع
دیکھئے مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہے

چھوٹے میاں سبحان اللہ!

بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ کے مصداق بڑے بڑے علماء نے تو مسیحیوں کے مقابلہ میں درشت الفاظ استعمال کئے ہی تھے، موجودہ دور کے ایک عالم، ڈاکٹر اسماعیل عارفی صاحب، نے بھی بائیبل میں بیان کردہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق واقعات کا خوب تمسخر اڑایا اور کہیں کہیں نعوذ باللہ لکھ کر گویا معذرت کا حق ادا کر دیا۔ یہ صاحب مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب کی کتاب ''احسن الاحادیث فی الابطال التثلیث'' کا ترجمہ کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''متی باب 12 آیت 46 میں جو حضرت مسیحؑ کے بھائیوں کا ذکر آیا ہے اس کی عبارت یوں ہے ''جب وہ بھیڑ سے یہ کہہ ہی رہا تھا تو دیکھو اس کی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اس سے بات کرنا چاہتے تھے۔ کسی نے اس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے خبر دینے والے کو جواب میں کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی؟ اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔ کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور میری ماں ہے۔'' (متی باب 12 آیت 46 تا 50) دیکھئے! حضرت مسیحؑ کس طرح اپنی والدہ صاحبہ سے بالکل بے رُخی، پوری بے التفاتی، مکمل اعراض کر رہے ہیں۔''

(احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث حاشیہ صفحہ 144)

وَلَا تَقُولُوا ثَلٰثَةٌ ۚ اِنْتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

اور نہ کہو خدا تین ہیں باز آجاؤ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے بے شک اللہ ہی معبود واحد ہے

احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث

توحیدِ باری تعالیٰ کے اثبات اور ابطالِ تثلیث کے موضوع پر متکلم اسلام ٗمحقق مسیحت ٗ مجاہدِ حق حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ کی قدیم و نایاب علمی تحریر سلیس اردو کے خوبصورت لباس میں جس میں عیسائیت کے اساسی نکتہ "تثلیث فی التوحید" کو عقلی و نقلی ٗالزامی و تحقیقی ٗ جامع و مسکتِ دلائل اور بائبل کی رُو سے باطل کیا گیا ہے۔

تالیف

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی

تقدیم، تسہیل، تشریح، تحقیق

حضرت مولانا ابو محمد اسماعیل عارفی

ادارہ اسلامیات

کراچی ـ لاہور

www.OnlyOneOrThree.com

میں تھیں اور اس سے حضرت مریمؑ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے علاوہ چار بیٹے اور کئی بیٹیاں جنی ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے ہم وطن، قرابت دار لوگ اور اس زمانہ کے یہودی انہیں یوسف بڑھئی کا بیٹا جانتے تھے جیسا کہ انجیلِ لوقا باب ۳ آیت ۲۳ میں ہے ''تب یسوع کی عمر قریب تیس برس کے ہونے لگی اور یہ گمان کیا جاتا تھا کہ وہ بیٹا یوسف کا تھا'' (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق انکے ہم وطن اور اہلِ قرابت لوگوں کا قول بطور تعجب یوں مذکور ہے ''کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟ اور اسکی ماں کا نام مریم اور اسکے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ نہیں؟ اور کیا اسکی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟'' (متی باب ۱۳ آیت ۵۵، مرقس باب ۶ آیت ۳) یہ عبارت متی کی ہے۔ اسکے علاوہ اِن برادرانِ مسیحؑ کا ذکر اجمالی طور پر متی باب ۱۲ آیت ۴۶، مرقس باب ۳ آیت ۳۱، لوقا باب ۸ آیت ۱۹، یوحنا باب ۲ آیت ۱۲، رسولوں کے اعمال باب ۱ آیت ۱۴ میں بھی آیا ہے۔ یوحنا باب ۶ آیت ۴۲ میں اس زمانہ کے یہودیوں کا قول یوں مذکور ہے ''اور انہوں نے کہا کیا یہ یوسف کا بیٹا یسوع نہیں جس کے باپ اور ماں کو ہم جانتے ہیں؟'' (۲) الغرض اس زمانہ کے بعض یہودی لوگ

---

(۱) یہ عبارت مطابق متن ہے موجودہ اردو بائبل میں اس طرح ہے ''جب یسوع خود تعلیم دینے لگا قریباً تیس برس کا تھا اور جیسا کہ سمجھا جاتا تھا یوسف کا بیٹا تھا'' فارسی بائبل مطبوعہ ۱۹۸۷ء میں اس طرح ہے ''وخود عیسیٰ وقتیکہ شروع کرد قریب بسی سالہ بود وحسب گمان خلق پسر یوسف'' عربی بائبل مطبوعہ لبنان ۱۹۹۵ء میں ہے ''وكان يسوع في نحو الثلاثين من العمر عند مابداء رسالته وكان الناس يحسبونه ابن يوسف'' انگریزی بائبل نیو انٹرنیشنل ورژن میں ہے

"Now Jesus himself was about thirty years old when he began his ministry. He was the son, so it was thought, of Joseph"

(۲) متی باب ۱۲ آیت ۴۶ میں جو حضرت مسیح علیہ السلام کے بھائیوں کا ذکر آیا ہے اسکی عبارت یوں ہے ''جب وہ بھیڑ سے یہ کہہ ہی رہا تھا تو دیکھو اسکی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اس سے بات کرنا چاہتے تھے۔ کسی نے اس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے خبر دینے والے کو جواب میں کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی؟۔ اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔ کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے'' (متی باب ۱۲ آیت ۴۶ تا ۵۰) دیکھئے! حضرت مسیح علیہ السلام کس طرح اپنی والدہ صاحبہ سے بالکل بے رخی، پوری بے اتفاقی، مکمل اعراض کر رہے ہیں اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر فرماتے ہیں کہ یہی لوگ میری ماں اور میرے بھائی ہیں (باقی اگلے صفحہ پر..............

یوحنا باب 2 آیت 1 تا 11 کے مطابق ایک شادی میں مسیح نے حضرت مریم کے کہنے پر پانی کو شراب میں بدل دیا۔ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اسماعیل عارفی صاحب لکھتے ہیں:

''غور فرمائیے! وہ کس بے باکی، گستاخی و بے ادبی کے ساتھ والدہ سے پیش آئے ہیں انہیں اماں جان وغیرہ کی بجائے ''اے عورت'' کہہ کر پکارتے ہیں۔ سارے رشتے ناطے بھول جاتے ہیں اور ٹھیک اسی انداز میں ''اے عورت'' کہہ کر خطاب کرتے ہیں جس انداز میں زنا کے جرم میں گرفتار عورت سے بات کرتے ہیں (یوحنا باب 8 آیت 10) اور مزید اظہار لاتعلقی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''مجھے تجھ سے کیا کام ہے'' یعنی میرا تمہارے ساتھ کیا تعلق ہے؟ میرا تمہارا کیا لینا دینا ہے؟ افسوس وہ بالکل بھول گئے کہ یہی وہ عورت ہے جس نے انہیں نو ماہ پیٹ میں رکھا، دودھ پلایا، پرورش کے لئے طرح طرح سے مشقت اٹھائی اور کئی غم سہے مگر وہ یہ سلوک کرتے ہیں اور توہین آمیز رویہ سے پیش آتے ہیں۔ بائیبل بتاتی ہے کہ احمق بیٹا ہی اپنی ماں کی تحقیر و بے ادبی کرتا ہے (امثال باب 15 آیت 20) حضرت مسیحؑ خود ماں باپ کی عزت کی تعلیم دیتے ہیں (متی باب 19 آیت 19) جو ماں باپ کو برا کہے اسے توریت کے مطابق قتل کرنے کا حکم سناتے ہیں (متی باب 15 آیت 4) مگر ان کا اپنا کردار اس کے برعکس ہے۔ ہم نہیں سوچ سکتے کہ ان کے قول و فعل میں اس طرح کا تضاد ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی والدہ ماجدہ کے انتہائی فرمانبردار خدمت گزار تھے جیسا کہ خدا کے واحد سچے کلام میں قرآن مجید کا اعلان ہے ''وَ بَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا'' (مریم آیت 32) ''اور مجھ کو اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا اور سرکش و بدبخت نہیں بنایا''۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ ''ابھی میرا وقت نہیں آیا'' یعنی ابھی میرا معجزے کرنے اور خود کو ظاہر کرنے کا وقت نہیں آیا۔ (تفسیر الکتاب میتھیو ہنری جلد 3 صفحہ 680) افسوس ہے کہ حضرت مسیحؑ پہلے خود ہی کہتے ہیں کہ ابھی میرا وقت نہیں آیا کہ معجزات کروں پھر اپنی ہی بات جھٹلا کر اسی مجلس میں اسی وقت معجزہ کر دیتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا تضاد ہے۔ جب ایک کام کرنا ہی تھا تو اس کی وجہ سے والدہ محترمہ کو ڈانٹنے، سرد مہری اور اجنبیت سے جواب

دینے کی کیا ضرورت تھی؟ تیسری بات اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مسیحؑ کا سب سے پہلا معجزہ یہی تھا کہ انہوں نے پانی کے چھ مٹکوں کو مے (شراب) بنایا۔ یہ واقعی ''مے'' ہی تھی کوئی انگور کا تازہ جوس نہ تھا۔ یہی مے تھی جس کو پی کر حضرت لوطؑ اپنی بیٹیوں سے زنا کر بیٹھے (پیدائش باب 19 آیت 32) جس کو پی کر حضرت نوحؑ برہنہ ہو گئے نعوذ باللہ (پیدائش باب 9 آیت 21) جس سے پرہیز کرنے کو خدا کے حضور بزرگ ہونے کا نشان کہا گیا ہے (لوقا باب 1 آیت 15) جس کے پینے کو بدچلنی کا سبب بتایا گیا ہے (افسیوں کے نام خط باب 5 آیت 18) جسے پی کر انسان خدا کے حضور خیمہ اجتماع میں حاضر ہونے کا اہل نہیں رہتا (احبار باب 10 آیت 8) مگر حضرت مسیحؑ کے پہلے معجزے کی برکت سے جو چیز وجود میں آتی ہے وہ مے ہی مے شراب ہی شراب ہے۔ **ایک خوش طبع شخص** نے بڑی ظریفانہ بات کہی کہ آج سارا یورپ شراب کے سمندر میں غرق ہے۔ مگر اس میں کوئی برائی نہیں، یہ چیز بالکل قابل تعجب نہیں کیونکہ ان کے خدا کا پہلا معجزہ ہی شراب تھا۔ جو چیز ان کے آقا کے لئے اچھی تھی وہ ان کے لئے کیسے بری ہو سکتی ہے۔''

(احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث حاشیہ صفحہ 157,158)

ساتھ لیکر اندر جانا اور پیچھے سے دروازہ بند کر لینا اور اُن سب برتنوں میں تیل اُنڈیلنا اور جو بھر جائے اُسے اٹھا کر الگ رکھنا۔ سو وہ اُسکے پاس سے گئی اور اس نے اپنے بیٹوں کو اندر ساتھ لیکر دروازہ بند کر لیا اور وہ اسکے پاس لاتے جاتے تھے اور وہ انڈیلتی جاتی تھی۔ جب وہ برتن بھر گئے تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا میرے پاس ایک اور برتن لا۔ اس نے اس سے کہا اور تو کوئی برتن نہیں۔ تب تیل موقوف ہو گیا'' انتہی۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت الیاہ علیہ السلام نے تھوڑے سے تیل کو اسی طرح حضرت الیسع علیہ السلام نے ایک پیالہ تیل کو بطور معجزہ بہت زیادہ کر دیا نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزے سے پانی کا شراب بن جانا جیسا کہ یوحنا باب ۲ میں مذکور ہے (۱) اس سے ٹھوکر نہیں کھانی چاہیئے۔

---

(۱) حضرت مسیح علیہ السلام کے اس معجزہ کے حوالے سے چند باتیں قابل ذکر ہیں لیکن اس سے پہلے واقعہ کی تفصیل جاننا ضروری ہے جو انجیل یوحنا باب ۲ میں اسی طرح آئی ہے ''پھر تیسرے دن قانائے گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں تھی۔ اور یسوع اور اسکے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی۔ اور جب مے ہو چکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ اُنکے پاس مے نہیں رہی۔ یسوع نے اس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ اسکی ماں نے خادموں سے کہا جو کچھ یہ تم سے کہے وہ کرو۔ وہاں یہودیوں کی طہارت کے دستور کے موافق پتھر کے چھ مٹکے رکھے تھے اور ان میں دو دو تین تین من کی گنجائش تھی۔ یسوع نے ان سے کہا مٹکوں میں پانی بھر دو۔ پس انہوں نے انکو لبالب بھر دیا۔ پھر اس نے ان سے کہا اب نکال کر میرِ مجلس کے پاس لے جاؤ۔ پس وہ لے گئے۔ جب میرِ مجلس نے وہ پانی چکھا جو مے بن گیا تھا اور جانتا نہ تھا کہ یہ کہاں سے آئی ہے (مگر خادم جنہوں نے پانی نکالا تھا جانتے تھے) تو میرِ مجلس نے دلہا کو بلا کر اس سے کہا۔ ہر شخص پہلے اچھی مے پیش کرتا ہے اور ناقص اس وقت جب پی کر چھک گئے مگر تو نے اچھی مے اب تک رکھ چھوڑی ہے۔ یہ پہلا معجزہ یسوع نے قانائے گلیل میں دکھا کر اپنا جلال ظاہر کیا اور اسکے شاگرد اس پر ایمان لائے'' (یوحنا باب ۲ آیت ۱ تا ۱۱) غور فرمایئے! وہ کس بے باکی' گستاخی و بے ادبی کے ساتھ والدہ سے پیش آتے ہیں انہیں اماں جان وغیرہ کی بجائے ''اے عورت'' کہہ کر پکارتے ہیں' سارے رشتے ناطے بھول جاتے ہیں اور ٹھیک اُسی انداز میں ''اے عورت'' کہہ کر خطاب کرتے ہیں جس انداز میں زنا کے جرم میں گرفتار عورت سے بات کرتے ہیں (یوحنا باب ۸ آیت ۱۰) اور مزید اظہار لاتعلقی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''مجھے تجھ سے کیا کام ہے'' یعنی میرا تمھارے ساتھ تعلق کیا ہے؟ میرا تمھارا کیا لینا دینا ہے؟ افسوس وہ بالکل بھول گئے کہ یہی وہ عورت ہے جس نے انہیں نو ماہ پیٹ میں رکھا' دودھ پلایا' پرورش کیلئے طرح طرح سے مشقت اٹھائی اور کئی غم سہے مگر وہ یہ سلوک کرتے ہیں اور توہین آمیز رویہ سے پیش آتے ہیں۔ بائبل بتاتی ہے (باقی اگلے صفحہ پر.........

مسیحی قوم کی پانچویں غلطی اور اسکی اصلاح:

اس سے بھی دھوکا نہیں کھانا چاہیئے کہ جناب مسیح علیہ السلام پانی پر بغیر کشتی کے چلے گئے جیسا کہ متی باب ۱۴ میں ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریاءِ قلزم کو دو ٹکڑے کرکے بیچ میں سوکھا رستہ نکال

..............کہ احمق بیٹا ہی اپنی ماں کی تحقیر و بے ادبی کرتا ہے (امثال باب ۱۵ آیت ۲۰) حضرت مسیح علیہ السلام خود ماں باپ کی عزت کی تعلیم دیتے ہیں (متی باب ۱۹ آیت ۱۹) جو ماں باپ کو برا کہے اسے توریت کے مطابق قتل کرنے کا حکم سناتے ہیں (متی باب ۱۵ آیت ۴) مگر انکا اپنا کردار اسکے برعکس ہے۔ ہم نہیں سوچ سکتے کہ اُنکے قول و فعل میں اس طرح کا تضاد ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی والدہ ماجدہ کے انتہائی فرمانبردار خدمت گزار تھے جیسا کہ خدا کے واحد سچے کلام قرآن مجید کا اعلان ہے "وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا" (مریم آیت ۳۲) "اور مجھ کو اپنی ماں کیساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا اور سرکش و بدبخت نہیں بنایا" دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "ابھی میرا وقت نہیں آیا" یعنی ابھی میرا معجزے کرنے اور خود کو ظاہر کرنے کا وقت نہیں آیا (تفسیر الکتاب میتھیو ہنری۔ ج ۳۔ ص ۶۸۰) افسوس ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام پہلے خود ہی کہتے ہیں کہ ابھی میرا وقت نہیں آیا کہ معجزات کروں پھر اپنی بات جھٹلا کر اسی مجلس میں اسی وقت معجزہ کر دیتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا تضاد ہے۔ جب ایک کام کرنا ہی تھا تو اسکی وجہ سے والدہ محترمہ کو "اے عورت" سرد مہری اور اجنبیت سے جواب دینے کی کیا ضرورت تھی؟ تیسری بات اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا سب سے پہلا معجزہ یہی تھا کہ انہوں نے پانی کے چھ مٹکوں کو مے (شراب) بنایا۔ یہ واقعی "مے" ہی تھی کوئی انگور کا تازہ جوس نہ تھا۔ یہی مے تھی جسکو پی کر حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں سے زنا کر بیٹھے (پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۲) جسکو پی کر حضرت نوح علیہ السلام برہنہ ہو گئے نعوذ باللہ (پیدائش باب ۹ آیت ۲۱) جس سے پرہیز کرنے کو خدا کے حضور بزرگ ہونے کا نشان کہا گیا ہے (لوقا باب ۱ آیت ۱۵) جس کے پینے کو بدچلنی کا سبب بتایا گیا ہے (افسیوں کے نام خط باب ۵ آیت ۱۸) جسے پی کر انسان خدا کے حضور خیمہ اجتماع میں حاضر ہونے کا اہل نہیں رہتا (احبار باب ۱۰ آیت ۸) مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے پہلے معجزے کی برکت سے جو چیز وجود میں آتی ہے وہ مے ہی ہے شراب ہی شراب ہے۔ ایک خوش طبع شخص نے بڑی ظریفانہ بات کہی کہ آج سارا یورپ شراب کے سمندر میں غرق ہے۔ مگر اسمیں کوئی برائی نہیں، یہ چیز بالکل قابل تعجب نہیں کیونکہ انکے خدا کا پہلا معجزہ ہی شراب تھا۔ جو چیز انکے آقا کیلئے اچھی تھی وہ ان کیلئے کیسے بری ہو سکتی ہے۔ ایک مسیحی مفسر اس معجزے پر شیخی بگھارتے ہوئے لکھتا ہے "موسیٰ کا پہلا معجزہ پانی کو خون بنانا تھا۔ اس میں زبردست تباہ کن اثر تھا۔ مگر مسیح کا پہلا معجزہ پانی کو مے بنانا تھا۔ اسکا اثر تسکین بخش اور آسودہ کرنے والا تھا" (تفسیر الکتاب۔ ولیم میکڈونلڈ۔ ص ۲۶۱) ہو سکتا ہے کہ یہ مے نوشی وقتی طور پر کچھ تسکین بخش ہو یا تھوڑی دیر کیلئے آسودہ حالت کر دے۔ لیکن اسکے ساتھ ساتھ عقل سے اس طرح محروم اور شہوانیت اس طرح غالب کر دیتی ہے کہ انسان انتہائی گھناؤنے کرتوت کر بیٹھتا ہے۔ اسکی ساری راستبازی خاک میں مل جاتی ہے اور بنے بنائے تشخص کا خانہ خراب ہو جاتا ہے۔

یہ ''خوش طبع شخص'' کون ہے؟

یہ بات جسے ایک نامعلوم گمنام ''خوش طبع شخص'' سے منسوب کیا گیا ہے دراصل سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر ہے جس پر غیر احمدی مخالفین علماء توہینِ مسیحؑ کا الزام لگاتے ہیں لیکن اب خود اسے مسیحیت کی تردید میں پیش کررہے ہیں۔ فاعتبروا یااولی الابصار!

''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے''

(کشتی نوح۔حاشیہ صفحہ 66 روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 71)

کے لئے عادت کر لیا جاتا ہے وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ہلاک کرتا ہے سو تم اس سے بچو۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ تم کیوں ان چیزوں کو استعمال کرتے ہو جن کی شامت سے ہر ایک سال ہزار ہا تمہارے جیسے نشہ کے عادی اس دنیا سے کوچ کرتے جاتے ہیں☆ اور آخرت کا عذاب الگ ہے۔ پرہیز گار انسان بن جاؤ تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں اور تم خدا سے برکت پاؤ۔ حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ بدخلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ خدا یا اس کے بندوں کی ہمدردی سے لاپروا ہونا لعنتی زندگی ہے۔ ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائے گا جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ۔ پس کیا بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کر کے بکلّی خدا سے منہ پھیر لیتا ہے اور خدا کے حرام کو ایسی بیبا کی «۶۶» سے استعمال کرتا ہے کہ گویا وہ حرام اس کے لئے حلال ہے غصہ کی حالت میں دیوانوں کی طرح کسی کو گالی کسی کو زخمی اور کسی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور شہوات کے جوش میں بے حیائی کے طریقوں کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے سو وہ سچی خوشحالی کو نہیں پائے گا یہاں تک کہ مرے گا۔ اے عزیزو تم تھوڑے دنوں کے لئے دنیا میں آئے ہو اور وہ بھی بہت کچھ گزر چکی سو اپنے مولیٰ کو ناراض مت کرو ایک انسانی گورنمنٹ جو تم سے زبردست ہو اگر تم سے ناراض ہو تو وہ تمہیں تباہ کر سکتی ہے پس تم سوچ لو کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے کیونکر تم بچ سکتے ہو اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے متقی ٹھہر جاؤ تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کر سکتا۔ اور وہ خود تمہاری حفاظت کرے گا اور دشمن جو تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہیں پائے گا ورنہ تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں اور تم دشمنوں سے ڈر کر یا اَور آفات میں مبتلا ہو کر بیقراری سے زندگی بسر کرو گے اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم

☆ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے مگر اے مسلمانو! تمہارے نبی علیہ السلام تو ہر ایک نشہ سے **پاک** اور **معصوم** تھے جیسا کہ وہ فی الحقیقت معصوم ہیں سو تم مسلمان کہلا کر کس کی پیروی کرتے ہو قرآن انجیل کی طرح **شراب** کو حلال نہیں ٹھہراتا پھر تم کس دستاویز سے شراب کو **حلال** ٹھہراتے ہو۔ کیا مرنا نہیں ہے؟ منہ

انبیاء علیہم السلام کا تمسخر

بائیبل میں مذکور دیگر انبیاء علیہم السلام کا تمسخر اڑاتے ہوئے ڈاکٹر اسماعیل عارفی صاحب لکھتے ہیں:

''اس باب میں حضرت الیاسؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کا واقعہ مذکور ہے۔ان کے رفع آسمانی کے وقت ان کی چادر گر پڑی تھی جس سے حضرت الیسعؑ نے یہ معجزہ کیا۔حضرت الیاسؑ (ایلیاہ) نے حضرت الیسعؑ کو اپنا وارث بنایا تھا، اپنی جگہ نبی ہونے کے لئے ''مسح'' کرکے اپنی چادر ان پر ڈالی تھی (سلاطین اول باب19 آیت19) جب حضرت ایلیاہؑ آسمان پر اٹھائے گئے تو بائیبل کے مطابق حضرت الیسعؑ اس منظر کو دیکھ کر بہت چلاّئے اوران کی جدائی کا ماتم کرتے ہوئے اپنے کپڑوں کو پھاڑ ڈالا اور دو حصے کردیا(سلاطین دوم باب2 آیت12) سوچئے!اس کا عملی منظر کتنا عجیب وغریب ہوگا۔بائیبل میں ایک جگہ حضرت یسعیاہؑ کو اس طرح حکم دیا گیا ہے''اس وقت خداوند نے یسعیاہ بن آموص کی معرفت یوں فرمایا کہ جا اور ٹاٹ کا لباس اپنی کمر سے کھول ڈال اور اپنے پاؤں سے جوتے اتار۔سو اس نے ایسا ہی کیا۔وہ برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کرتا تھا۔تب خداوند نے فرمایا جس طرح میرا بندہ یسعیاہ تین برس تک برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کیا تا کہ مصریوں اور کوشیوں کے بارے نشان اور اچنبھا ہو'(یسعیاہ باب20 آیت2) **جب خدا کے برگزیدہ پیغمبر ہی آوارہ، نیم پاگل، چرسی ملنگوں کی طرح ننگ دھڑنگ پھرا کرتے تھے** نعوذ باللہ تو وہ انسانوں کو کیسی ہدایت وتبلیغ اور کیا نبوت کرتے ہوں گے اس کا اندازہ فرمالیں۔مگر اس میں ان کا کوئی قصور نہیں خدا تعالیٰ کا حکم ہی ایسا تھا نعوذ باللہ۔''

(احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث حاشیہ صفحہ:161)

حضرت الیاس علیہ السلام اور الیسع علیہ السلام کا معجزہ:

اسی طرح حضرت ایلیاہ علیہ السلام اور الیسع علیہ السلام دریاءِ اردن کو دو ٹکڑے کر کے پار اترے تھے سلاطین دوم باب ۲ آیت ۸، ۱۴ میں ہے ”اور ایلیاہ نے اپنی چادر کو لیا اور اُسے لپیٹ کر پانی پر مارا اور پانی دو حصے ہو کر اِدھر اُدھر ہو گیا اور وہ دونوں خشک زمین پر ہو کر پار گئے.........اور اُس نے ایلیاہ کی چادر کو جو اُس پر سے گر پڑی تھی لیکر پانی پر مارا اور کہا کہ خداوند ایلیاہ کا خدا کہاں ہے؟ اور جب اُس نے بھی پانی پر مارا تو وہ اِدھر اُدھر دو حصے ہو گیا اور الیشع پار ہوا“ (۱)

---

(۱) اِس باب میں حضرت الیاس علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا واقعہ مذکور ہے۔ اُنکے رفع آسمانی کے وقت اُنکی چادر گر پڑی تھی جس سے حضرت الیسع علیہ السلام نے یہ معجزہ کیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام (ایلیاہ) نے حضرت الیسع علیہ السلام کو اپنا وارث بنایا تھا اپنی جگہ نبی ہونے کیلئے ”مسح“ کر کے اپنی چادر ان پر ڈالی تھی (سلاطین اول باب ۱۹ آیت ۱۹) جب حضرت ایلیاہ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تو بائبل کے مطابق حضرت الیسع علیہ السلام اس منظر کو دیکھ کر بہت چلائے اور اُنکی جدائی پر ماتم کرتے ہوئے اپنے کپڑوں کو پکڑ کر پھاڑ ڈالا اور دو حصے کر دیا (سلاطین دوم باب ۲ آیت ۱۲) سوچئے! اسکا عملی منظر کتنا عجیب وغریب ہوگا۔ بائبل میں ایک جگہ حضرت یسعیاہ علیہ السلام کو اس طرح حکم دیا گیا ہے ”اس وقت خداوند نے یسعیاہ بن آموص کی معرفت یوں فرمایا کہ جا اور ٹاٹ کا لباس اپنی کمر سے کھول ڈال اور اپنے پاؤں سے جوتے اتار۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ وہ برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کرتا تھا۔ تب خداوند نے فرمایا جس طرح میرا بندہ یسعیاہ تین برس تک برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کیا تا کہ مصریوں اور کوشیوں کے بارے میں نشان اور اچنبھا ہو“ (یسعیاہ باب ۲۰ آیت ۲) جب خدا کے برگزیدہ پیغمبر ہی آوارہ نیم پاگل چرسی ملنگوں کی طرح ننگ دھڑنگ پھرا کرتے تھے نعوذ باللہ تو وہ انسانوں کو کیسی ہدایت وتبلیغ اور کیا نبوت کرتے ہونگے اسکا اندازہ فرمالیں۔ مگر اسمیں ان کا کوئی قصور نہیں خدا تعالیٰ کا حکم ہی ایسا تھا نعوذ باللہ نبوت کرنے کا ایک اور اسٹائل ملاحظہ فرمائیں! ”اور ساؤل نے داؤد کو پکڑنے کو قاصد بھیجے اور انہوں نے جو دیکھا کہ نبیوں کا مجمع نبوت کر رہا ہے اور سموئیل انکا پیشوا بنا کھڑا ہے تو خدا کی روح ساؤل کے قاصدوں پر نازل ہوئی اور وہ بھی نبوت کرنے لگے......اور کسی نے کہا کہ دیکھ وہ رامہ کے بیچ نیوت میں ہیں۔ تب وہ اُدھر رامہ کے نیوت کی طرف چلا اور خدا کی رُوح اس پر بھی نازل ہوئی اور وہ چلتے چلتے نبوت کرتا ہوا رامہ کے نیوت میں پہنچا۔ اور اس نے بھی اپنے کپڑے اتارے اور وہ بھی سموئیل کے آگے نبوت کرنے لگا اور اس سارے دن اور ساری رات ننگا پڑا رہا۔ اس لئے یہ کہاوت چلی کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے؟“ (سموئیل اول باب ۱۹ آیت ۲۰ تا ۲۴) دیکھا آپ نے نبوت کرنے کا انداز! ایسا لگتا ہے کہ بائبل کے مصنفین نے بڑے اہتمام سے ذمہ داری لے رکھی ہے کہ انبیاء کرام علیہم اسلام کو بہر صورت برہنہ دکھائیں۔ کبھی حضرت نوح علیہ السلام برہنہ ہو جاتے ہیں (پیدائش باب ۹ آیت ۲۱) تو کبھی حضرت داؤد علیہ السلام (سموئیل دوم باب ۶ آیت ۲۰) نعوذ باللہ منہ

www.OnlyOneOrThree.com

دو مسیح

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کے عیسیٰ علیہ السلام اور بائیبل کے یسوع میں فرق کرتے ہوئے انہیں دو مختلف کردار بتایا ہے۔ بعینہٖ حضرت امام رضاؒ اور سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی انہیں دو الگ الگ شخصیات قرار دیتے ہیں۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

”سو ہم نے اپنی کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے اور خدائے تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں۔“

(نور القرآن نمبر 2۔ روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 375)

پاکوں کو جو ہزار ہا درجہ اس سے بہتر تھے گالیاں دیں۔ سو ہم نے اپنی کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا **فرضی یسوع مراد لیا ہے** اور خدائے تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ **عیسیٰ ابن مریم** جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں اور یہ طریق ہم نے برابر چالیس۴۰ برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں سن کر اختیار کیا ہے۔ بعض نادان مولوی جن کو اندھے اور نابینا کہنا چاہیے۔ عیسائیوں کو معذور رکھتے ہیں کہ وہ **بے چارے** کچھ بھی منہ سے نہیں بولتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بے ادبی نہیں کرتے۔ لیکن یاد رہے کہ **درحقیقت** پادری صاحبان تحقیر اور توہین اور گالیاں دینے میں اول نمبر پر ہیں۔ ہمارے پاس ایسے پادریوں کی کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے جنہوں نے اپنی عبارت کو صدہا گالیوں سے بھر دیا ہے جس مولوی کی خواہش ہو وہ آ کر دیکھ لیوے اور یاد رہے کہ آئندہ جو پادری صاحب گالی دینے کے طریق کو چھوڑ کر ادب سے کلام کریں گے ہم بھی ان کے ساتھ ادب سے پیش آویں گے اب تو وہ اپنے یسوع پر آپ حملہ کر رہے ہیں۔ کہ کسی طرح سبّ و شتم سے باز ہی نہیں آتے ہم سنتے سنتے تھک گئے اگر کوئی کسی کے باپ کو گالی دے تو کیا اس مظلوم کا حق نہیں ہے کہ اس کے باپ کو بھی گالی دے اور ہم نے تو جو کچھ کہا **واقعی** کہا۔ **وانما الاعمال بالنیات**۔

خاکسار **غلام احمد**

۲۰؍دسمبر ۱۸۹۵ء

امام رضاؑ

”جاثلیق: حضرت عیسیٰ کی نبوت اوران کی کتاب کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟
کیا آپ ان دو کے منکر ہیں؟

امام رضا علیہ السلام: میں نبوت حضرت عیسیٰ ان کی کتاب اور جو انھوں نے اپنی امت کو بشارت دی اور حوارین نے جن باتوں کا اقرار کیا سب پر ایمان رکھتا ہوں اور جس عیسیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ اوران کی کتاب کا اقرار نہیں کیا اوران کی بشارت نہیں دی ان کا منکر ہوں۔“

(احتجاج طبرسی حصہ سوم۔ چہارم۔ صفحہ 238 دوسرے اہل مذاہب سے امام رضاؑ کا احتجاج)

سبیلِ سکینہ
حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸-٥٩

احتجاج طبرسی

ابو منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی

(از علمائے اوائل قرن ششم)

حصہ (سوم۔ چہارم)

مترجم

جناب الحاج مولانا اشفاق حسین

ناشر

ادارہ تحفظ حسینیت

لاہور پاکستان

Presented by www.ziaraat.com

رہا پھر جاثلیق کی طرف رخ کر کے کہا اے جاثلیق! یہ علی ابن موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام میرے ابن عم، دختر رسول اللہ فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ان سے بحث و مناظرہ کرو اور انصاف سے کام لو۔

جاثلیق: یا امیر المومنین! میں ایسے شخص سے کیا بحث کروں، جو ایسی کتاب سے استدلال کرتا ہے جسے میں مانتا نہیں اور ایسے نبی کے اقوال کو دلیل بناتا ہے جس پر میرا ایمان نہیں؟ امام رضا: اے نصرانی! اگر انجیل سے دلیل بیان کروں تو کیا تو اس کو قبول کرے گا؟

جاثلیق: کیا میں انجیل کو رد کر سکتا ہوں؟ خدا کی قسم! میں اسے اپنے باطن کے خلاف بھی قبول کروں گا۔

امام رضا علیہ السلام: اب جو چاہو سوال کرو اور مجھ سے اس کا جواب سنو۔

جاثلیق: حضرت عیسیٰ کی نبوت اور ان کی کتاب کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ کیا آپ ان دو کے منکر ہیں؟

امام رضا علیہ السلام: میں نبوت حضرت عیسیٰ ان کی کتاب اور جو انھوں نے اپنی امت کو بشارت دی اور حوارین نے جن باتوں کا اقرار کیا سب پر ایمان رکھتا ہوں اور جس عیسیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی کتاب کا اقرار نہیں کیا اور ان کی بشارت نہیں دی ان کا منکر ہوں۔

جاثلیق: کیا کوئی حکم دو شاہد عادل نہیں چاہتا؟

امام رضا علیہ السلام: کیوں نہیں۔

جاثلیق: پس آپ دو ایسے گواہ پیش کیجئے جو آپ کے دین کے علاوہ عیسائیت کو بھی قبول کرتے ہوں اور ہم سے بھی ایسے ہی گواہی مانگیں۔

امام رضا علیہ السلام: اب تو نے انصاف کی بات کی کیا تم ان کی بات قبول کرو گے جو حضرت عیسیٰ کے نزدیک مقام و منزلت رکھتے تھے؟

جاثلیق: وہ شخص عادل کون ہے اس کا نام بتایئے؟

امام رضا علیہ السلام: تم یوحنائے دیلمی کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

جاثلیق: آپ نے حضرت مسیح کے نزدیک ترین و محبوب ترین شخص کا نام لیا۔

امام رضا علیہ السلام: میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ کیا انجیل میں نہیں آیا ہے کہ یوحنا نے کہا کہ حضرت مسیح نے مجھ کو دین محمد عربی

Presented by www.ziaraat.com

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب

’’حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اُس تاریخی مسیح کے قائل ہی نہیں ہیں جو عالمِ واقعہ میں ظاہر ہوا تھا بلکہ انہوں نے خود اپنے وہم و گمان سے ایک خیالی مسیح تصنیف کر کے اُسے خدا بنالیا ہے۔‘‘

(تفہیم القرآن از سیّد ابوالاعلیٰ مودودی۔ جلد اوّل۔ صفحہ: 491۔ زیرِ تفسیر سورۃ المائدۃ آیت 76)

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

تفہیم القرآن

جلد اوّل

سورۃ الفاتحہ تا سورۃ الانعام

ابوالاعلیٰ مودودی

ادارہ ترجمان القرآن لاہور

قُلۡ اَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمۡلِكُ لَـكُمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۷۶﴾ قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِىۡ دِيۡنِكُمۡ غَيۡرَ الۡحَـقِّ وَلَا تَتَّبِعُوۡۤا اَهۡوَآءَ قَوۡمٍ قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَاَضَلُّوۡا كَثِيۡرًا وَّضَلُّوۡا عَنۡ سَوَآءِ السَّبِيۡلِ ﴿۷۷﴾

اِن سے کہو، کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اُس کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہارے لیے نقصان کا اختیار رکھتا ہے نہ نفع کا؟ حالانکہ سب کی سُننے والا اور سب کچھ جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔ کہو، اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق غلُو نہ کرو اور اُن لوگوں کے تخیلات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور "سَوَاءُ السّبیل" سے بھٹک گئے [۱۰۱]۔

خود خدا ہے یا خدائی میں خدا کا شریک و سہیم ہے۔ لیکن یہ انسانی ذہن کی ضلالت پذیری کا ایک عجیب کرشمہ ہے کہ عیسائی خود اپنی مذہبی کتابوں میں مسیح کی زندگی کو صریحاً ایک انسانی زندگی پاتے ہیں اور پھر بھی اسے خدائی سے متصف قرار دینے پر اصرار کیے چلے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اُس تاریخی مسیح کے قائل ہی نہیں ہیں جو عالمِ واقعہ میں ظاہر ہوا تھا بلکہ انہوں نے خود اپنے وہم و گمان سے ایک خیالی مسیح تصنیف کر کے اُسے خدا بنا لیا ہے۔

۱۰۱ اشارہ ہے اُن گمراہ قوموں کی طرف جن سے عیسائیوں نے غلط عقیدے اور باطل طریقے اخذ کیے۔ خصُوصاً فلاسفۂ یونان کی طرف، جن کے تخیلات سے متاثر ہو کر عیسائی اُس صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے جس کی طرف ابتداءً ان کی رہنمائی کی گئی تھی۔ مسیح کے ابتدائی پیرو جو عقائد رکھتے تھے وہ بڑی حد تک اُس حقیقت کے مطابق تھے جس کا مشاہدہ انہوں نے خود کیا تھا اور جس کی تعلیم ان کے ہادی و رہنما نے ان کو دی تھی۔ مگر بعد کے عیسائیوں نے ایک طرف مسیح کی عقیدت اور تعظیم میں غلو کر کے، اور دُوسری طرف ہمسایہ قوموں کے اَوہام اور فلسفوں سے متاثر ہو کر، اپنے عقائد کی مبالغہ آمیز فلسفیانہ تعبیریں شروع کر دیں اور ایک بالکل ہی نیا مذہب تیار کر لیا جس کو مسیح کی اصل تعلیمات سے دُور کا واسطہ بھی نہ رہا۔ اس باب میں خود ایک مسیحی عالمِ دینیات (ریورینڈ چارلس اینڈرسن اسکاٹ) کا بیان قابلِ ملاحظہ ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے چودھویں ایڈیشن میں "یسُوع مسیح" (Jesus Christ) کے عنوان پر اس نے جو طویل مضمون لکھا ہے اس میں وہ کہتا ہے:

"پہلی تین انجیلوں (متی، مرقس، لوقا) میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس سے یہ گمان کیا جا سکتا ہو کہ

سخت الفاظ کی وضاحت

جن علماء کا اوپر ذکر کیا گیا ہے انہوں نے اپنے سخت الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے ان سے بریّت بھی ظاہر کی ہے۔

مولانا آل حسن مُہانی صاحب کی وضاحت

”میں نے بہ نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو ملحدانہ تقریر لکھی واللہ صرف الزامًا لکھی اور اللہ کی عنایت سے میرے دل میں اس کا وسوسہ بھی نہیں چہ جائیکہ گمان۔“

(کتاب الاستفسار صفحہ۔479)

مطالعۂ عیسائیت

ردِّ عیسائیت پر لکھی گئی اُردو زبان میں پہلی کتاب

کتاب الاستفسار

تالیف

مناظرِ اسلام حضرت مولانا سید آلِ حسن مُہانی رحمۃ اللہ علیہ

مع مُقدمہ

مناظرِ اسلام ڈاکٹر خالد محمود

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

دار المعارف

میں نے بہ نسبت حضرت مسیح علیہ السلام کے جو عقیدہ تحریر کیا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ
اور اس کی عنایت سے میرے دل میں اس کو اور بھی نہیں ہو جانے گا۔ اب میں جہاد کی بحث
شروع کرتا ہوں۔

جاننا چاہیے کہ اسلامی لوگ عموم مولوی اور اپنے آپ عالم اور پیشوا کی اکثر ... جہاد کو بہت ... بیان کرتے ہیں اسلام سے بیزار کرتے ہیں اور عجیب و غریب مغالطے دیا کرتے ہیں اور بے وقوف لوگ ان مغالطوں میں آ جاتے ہیں اور بہ نسبت حضرت سید احمد حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی خیال ان کے دل میں آ جاتے ہیں اس لیے مجھے ضرور ہوا کہ پہلے جہاد کی حقیقت اور اس کی صنف اپنے اصول کے موافق بیان کروں بعد اس کے اس کو مستحسن دلیل سے ثابت کروں اور اس کے لیے دلیل ان ہی بھی لکھوں حقیقت در صنف جہاد کی جو شریعت میں رو سے قرآن شریف اور احادیث صحیحہ اور آثار خلفائے راشدین اور صحابہ کے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ منکر ہیں تو یہ جہاد بیت سب سے یا تمام جماعت اور عام مسلمانوں کی اس صنف خاص کی تبدیلی سے جو ایک مذہب کے دل سے یا مذہبی مسلمانوں سے ان کے کسی حکم خاص اور جماعتی اخوت سے نماز روزہ یا زکوٰۃ یا حج سے ان لوگوں کو جنہوں نے علانیہ دعوت کرنا چاہیے اس مذہب سے روکتے ہیں اگر یہ بات جو مسلمان ہیں اور جہاد سے بچائی ہیں جو جہاد سے لیے ہے اس کے لیے ہی ہے اور جو جہاد ہے تو سب مسلمانوں پر ہے اور اگر رخصت حسن سے نہ ہو قرآن کی منظوریت کے عہد کے لیے ان سے موافق تحریکات ...

اختلاف دو بابت مسئلہ فقرہ ... مذہب استقامت

کتنا ہی بڑا آدمی ہو تیرہ سو برس کی ... سال سے زیادہ ... ہے ... ضرور کیا چاہیے
اور جب وہ ملک کی حفاظت نہ رکھتا ہو اس سے کچھ بھی نہیں ہوگا وہ اپنی منظوریت دنیا کریں تو
ان سے کہا جا سکتا کہ وہ لڑائی کے لیے ہم تم سے لڑیں گے اور جیتیں گے اور مقتول سے جو وہ
لوگ جیسی ہوں گے جو اس کے بیان کیا ان سے دونے کو حکومت مسلمان ہو ہم جانے
مسلمان ان کے مستقل حکومت کا قائم ہو جانے اور وہ اور ان کو اپنی مذہب کو جو قبول کر لیں
اور صرف خاص تبدیلی مذہب کی ... جائے تو یہ صورت جہاد کی ہوتی اس کے سلسلے ہو

مولانا قاسم نانوتوی صاحب کے بظاہر توہین آمیز الفاظ

''اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت امیر کا سکوت جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے افعال اور حرکات پر تھا یہاں تک کہ غصب فدک دیکھا کئے۔ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا اور ان سے بیعت کر لی اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے یہ سب بوجہ حقانیت تھا نہ بوجہ تقیہ ورنہ اس زور اور قدرت اور اس کرامت کا آدمی کون تھا جو ان سے اندیشہ یا ہراس رکھتا اور اگر بالفرض یہ زور اور بل اور یہ قدرت خداداد کسی میں ہوتی بھی تب غصب دخت طاہرہ مطہرہ تو ہرگز گوارا نہ ہوتا۔ اہل ہند جو تمام ولایتوں کے لوگوں کے نامردہ پن میں امام ہیں ان میں کا بھنگی اور چمار بھی اس سہولت سے بیٹی نہیں دیتا جس طرح سے حضرت امیر نے اپنی دختر مطہرہ کو حضرت عمر کے حوالہ کر دیا۔ آپ بھی دیکھتے رہے اور صاحبزادے بھی پھر صاحبزادوں میں بھی ایک وہ تھے کہ جنہوں نے تیس ہزار فوج جرار کا مقابلہ کیا حالانکہ وہ زمانہ ضعیفی اور تحمل کا تھا اور بہن کے نکاح کے وقت عین شباب تھا۔''

(ہدیۃ الشیعۃ باب مباحث فدک۔ مصنف مولانا محمد قاسم نانوتوی صفحہ۔ 164,165)

[illegible]

Mansoor Nuruddin

هدیۃ الشیعہ

تصنیف لطیف

حجۃ اللہ حجۃ الاسلام، آیت من آیات اللہ، رئیس المتکلمین

استاذ الاساتذہ، منبع الحکمۃ و معدن العلوم

حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نور اللہ

ضریحہ و برد مضجعہ (بانی دار العلوم دیوبند)

ناشران

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ

قیمت: چھبیس روپے /26

ثُمَّ رَمٰی بِالْقَوْسِ عَلَی الْاَرْضِ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ کَالْبَعِیْرِ فَاغِرًا
فَاهُ وَقَدْ اَقْبَلَ نَحْوَ عُمَرَ لِیَبْتَلِعَهٗ فَقَالَ عُمَرُ اَللّٰهَ اَللّٰهَ یَا اَبَا الْحَسَنِ
لَا عُدْتُ بَعْدَهَا فِیْ شَیْءٍ وَجَعَلَ یَتَضَرَّعُ اِلَیْهِ فَضَرَبَ یَدَهٗ اِلَی
الثُّعْبَانِ فَعَادَتِ الْقَوْسُ کَمَا کَانَتْ فَمَضٰی عُمَرُ اِلٰی بَیْتِهٖ ۔ الخ۔

یہ روایت بہت بڑی ہے کہاں تک نقل کروں اتنے الفاظ بھی بہت ہیں پر حاصل معنی اس کا بیان کئے دیتا ہوں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو یوں خبر پہنچی تھی کہ عمر کچھ شیعہ علی کو برا کہتے ہیں سو اتفاقات سے بعضے مدینہ کے باغوں کی راہ میں ان کے سامنے آ گئے حضرت علی نے فرمایا اے عمر مجھے یوں خبر پہنچی ہے کہ تو میرے شیعہ کو برا کہتا ہے عمر نے کہا اے میاں اپنی خیر مناؤ حضرت علی نے فرمایا تم اتنے ہو گئے۔ پھر کمان کو جو زمین پر ڈالا تو ایک اژدھا تھا اونٹ کے برابر منہ کھولے ہوئے حضرت عمر کی طرف نگلنے کے ارادے سے دوڑا عمر نے کہا خدا کے واسطے خدا کے واسطے اے ابوالحسن پھر اس کے بعد ایسی بات کبھی نہ ہوگی اور لگے گڑگڑانے حضرت علی نے اس اژدہا کی طرف جو ہاتھ لپکایا پھر وہی کمان کی کمان ہو گئی۔ خیر عمر اپنے گھر چلے گئے اس روایت کو دیکھئے تو تقیہ کی تو گردن ہی توڑ دی۔ خلیفوں۔ اور اصحاب میں بڑی دھوم دھام حضرت عمر ہی کی تھی اور سنی بھی انہیں کی شوکت اور دبدبہ کو بہت زبان پہ لایا کرتے ہیں سو جب ان کا یہ حال ہو کہ ایک کرشمے سے ان کو ڈرا دیا اور بیچارے تو فقط اشارہ سکے تھے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت امیر کا سکوت جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے افعال اور حرکات پر تھا یہاں تک کہ غصب فدک بھا گئے۔ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا اور ان سے بیعت کر لی اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے یہ سب بوجہ حقانیت تھا نہ بوجہ تقیہ ورنہ اس زور اور قدرت اور اس کرامت کا آدمی اور کون تھا جو ان سے اندیشہ یا ہراس رکھتا اور اگر بالفرض یہ زور اور بل اور یہ قدرت خداداد کسی میں نہ ہوتی بھی تب غصب دختر طاہرہ مطہرہ تو ہرگز گوارا نہ ہوتا۔ اہل ہند جو سام و لایتوں سے لوگوں کے نامردہ پن میں امام ہیں ان میں کا بھنگی اور چمار بھی اس سہولت سے بیٹی نہیں دیتا جس طرح حضرت امیر نے اپنی دختر مطہرہ کو حضرت عمر کے حوالہ کر دیا

آپ کبھی دیکھتے رہے اور صاحبزادی کبھی، پھر صاحبزادوں میں کبھی ایک وہ تھے کہ جنہوں نے تیس ہزار
فوج جرار کا مقابلہ کیا حالانکہ وہ زمانہ ضعیفی اور تحمل کا تھا اور بہن کے نکاح کے وقت
عین شباب تھا اور تیسرا تماشہ یہ ہے کہ ہنگامہ کربلا میں جو دشمنان سفاک نے حرم محترم اور
زنان اہلبیت کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو کیا کچھ غضب اور جوش آیا، شیعوں کو تو شہادت
نامہ کربلا ازبری ہوگا۔ لکھنے کی کیا حاجت۔

تقیہ از روئے عقل ونقل وعرف | بالجملہ روایت شیعہ خود تقیہ کی جڑ اکھاڑتی ہیں فقط سنیوں
ہی کا قصور نہیں اور اب آگے اور لکھنا ہمیں ضرور نہیں کہ بحمد اللہ عاقلان منصف کے لئے یہی
بہت ہے مگر بنظر اتمام حجت اور مزید توضیح یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقل اور نقل اور
عرف سے بھی اس بات میں استفسار کیجئے تاکہ شیعوں کی آنکھیں تو کھلیں کہ ہم کس خواب
خرگوش میں مدہوش ہیں۔ جناب من عقل کی رو سے دیکھئے تو پیغمبروں اور اماموں کا تقیہ
ایسا ہے جیسے کسی معلم کو لڑکوں کے پڑھانے اور تادیب کے لئے نوکر رکھا جائے اور وہ معلم تعلیم
اور تادیب تو درکنار الٹا لڑکوں کے ہمرنگ ہو کر گیند بلا یا گلی ڈنڈا کھیلنے لگے، تو پیغمبروں اور اماموں
کیلئے خدا کی طرف سے تقیہ کا فرض ہونا ایسا ہی ہے جیسا معلم و مؤدب کو اہل مکتب یہ حکم دے کہ پڑھنے میں
چاہیے تمہارے اور لڑکوں کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکلے، خبردار ایسا نہ کرنا اور ان کی تادیب
میں تقصیر نہ ہو لیکن جس طرح سے لڑکے چاہیں سر مو اس میں تفاوت نہ ہو نہ ان کو ڈانٹیو نہ
مارئیو نہ اپنی طرف سے کچھ کہیو بلکہ وہ کھیلیں تو ان کے ساتھ تم بھی کھیلنے لگیو۔

اب اہل انصاف الصاف فرمائیں کہ یہ بات کچھ عقل کی ہے اور اس میں اور پیغمبروں
اور اماموں کے تقیہ میں کیا فرق ہے؟ اور پھر تقیہ بھی اتنا کچھ کہ دین برباد ہو گیا تمام امت
محمدی گمراہ ہو گئی تیسرا اپنا ننگ و ناموس جاتا رہا پر چاہیئے زبان سے کلمۃ الحق نکلے اس کی نوبت
نہ آئی۔ کھل کھیلنا تو کجا اور پھر باینہمہ حضرات شیعہ معتقد اس بات کے کہ دین شیعہ عین
مطابق عقل ہے، اور کیونکر نہ کہیں خداوند کریم تو ان کے اعتقاد کے موافق باینہمہ خداوندی
اور حکم الحاکمین ہونے کے محکوم عقل ہے اور عقل کی اطاعت اس کے ذمہ فرض ہے۔ واہ
سبحان اللہ کیا خدا کی قدردانی ہے جب خدا کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو کسی کو کیا شکایت اول تو

ایسے الفاظ کی پیشگی معذرت

''اور اگر بہ نسبت انبیاء و مرسلین یا بزرگان اہل بیت واصحاب سید المرسلین ﷺ اس رسالہ میں کوئی حرف نامناسب دیکھ کر الجھیں تو مجھے اس سے بری الذمہ سمجھیں ایسا مذکور کہیں کہیں ناچار ہی بغرض الزام شیعہ آ گیا ہے اس کا بار انہی کی گردن پر ہے۔ یہ سب انہوں نے ہی کرایا ہے۔ خدا شاہد ہے کہ ایسے عقائد سے میں بہزار جان و ہزار زبان بیزار ہوں۔ محبت بزرگان مذکور کو اپنی سعادت اور ان کے حسنِ اعتقاد کو ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ مگر مردمان فہمید سے یوں امید ہے کہ میرے عذر سے پیشتر ہی بشہادت مذہب مجھے معذور سمجھیں۔''

(ھدیۃ الشیعہ صفحہ۔11)

تریں ورنہ دو چار باتوں کی تغلیط سے کام نہیں چلتا۔ اس کا تو میں بھی خود مقر ہوں کہ خطا و نسیان سے مبرا نہیں کیا عجب ہے کہ کچھ غلطی ہو گئی ہو۔ القصہ اہلِ انصاف سے امید تو یہی ہے کہ قطع نظر پریشانی تقریر اس رسالہ کے دعووں اور دلائل پر حرف گیر نہ ہوں۔ بلکہ آفرین و تحسین ہی سے پیش آئیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

اور اگر بہ نسبت انبیاء و مرسلین یا بزرگان اہل بیت و اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس رسالہ میں کوئی حرف نامناسب دیکھ کر الجھیں تو مجھے اس سے بری الذمہ سمجھیں ایسا مذکور کہیں کہیں ناچار ہی بغرض الزام شیعہ آ گیا ہے اس کا بار انہی کی گردن پر ہے یہ سب انہوں نے ہی کہا ہے خدا شاہد ہے کہ ایسے عقائد سے میں بہزار جان و بہزار زبان بیزار ہوں۔ محبت بزرگان مذکور کو اپنی سعادت اور ان کے حسنِ اعتقاد کو ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ مگر مردمان فہمیدہ سے یوں امید ہے کہ میرے عذر سے بیشتر ہی بشہادت مذہب مجھے معذور سمجھیں۔

نقل روایات میں مصنف کا عذر

ہاں بوجہ بے سروسامانی احقر کسی شیعہ کو نقل روایات میں کچھ تامل ہو تو البتہ چند وجہ سے بجا ہے، اول تو کتب شیعہ کیسے سنیوں کو کیا غرض جو فراہم کریں شیعوں کو بحکم مثل مشہور اہل البیت ادری بما فیہ۔ یعنی گھر والے گھر کی بات کو خوب جانا کرتے ہیں، بلحاظ خوبی مضامین سنیوں کے دینے میں دار و گیر اور طعن و تشنیع اور مضحکہ کا اندیشہ پھر کوئی سنی لائے تو کہاں سے لائے جو کوئی روایت مفید مطلب سنیاں کبھی رسالہ میں درج کی جائے دوسرے یہ کتابیں اگر دستیاب کر لیں تو بھی بے سروسامان کے لئے تو کوئی صورت ہی نہیں کیونکہ اپنی کتابیں جب پاس نہ ہوں تو دوسروں کی کتابیں کیا ہوں گی تیسرے نقل مشہور ہے المرء یقیس علی نفسہ۔ شیعوں کی دروغ بیانی نے شیعوں کے نزدیک سنیوں کا اعتبار بھی نہیں رکھا پھر حسب مثل مذکور اگر شیعہ اس سنی مشرب کو بھی جھوٹا سمجھیں تو سمجھ کی بات ہے۔ بالجملہ ان تینوں وجوہ خاص کر وجہ اول اس بات میں کسی شیعہ کو تامل ہو تو بجا ہے خود رہے

تحفہ اثنا عشریہ پر اعتماد

اس لئے یہ استبعاد بھی عرض پرداز ہے کہ والصدق ینجی والکذب یہلک یعنی سچ میں نجات ہے اور جھوٹ میں تباہی۔ واقعی اس بے سروسامان کے پاس اس قسم کا سامان کچھ نہ تھا، ہاں ایک تحفہ اثنا عشریہ تھا اور جب تحفہ تھا تو جاننے والے جانتے ہیں کہ سب کچھ تھا۔ موافق مصرعہ مشہور

کافی ہے تسلی کو تری ایک نظر بھی

ور کتابیں نہ سہی۔ ایک تحفہ ہی بہت ہے کیونکہ مؤلف تحفہ حجۃ اللہ فی العالمین خاتم المحدثین والمفسرین

مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب کی وضاحت

''اگر کسی جگہ میرے قلم سے کوئی ایسا لفظ نکل جائے جو عیسائیوں کی کسی مسلمہ کتاب کی نسبت یا ان کے کسی پیغمبر کے متعلق بے ادبی اور گستاخی کا شبہ پیدا کرتا ہو تو ناظرین اس کو اس کتاب کی اس نبی کی نسبت میری بداعتقادی پر محمول نہ فرمائیں، کیونکہ میرے نزدیک خدا کی کسی کتاب یا اس کے کسی پیغمبر کی شان میں بے ادبی کرنا بدترین عیب ہے۔''

(بائبل سے قرآن تک۔ترجمہ اظہار الحق از مولانا رحمت اللہ کیرانوی۔جلد اوّل صفحہ 230)

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۔ الآیۃ

بائبل سے قرآن تک

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق تالیف

"اظہار الحق"

کا اردو ترجمہ اور شرح و تحقیق

جلد اوّل

ترجمہ

مولانا اکبر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق استاذ حدیث دار العلوم کراچی

شرح و تحقیق

محمد تقی عثمانی

استاذ دار العلوم کراچی

مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴

www.ahlehaq.org

۷۔ لارڈنر کی تفسیر مطبوعہ لندن ۱۸۴۹ء،

۸۔ ہارسلے کی تفسیر،

۹۔ واٹسن کی کتاب،

۱۰۔ فرقہ پروٹسٹنٹ کا ترجمہ انگریزی مہر شدہ مطبوعہ ۱۸۱۹ء و ۱۸۳۰ء و ۱۸۳۱ء و ۱۸۳۶ء،

۱۱۔ عہد عتیق وجدید کا انگریزی ترجمہ جو رومن کیتھولک کا کیا ہوا ہے، مطبوعہ ڈبلن ۱۸۴۰ء،

اس کے علاوہ دوسری کتابیں بھی ہیں، جن کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا، یہ کتابیں اُن ممالک میں جن پر انگریزوں کا تسلط ہے بڑی کثرت سے ملتی ہیں، جس کسی کو شک ہو نقل کو اصل کے مطابق کر سکتا ہے،

(۴)

اگر کسی جگہ میرے قلم سے کوئی ایسا لفظ نکل جائے جو عیسائیوں کی کسی مسلّمہ کتاب کی نسبت یا اُن کے کسی پیغمبر کے متعلق بے ادبی اور گستاخی کا شبہ پیدا کرتا ہو تو ناظرین اس کو اُس کتاب کی یا نبی کی نسبت میری بد اعتقادی پر محمول نہ فرمائیں، کیونکہ میرے نزدیک خدا کی کسی کتاب یا اس کے کسی پیغمبر کی شان میں بے ادبی کرنا بدترین عیب ہے، اللہ تعالیٰ مجھ کو اور تمام مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے، مگر چونکہ وہ کتابیں جو عیسائیوں کے نزدیک مسلّم اور انبیاء کی جانب منسوب ہیں، ان کا الہامی کتابیں ہونا آج تک ثابت نہیں ہو سکا، بلکہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نے دونوں کو یکجا کر دیا اور اس کا نام ہنری واسکاٹ کی تفسیر ہو گیا، اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ مصنفؒ اس کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تفسیر ہنری واسکاٹ کے جامعین نے یوں کہا" ۱۲ محمد تقی

انورشاہ کشمیری صاحب کی وضاحت

’’۔۔۔علماء کے قلوب صافیہ چونکہ کسی خلاف حق بات کو برداشت نہیں کر سکتے ،اس لئے بعض اوقات سخت الفاظ میں زجرو توبیخ کیا کرتے ہیں لہٰذا ان کے الفاظ سے معنی حقیقی مراد نہیں ہوا کرتے ۔(عمدۃ القاری ص602ج1)‘‘

(انوار الباری،اردو شرح صحیح البخاری جلد 6 صفحہ 266)

اردو شرح

انوار الباری

صحیح البخاری

مجموعۂ افادات

امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

ودیگر اکابر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ

مؤلفۂ تلمیذ علامہ کشمیری

حضرۃ مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری رحمہ اللہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

(061-4540513-4519240

السلام کے علوم کی جدا جدا نوعیت، حضرت خضر علیہا السلام کی نبوت، حیات وغیرہ مسائل بیان ہوئے تھے، یہاں حدیث میں ان تینوں باتوں کا ذکر بھی ہے، جن کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر نہ کر سکے تھے اور بالآخر حضرت خضرؑ کا ساتھ چھوڑنا پڑا تھا۔ اس کے بعد حدیث الباب کے اہم امور کی تشریح کی جاتی ہے۔

قولہ لیس موسیٰ بنی اسرائیل:

نوفا بکالی کو یہی مغالطہ تھا کہ حضرت خضرؑ کا تلمذ یا ان سے کم علم ہونا حضرت موسیٰ ایسے جلیل القدر پیغمبر کے لئے موزوں نہیں، اس لئے وہ موسیٰ ابن میشاء ہوں گے یعنی حضرت یوسف علیہم السلام کے پوتے، جو سب سے پہلے موسیٰ کے نام کے پیغمبر ہوئے ہیں، اہل توراۃ کا بھی یہی خیال تھا کہ وہی صاحب خضر ہیں، لیکن صحیح اور واقعی بات یہ ہے کہ صاحب خضر حضرت موسیٰ بن عمران ہی تھے۔ (عمدۃ القاری ص ۶۰۲ ج ۱)

کذب عدواللہ کیوں کہا گیا؟

حافظ عینیؒ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ نے یہ الفاظ نوفا کے متعلق غصہ کی حالت میں کہے اور الفاظ وغضب کا تعلق حقیقت وواقعہ سے کم ہوتا ہے، بلکہ مقصد زجر وتنبیہ ہوا کرتی ہے، گویا مبالغہ فی الانکار کی صورت تھی، علامہ ابن التین نے فرمایا۔ حضرت ابن عباسؓ کا مقصد نوفا بکالی کو ولایت خداوندی سے نکال کر اعداء اللہ کے زمرے میں داخل کرنا نہیں تھا، بلکہ علماء کے قلوب صافیہ چونکہ کسی خلاف حق بات کو برداشت نہیں کر سکتے، اس لئے بعض اوقات سخت الفاظ میں زجر وتوبیخ کیا کرتے ہیں، لہذا ان کے الفاظ سے معنی حقیقی مراد نہیں ہوا کرتے۔ (عمدۃ القاری ص ۶۰۲ ج ۱)

اس سے قبل حافظ عینیؒ نے رجال سند حدیث الباب پر کلام کرتے ہوئے نوفا بکالی کے متعلق لکھا کہ وہ عالم، فاضل امام اہل دمشق تھے۔ ابن التین نے لکھا کہ حضرت علیؓ کے حاجب رہے ہیں اور وہ قاص بھی تھے، یعنی قصہ گو، واعظ یا خطیب (عمدۃ القاری ص ۵۹۷)

فسئل ای الناس اعلم؟

سوال کے الفاظ مختلف مروی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟ فرمایا کہ "انا اعلم" (میں سب سے زیادہ علم والا ہوں) ایک روایت میں ہے **ھل تعلم احد اعلم منک**؟ کیا آپ کسی کو جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ عالم ہو؟ فرمایا نہیں! مسلم شریف میں اس طرح پھر جواب ذکر ہے "مجھے معلوم نہیں کہ زمین پر مجھ سے بہتر اور زیادہ علم والا کوئی اور شخص ہے" اس روایت میں اس سوال کا ذکر نہیں ہے، حق تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ میں ہی زیادہ جانتا ہوں کہ خیر کس کے حصہ میں زیادہ ہے، زمین پر ایک شخص تم سے بھی زیادہ علم والا ہے۔

ابن بطال کی رائے

آپ نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بجائے جواب کے صرف اللہ اعلم کہہ دینا چاہیے تھا، اس لئے کہ ان کا علم ساری دنیا کے عالموں پر حاوی نہیں تھا، چنانچہ ملائکہ نے بھی "**سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا**" کہا تھا اور نبی کریم ﷺ سے روح کے بارے میں سوال کیا گیا تھا تو فرمایا تھا "میں نہیں جانتا تا آنکہ حق تعالیٰ سے سوال کر کے معلوم کروں" ابن بطال کی اس رائے پر بعض فضلاء نے اعتراض کیا ہے اور کہا کہ یہ تو امر متعین ہے کہ اللہ اعلم کہنا چاہیے تھا، مگر ترک جواب ضروری نہیں، اگر جواب میں **انا و اللہ اعلم** (میں سب سے زیادہ علم والا

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وضاحت

’’اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کا منکر نہیں گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ میں روحانیت کی رو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفاء تھا موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں سو میں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہم نام ہوں اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں نہ صرف اسی قدر بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں۔‘‘

(کشتی نوح صفحہ 16,17 ، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 17,18)

کے خیال نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا گویا خدا نے اس کو ہمیشہ کے لئے اس لئے زندہ رہنے دیا کہ تا لوگ مشرک اور بے دین ہو جائیں اور گویا یہ لوگوں کی غلطی نہیں بلکہ خدا نے یہ سب کچھ خود کیا تا لوگوں کو گمراہ کرے خوب یاد رکھو کہ بجز موت مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آ سکتی سو اس سے فائدہ کیا کہ برخلاف تعلیم قرآن اس کو زندہ سمجھا جائے اس کو مرنے دو تا یہ دین زندہ ہو۔ خدا نے اپنے قول سے مسیح کی موت ظاہر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اُس کو مُردوں میں دیکھ لیا اب بھی تم ماننے میں نہیں آتے۔ یہ کیسا **ایمان** ہے کیا انسانوں کی روایتوں کو خدا کی کلام پر مقدم رکھتے ہو یہ کیا دین ہے☆ اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف گواہی دی کہ میں نے مُردہ ﴿۱۶﴾
روحوں میں عیسیٰ کو دیکھا بلکہ خود مر کر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اس سے پہلے کوئی زندہ نہیں رہا۔ پس ہمارے مخالف جیسا کہ قرآن کو چھوڑتے ہیں ویسا ہی سنّت کو بھی چھوڑتے ہیں کیونکہ مرنا ہمارے نبی کی سنّت ہے اگر عیسیٰ زندہ تھا تو مرنے میں ہمارے رسول کی بے عزتی تھی سو تم نہ اہلسنّت ہو نہ اہل قرآن جب تک عیسیٰ کی موت کے قائل نہ ہو۔ اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کا منکر نہیں گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے **افضل** ہے لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ میں روحانیت کی رو سے اسلام میں **خاتم الخلفاء** ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفاء تھا موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں مَیں مسیح موعود ہوں سو میں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہم نام ہوں اور مفسد اور مفتری ہے

☆ **نوٹ**۔ قرآن شریف میں ایک آیت میں صریح کشمیر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسیح اور اس کی والدہ صلیب کے واقعہ کے بعد کشمیر کی طرف چلے گئے جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَاٰوَیۡنٰہُمَاۤ اِلٰی رَبۡوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیۡنٍ[1] یعنی ہم نے عیسیٰ اور اس کی والدہ کو ایک ایسے ٹیلے پر جگہ دی جو آرام کی جگہ تھی اور پانی صاف یعنی چشموں کا پانی وہاں تھا سو اس میں خدا تعالیٰ نے کشمیر کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور اٰوٰی کا لفظ لغت عرب میں کسی مصیبت یا تکلیف سے پناہ دینے کے لئے آتا ہے اور صلیب سے پہلے عیسیٰ اور اُس کی والدہ پر کوئی زمانہ مصیبت کا نہیں گزرا جس سے پناہ دی جاتی پس متعین ہوا کہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ اور اُس کی والدہ کو واقعہ صلیب کے بعد اُس ٹیلے پر پہنچایا تھا۔ منہ

[1] المومنون: ۵۱

وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا بلکہ مسیح تو مسیح مَیں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں☆ کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں نہ صرف اسی قدر بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہائت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابلِ اعتراض۔

اِن سب باتوں کے بعد پھر میں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اُسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اُس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے ﴿۱۷﴾

☆ **حاشیہ:** یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی چار بھائیوں کے نام یہ ہیں۔ یہودا[۱]، یعقوب[۲]، شمعون[۳]، یوزس[۴] اور دو بہنوں کے نام یہ تھے۔ آسیا[۱]، لیدیا[۲]۔ دیکھو کتاب اپاسٹولک ریکارڈس مصنفہ پادری جان ایلن گائلز مطبوعہ لندن ۱۸۸۶ء صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۶۔ منہ

الزامی جواب

''عیسائیوں کو جواب دیتے وقت بعض اوقات سخت الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو یہ بات بالکل صاف ہے جب ہمارا دل بہت دُکھایا جاتا ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے ناجائز حملے کئے جاتے ہیں تو صرف متنبّہ کرنے کی خاطر انہیں کی مسلّمہ کتب سے الزامی جواب دیئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو چاہئے کہ ہماری کوئی بات ایسی نکالیں جو حضرت عیسیٰ کے متعلق ہم نے بطور الزامی جواب کے لکھی ہو اور انجیل میں موجود نہ ہو۔ آخر یہ تو ہم سے نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سُن کر چُپ رہیں اور اس قسم کے جواب تو خود قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں جیسے لکھا ہے اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَہُ الْاُنْثٰی (27/5) فَاسْتَفْتِھِمْ اَلِرَبِّکَ الْبَنَاتُ وَ لَھُمُ الْبَنُوْن (23/9) وہ لوگ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تمہارے بیٹے اور ہماری بیٹیاں۔ غرض اِلزامی رنگ کے جواب دینا تو طریق مناظرہ ہے ورنہ ہم حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا رسول اور ایک مقبول اور برگزیدہ انسان سمجھتے ہیں۔ (الحکم جلد 11 نمبر 41 مؤرخہ 17 نومبر 1907 صفحہ 4)''

(تفسیر از سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 4 صفحہ 264)

۱۸ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ○

اِنتہائی درجہ (ترقیاتِ کاملہ کا) وہ ہے جس کی نسبت لکھا ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ اِنسان مدارجِ سلوک میں اپنے واقعاتِ کشفیہ میں بہت سے عجائبات دیکھتا ہے اور انواع و اقسام کی واردات اُس پر وارد ہوتی ہیں مگر اعلیٰ مقام اس کا عبودیت ہے جن کا لازمہ صحو اور ہوشیاری ہے اور سُکر اور شطح سے بکلّی بیزاری ہے۔

(مکتوباتِ احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۲ مکتوب ۳)

حالتِ تام وہ ہے جس کی طرف اشارہ ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یہ حالت اہلِ جنّت کے نصیب ہوگی۔

(مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
مندرجہ الحکم جلد ۹ نمبر ۳۵ مورخہ ۱۰ ر اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۸)

۲۲-۲۳ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی ○ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰی ○

عیسائیوں کو جواب دیتے وقت بعض اوقات سخت الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو یہ بات بالکل صاف ہے جب ہمارا دل بہت دُکھایا جاتا ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے ناجائز حملے کئے جاتے ہیں تو صرف متنبّہ کرنے کی خاطر انہیں کی مسلّمہ کتب سے الزامی جواب دیئے جاتے ہیں۔

ان لوگوں کو چاہیئے کہ ہماری کوئی بات ایسی نکالیں جو حضرت عیسٰی کے متعلق ہم نے بطور الزامی جواب کے لکھی ہو اور انجیل میں موجود نہ ہو۔ آخر یہ تو ہم سے نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سُن کر چُپ رہیں اور اِس قسم کے جواب تو خود قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں جیسے لکھا ہے اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی (۲۳/۵۳) فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ (۳۷/۱۵۰) وہ لوگ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تمہارے بیٹے اور ہماری بیٹیاں۔

غرض اِلزامی رنگ کے جواب دینا تو طریق مناظرہ ہے ورنہ ہم حضرت عیسٰی کو خدا تعالیٰ کا رسول اور ایک مقبول اور برگزیدہ انسان سمجھتے ہیں اور جن لوگوں کا دل صاف نہیں اُن کا فیصلہ ہم خدا پر چھوڑتے ہیں۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۱ مورخہ ۱۷ ر نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴)

کیا تمہارے لئے بیٹے اور اس کے لئے بیٹیاں۔ یہ تو ٹھیک ٹھیک تقسیم نہ ہوئی۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۵ حاشیہ)

۲۹ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِیْ

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وضاحت کا انکار

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دیگر بزرگان کی طرح اپنے سخت الفاظ کی وضاحت خود حضورؑ نے بھی فرمائی۔ حیرت کی بات ہے کہ غیر احمدی مسلمان علماء نے اپنے بزرگوں کی وضاحتوں کو تو پیش کر دیا لیکن سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وضاحت کو پیش کرنا تو دور کی بات، سرے سے انکار ہی کر دیا گیا کہ انہوں نے اپنی ایسی تحریروں کی کبھی وضاحت ہی نہیں کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن!

''کیا مرزا غلام احمد نے بھی انجام آتھم، نسیم دعوت، ضمیمہ انجام آتھم، ست بچن اور نور القرآن کی عبارات کو جن میں صریحًا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے، کہیں ملحدانہ کہا ہے؟ کہیں اپنی کسی عبارت کو کفریہ عبارت کہا ہے؟ اگر نہیں تو معلوم ہوا وہ عبارات غلام احمد کی اپنی ہیں اور مذکورہ عبارات حضرت مولانا آل حسنؒ کی نہیں ہیں۔ انہوں نے اناجیل کے مسلمات سے ان باتوں کا لزوم ان سے ثابت کیا ہے۔۔۔ کیا مرزا غلام احمد نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے کسی الزام کو خباثت اور بدباطنی کہا ہے؟۔۔۔ مولانا نے جس واضح انداز میں انجیل کے الزامی امور سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے اس کی رو سے حضرت مولانا رحمت اللہؒ کی کوئی تحریر موجب قدح نہیں رہتی اور مرزا غلام احمد نے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سب وشتم کا نشان بنایا ہے اور اُن کی کھلے بندوں توہین کی ہے وہ ان حضرات کے الزامات سے قطعًا مختلف ہے''

(پیش لفظ از علامہ خالد محمود کتاب الاستفسار۔ صفحہ 60,61,62)

مطالعۂ عیسائیت

ردِ عیسائیت پر لکھی گئی اُردو زبان میں پہلی کتاب

کتاب الاستفسار

تالیف

مناظرِ اسلام حضرت مولانا سید آلِ حسن مہانی رحمۃ اللہ علیہ

مع مقدمہ

مناظرِ اسلام ڈاکٹر خالد محمود

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی، مانچسٹر

دار المعارف

اس پر عائد ہوتا ہے، پھر وہ لکھتے ہیں کہ کتاب استفسار سے اس قسم کی عبارات پیش کرتے ہیں:-

عیسیٰ نے کہا کہ تم ہم میں ایسی کچھ بات کہ یہ شاید جو ... کہ اس کے کہا ہیں
آگاہ کریں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں جیسے عقیدہ اس کے ... میں ... گئے
اور اس کے عقائد اسی طرح ہے۔ ؎

پھر یہ کہتے ہیں کہ کوئی پاک شخص کہ یہ عبارت بے شک غلط ہے اور اس کو قائل توہین نبی کے جرم میں ... کا فر ہے لیکن یہ صحیح نہیں کہ مولانا آل حسنؒ یہ عقیدہ رکھتے تھے یا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان اقوال و افعال کے قائل تھے۔ آپ نے یہ اگر یہ عبارت ص ۱۴۹ سطر ... سے مولانا ظفر کر کے شروع کی ہے اور ص ۱۵۰ ... تک ... ہے یہ ص ۱۵۲ کے آخر میں لکھا ہے کہ تیجی وہ بات ختم ہو گئی یا ان کی وہ بات نہیں کہ ... بات ہے جو ... نقل کرتے ہیں اس کے بعد ص ۱۹۵ پر آپ لکھتے ہیں:-

میں نے بہ نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو کلام تقریر کی محض بطریق الزام
لکھی اور حیرت کی عبارت سے میرے دل میں اس کا وسوسہ بھی نہیں چہ جائیکہ
گمان ؎

کیا مولانا ... نے بھی ... تقریر نہ ... حضرت ... حضرت عیسیٰ اور قرآن کی عبارات کو جن میں مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ہے کہیں خدا کہا ہے کہیں ایسی کوئی عبارت کو اگر یہ عبارت کہا ہے؟ اگر نہیں تو معلوم ہوا وہ عبارات قوم عیسیٰ کی ہیں اور مذکورہ عبارات حضرت مولانا آل حسنؒ کی نہیں ہیں انہوں نے انجیل کے عبارات سے ان باتوں کا الزام ان سے ثابت کیا ہے۔

یہودی اگر اس قسم کی باتیں کہیں جو ان کی انجیل سے عیسیٰ کی توہین ہوں تو کیا آپ بھی حضرت مولانا کو خبیث اور بد باطن قرار دیتے ہیں؟ کہ حقیقت ص ۱۹۵ کی باتیں ان کی طرف منسوب کریں۔

پھر اگر کوئی یہودی ان کو خبیث اور بد باطن کہے کہ حضرت عیسیٰ کو نعوذ باللہ

؎ کتاب استفسار ص ۱۴۹ قدیم طبع جدید ؎ ایضاً

جوان تھے۔ یہ بیٹیاں ان کے ساتھ صرف بدکاری کے لیے رہتی تھیں ......
تو کیا جواب ہو گا۔[1]

کیا مرزا غلام احمد نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے کسی الزام کو خباثت اور بد باطنی کہا ہے؟

حضرت مولانا آل حسن آگے چل کر لکھتے ہیں۔

خداوند تعالیٰ مجھے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور توہین سے محفوظ رکھے مگر صرف پادری صاحبوں کے الزام کے لیے نقل کرتا ہوں اور بعض باتوں کا جواب بھی جگہ دیتا ہوں اور بعض باتوں کا پتہ بھی میری کتاب کے اور مقاموں سے مل سکتا ہے۔[2]

ایک اور مقام پر لکھا ہے۔

یہ سب شبہے جو ہم نے انبیاء کی [illegible] پر کئے تو ہم نے اپنے دل سے نہیں کئے بلکہ میں ہزار دل سے ان سے بیزار ہوں اس لیے کہ میں نہیں جانتا کہ انجیل نے ایسا کہا ہے یا نہیں۔ اور اگر کہا ہے تو ان کا مطلب معلوم نہیں کیا ہو گا بلکہ یہ شبہے صرف پادریوں کی تقریروں پر مبنی ہیں۔[3]

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے بھی اپنی مشہور کتاب ازالۃ الاوہام فارسی میں اسی کی تقریر کی بلکہ موجودہ انجیل سے جو جو باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے لازم آتی ہیں وہ ہرگز ہرگز ان کا اعتقاد نہ تھا الزام سے اعتقاد ثابت نہیں ہوتے۔ الزام کو جس صورت میں چاہو بتا سکتا ہے اور اس الزام سے جو چیز لازم آئے اس سے اپنا اظہار بیزاری ضروری ہے۔ مولانا رحمت اللہ لکھتے ہیں۔

در جواب ایں فرقہ احقر ہانے الزامی ہمیں تقریر نقل کردہ است [illegible] روایات کتب مقدسہ شان [illegible] مثلے نمودہ اندے [illegible] کہ اعتقاد ما [illegible] انبیاء علیہم السلام پاک شیا [illegible] شریعت [illegible] مثال [illegible] جگہ [illegible] زبان [illegible]

ل کتاب استفسار ص [illegible] تفریح ص [illegible] جدید ۲ ایضاً ص [illegible] تفریح ص [illegible] جدید

و صلوات برحق من جملہ عقائد ما است۔[1]

ترجمہ: عیسائیوں کے جواب میں الزامی دلیلیں دی تھیں جو تقریر سے متعلق کی گئی ہیں وہ انجیل میں دی گئی تھی) اور ان کی کتب مقدسہ کی روایات بھی بطور نمونہ ذکر خود سے صحیح دی گئی ہیں ماشا و کلا کہ میرا عقیدہ انبیاء کرام میں سے کسی کی بھی ہجو یا مذمت کا ہو یا ان کی عصمت پر [illegible] شریعت کی کوئی بات [illegible] ہو بلکہ میں انہیں [illegible] سے بہتر و زبان بیزار ہوں اور صلوات برحق پر عقیدہ رکھنا ہم اہل اسلام کے عقائد میں سے ہے۔

مولانا نے جس واضح الفاظ میں انجیل کے الزامی رد سے متعلق کا خلاصہ کیا ہے وہی کی رو سے حضرت مولانا [illegible] کی تقریر جب [illegible] مرزا غلام احمد نے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سب و شتم کا نشانہ بنایا ہے اس کی [illegible] توہین کی ہے وہ ان حضرات کے خیالات سے قطعاً مختلف ہے۔

مولانا آل حسنؒ کا خلوص و ابتہال

مولانا آل حسنؒ نے عیسائیت کے رد میں اپنے خلوص و درد کا بیان [illegible] کیا کہ [illegible] کے [illegible] پر لگا دیا اور عیسائیوں کو [illegible] کے [illegible] پر مباحثہ کی دعوت دی

میں مباحثہ کرنے کو موجود ہوں اور یہ بات پکار کر [illegible] کہ [illegible] غلط ہے اور [illegible] احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] ہے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

میں پکار کر کہتا ہوں کہ ہرگز ہرگز اس میں کوئی شبہ نہیں اور اس پر بھی میں مباحثہ کرنے کو موجود ہوں عیسائیوں کو صرف چند [illegible] کے احوال پر ناز ہے[2]

تاریخ گواہ ہے کہ [illegible] حضرت مولانا آل حسن کی اس دعوت مباحثہ کو قبول کرنے کی ہمت نہیں کی اور [illegible] اسلام کا [illegible] تھا ہے

---

[1] [illegible] کتاب استفسار [illegible] [2] ایضاً [illegible]

صحابہ کرامؓ کی توہین کے الزام کی حقیقت

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مندرجہ ذیل عبارت نقل کر کے یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ گویا آپؑ صحابہ کرامؓ کی، نعوذ باللہ، توہین کے مرتکب ہوئے ہیں، حالانکہ حضورؑ اپنے مؤقف کی تائید میں محدثین کی رائے نقل فرما رہے ہیں جن کا حضرت ابو ہریرہؓ کی فہم اور درایت کے بارے میں یہی خیال تھا۔

''ابو ہریرہ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا۔ اور میں کہتا ہوں کہ اگر ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسے معنے کئے ہیں تو یہ اس کی غلطی ہے جیسا کہ اور کئی مقام میں محدثین نے ثابت کیا ہے کہ جو امور فہم اور درایت کے متعلق ہیں اکثر ابو ہریرہؓ اُن کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتا ہے اور غلطی کرتا ہے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ 235۔ روحانی خزائن جلد 21، صفحہ:410)

یہ ضمیر پھرتی تو دوسری قراءت میں موتھم کیوں ہوتا؟ دیکھو تفسیر ثنائی کہ اس میں بڑے زور سے ہمارے اس بیان کی تصدیق موجود ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی معنے ہیں مگر صاحب تفسیر لکھتا ہے کہ ’’ابوہریرہ فہم قرآن میں ناقص ہے اور اس کی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ابوہریرہ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا۔اور میں کہتا ہوں کہ اگر ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسے معنے کئے ہیں تو یہ اس کی غلطی ہے جیسا کہ اور کئی مقام میں محدثین نے ثابت کیا ہے کہ جو امور فہم اور درایت کے متعلق ہیں اکثر ابوہریرہؓ اُن کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتا ہے اور غلطی کرتا ہے۔یہ مسلّم امر ہے کہ ایک صحابی کی رائے شرعی حجت نہیں ہوسکتی۔شرعی حجت صرف اجماع صحابہؓ ہے۔سو ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس بات پر اجماع صحابہ ہو چکا ہے کہ تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔

﴿۲۳۵﴾ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جبکہ آیت قبل موتہٖ کی دوسری قراءت قبل موتھم موجود ہے، جو بموجب اصول محدثین کے حکم صحیح حدیث کا رکھتی ہے یعنی ایسی حدیث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو اس صورت میں محض ابوہریرہ کا اپنا قول رد کرنے کے لائق ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مقابل پر ہیچ اور لغو ہے اور اُس پر اصرار کرنا کفر تک پہنچا سکتا ہے۔اور پھر صرف اسی قدر نہیں بلکہ ابوہریرہ کے قول سے قرآن شریف کا باطل ہونا لازم آتا ہے کیونکہ قرآن شریف تو جابجا فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ قیامت تک رہیں گے ان کا بکلی استیصال نہیں ہوگا۔اور ابوہریرہ کہتا ہے کہ یہود کا استیصال بکلی ہو جائے گا اور یہ سراسر مخالف قرآن شریف ہے۔ جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہیئے کہ ابوہریرہ کے قول کو ایک ردّی متاع کی طرح پھینک دے بلکہ چونکہ قراءت ثانی حسب اصول محدثین حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے اور اس جگہ آیت قبل موتہٖ کی دوسری قراءت قبل موتھم موجود ہے جس کو حدیث صحیح سمجھنا چاہیئے۔اس صورت میں ابوہریرہ کا قول قرآن اور حدیث دونوں کے مخالف ہے۔ **فلا شکّ انّہ باطل و من تبعہ فانّہ مفسد بطّال ۔**

کلمۃ

تمّت

’’غرض اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض کم تدبر کرنے والے صحابی جن کی درایت اچھی نہیں تھی (جیسے ابو ہریرہ) وہ اپنی غلط فہمی سے عیسیٰ موعود کے آنے کی پیشگوئی پر نظر ڈال کر یہ خیال کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ ہی آجائیں گے جیسا کہ ابتداء میں ابو ہریرہ کو بھی یہی دھوکہ لگا ہوا تھا اور اکثر باتوں میں ابو ہریرہ بوجہ اپنی سادگی اور کمی درایت کے ایسے دھوکوں میں پڑ جایا کرتا تھا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی صفحہ 34 روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 36)

پیش کر کے یہ غلطی دور کر دی اور اسلام میں یہ پہلا اجماع تھا کہ سب نبی فوت ہو چکے ہیں۔
غرض اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض کم تدبر کرنے والے صحابی جن کی درایت ﴿۳۴﴾
اچھی نہیں تھی (جیسے ابو ھریرہ) وہ اپنی غلط فہمی سے عیسیٰ موعود کے آنے کی پیشگوئی پر نظر ڈال کر یہ خیال کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ ہی آجائیں گے جیسا کہ ابتداء میں ابو ہریرہ کو بھی یہی دھوکہ لگا ہوا تھا اور اکثر باتوں میں ابو ہریرہ بوجہ اپنی سادگی اور کمی درایت کے ایسے دھوکوں میں پڑ جایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک صحابی کے آگ میں پڑنے کی پیشگوئی میں بھی اس کو یہی دھوکہ لگا تھا اور آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ [1] کے ایسے اُلٹے معنی کرتا تھا جس سے سُننے والے کو ہنسی آتی تھی کیونکہ وہ اس آیت سے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ کی مَوت سے پہلے سب اُس پر ایمان لے آئیں گے حالانکہ دوسری قراءت اس آیت میں بجائے قَبْلَ مَوْتِهٖ کے قَبْلَ مَوْتِهِمْ موجود ہے اور یہ عقیدہ کُھلے طور پر قرآن شریف کے مخالف ہے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ سب لوگ حضرت عیسیٰ کو قبول کر لیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:-

يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ [2] یعنی اے عیسیٰ مَیں تجھے مَوت دُوں گا اور پھر مَوت کے بعد مومنوں کی طرح اپنی طرف تجھے اُٹھاؤں گا اور پھر تمام تہمتوں سے تجھے بَری کروں گا اور پھر قیامت تک تیرے متبعین کو تیرے مخالفوں پر غالب رکھوں گا اب ظاہر ہے کہ اگر قیامت سے پہلے تمام لوگ حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے تو پھر وہ کون سے مخالف ہیں جو قیامت تک رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک اور مقام میں فرماتا ہے۔

وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ [3] یعنی یہود اور نصاریٰ میں قیامت تک عداوت رہے گی پس ظاہر ہے کہ اگر تمام یہود قیامت سے پہلے ہی حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آویں گے تو قیامت تک عداوت رکھنے والا کون رہے گا۔

[1] النساء:۱۶۰ [2] آل عمران:۵۶ [3] المائدة:۶۵

حنفی علماء کے نزدیک حضرت ابو ہریرہؓ کا مقام

لیکن اب دیکھئے کہ خود حنفی علماء کے نزدیک حضرت ابو ہریرہؓ کا کیا مقام ہے۔

''ہم نے قیاس پر اس خبر واحد کو ترجیح دی ہے جس کا راوی معروف بالفقہ ہو اور اجتہاد کی وجہ سے اس کو دوسروں پر تقدم حاصل ہو اور رہے ابو ہریرہ تو ان کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے لہٰذا ان کی روایت کردہ خبر واحد کو قیاس پر تقدم حاصل نہ ہوگا۔۔۔مصنف کہتے ہیں کہ اگر راوی عدالت، حفظ اور ضبط میں معروف ومشہور ہو لیکن فقہ میں مشہور نہ ہو جیسے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انسؓ۔''

(فیض سبحانی شرح اردو حُسامی تالیف مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈی استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم دیوبند۔جلداول۔صفحہ 365,367)

فیضِ سُبحانی

شرح اردو

حُسامی

تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی

اُستاذِ حدیث و تفسیر دارُالعُلوم، دیوبند

المیزان

کوئی حدیث مقبول نہ ہوگی ۔

وَإِذَا ثَبَتَ أَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ حُجَّةٌ قُلْنَا إِنْ كَانَ الرَّاوِيُ مَعْرُوفًا بِالْفِقْهِ وَالتَّقَدُّمِ فِي الْاِجْتِهَادِ كَالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَالْعَبَادِلَةِ الثَّلٰثَةِ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَأَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ وَعَائِشَةَ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ وَغَيْرِهِمْ مِمَّنْ اِشْتَهَرَ بِالْفِقْهِ وَالنَّظَرِ كَانَ حَدِيْثُهُمْ حُجَّةً يُتْرَكُ بِهِ الْقِيَاسُ

ترجمہ :- اور جب ثابت ہوگیا کہ خبر واحد حجت ہے تو ہم نے کہا اگر راوی فقہ کے ساتھ مشہور ہو اور اجتہاد کی وجہ سے اسکو تقدم حاصل ہو جیسے خلفاء راشدین، عبادلہ ثلاثہ، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، ابو موسیٰ اشعری اور عائشہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے علاوہ ان حضرات میں سے جو فقہ اور نظر کے ساتھ مشہور ہو گئے تو ان کی حدیث حجت ہوگی۔ اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کردیا جائے گا۔

تشریح :- جب مصنف رح قلت رواۃ اور کثرت رواۃ، اتصال سند اور انفصال سند کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم سے فارغ ہو چکے تو اب راوی کے حال کے اعتبار سے تقسیم کرنا چاہتے ہیں کہ راوی معروف ہے یا مجہول اگر معروف ہے تو معروف بالفقہ ہے یا معروف بالعدالت ہے۔ اور اگر مجہول ہے تو اس کی پانچ قسمیں ہیں جن کا بیان آگے آرہا ہے۔ بہر حال اگر راوی یعنی صحابی فقہ میں مشہور ہو اور اجتہاد کی وجہ سے اس کو دوسرے حضرات صحابہ پر تقدم حاصل ہو اور ان کے علاوہ جو فقہ اور نظر و فکر میں مشہور ہو گئے ہوں جیسے ابی بن کعب اور ابو الدرداء، تو قیاس کے مخالف ہونے کی صورت میں اسکی خبر واحد حجت ہوگی اور قیاس متروک ہوگا۔ حضرت امام مالک رح فرماتے ہیں کہ اس صورت میں خبر واحد پر قیاس مقدم ہوگا یعنی قیاس پر عمل کیا جائے گا اور اس کے مخالف خبر واحد متروک ہوگی جیسا کہ ابوداؤد اور ترمذی میں ابوہریرہ رض سے حدیث مرفوع مروی ہے "من غسل المیت فلیغتسل ومن حملہ فلیتوضأ"۔ اگر کسی نے میت کو غسل دیا تو وہ خود بھی غسل کرے اور جس نے میت کو اٹھایا وہ وضو کرے۔ اس خبر واحد سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کو غسل دینے کی وجہ سے غسل دینے والے پر غسل واجب ہو جاتا ہے اور جنازہ اٹھانے کی وجہ سے اٹھانے والے پر وضو واجب ہو جاتا ہے حالانکہ قیاس اس کے خلاف ہے اور اس مسئلہ میں سب کے نزدیک قیاس پر عمل ہے اور حدیث ابوہریرہ متروک ہے۔ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے قیاس پر اس خبر واحد کو ترجیح دی ہے۔ جس کا راوی معروف بالفقہ ہو اور اجتہاد کی وجہ سے اسکو دوسروں پر تقدم حاصل ہو اور رہے ابوہریرہ تو ان کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے لہٰذا ان کی روایت کردہ خبر واحد کو قیاس پر تقدم حاصل نہ ہوگا بلکہ ہمارے نزدیک بھی قیاس کے مقابلہ میں اس طرح کی خبر واحد کو ترک کردیا جائے گا اور قیاس پر عمل ہوگا۔ حضرت امام مالک رح اپنے مذہب کے اثبات میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ خبر واحد میں شبہات زیادہ ہیں کیونکہ خبر واحد میں یہ بھی احتمال

تشریح: مصنف رہ کہتے ہیں کہ اگر راوی عدالت، حفظ اور ضبط میں معروف و مشہور ہو لیکن فقہ میں مشہور نہ ہو جیسے حضرت ابوہریرہ رض اور حضرت انس رض۔ تو اگر اس طرح کے راوی کی حدیث قیاس کے موافق ہو تو اس حدیث پر عمل کیا جائے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب حدیث پر عمل ہوگا تو قیاس پر بھی عمل ہوگا اور اگر اس طرح کے راوی کی حدیث قیاس کے مخالف ہوئی تو اس غیر فقیہ راوی کی حدیث کو ضرورت کی وجہ سے ترک کر دیا جائے گا اور قیاس پر عمل کیا جائیگا عبارت میں انسداد باب الرائی، ضرورت کا عطف تفسیری ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر مخالفتِ قیاس کے باوجود غیر فقیہ کی حدیث پر عمل کیا گیا تو قیاس کا دروازہ من کل وجہ بند ہو جائے گا حالانکہ باری تعالیٰ نے فاعتبروا یا اولی الابصار کے ذریعہ قیاس کا امر فرمایا ہے۔ اور راوی غیر فقیہ ہے اور حدیث بالعموم بالمعنیٰ نقل کی جاتی ہے نہ کہ باللفظ بس اس بات کا قوی امکان ہے کہ اس غیر فقیہ راوی نے اس حدیث کو نقل کرنے میں غلطی کی ہو اور اس نے آنحضورم کی مراد ہی کو نہ سمجھا ہو اور جب ایسا ہے تو اس کے قول پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے اور اس کے قول کی وجہ سے قیاس کو کیسے ترک کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال اس ضرورت کے پیش نظر ہم غیر فقیہ کی حدیث کو ترک کر دیتے ہیں اور قیاس پر عمل کرتے ہیں یہ خیال رہے کہ قیاس کے مقابلہ میں غیر فقیہ کی حدیث کو اسوقت ترک کیا جائیگا جبکہ حدیث پر عمل کرنے سے مذکورہ ضرورت فوت ہو جاتی ہو یعنی قیاس کا دروازہ بالکلیہ بند ہو جاتا ہو لیکن اگر حدیث پر عمل کرنے سے ضرورت فوت نہ ہوتی ہو یعنی قیاس کا دروازہ بالکلیہ بند نہ ہوتا ہو تو اس صورت میں حدیث ہی پر عمل ہوگا اور یہ حدیث جس قیاس کے مخالف ہے وہ قیاس متروک ہوگا مثلاً غیر فقیہ کی حدیث ایک قیاس کے مخالف ہو اور دوسرے قیاس کے موافق ہو تو اس حدیث کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ غیر فقیہ کی حدیث کو صرف اس صورت میں ترک کیا جائے گا جب وہ حدیث تمام قیاسات کے مخالف ہو اور یہاں انسداد باب الرائی سے یہی صورت مراد ہے غیر فقیہ کی حدیث جو تمام قیاسات کے مخالف ہے اس کی مثال وہ حدیث ابوہریرہ ہے جو مصرّات کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے الفاظ حدیث یہ ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم قال لا تصرّوا الابلَ والغنمَ فمن ابتاعها بعد ذٰلك فهو بخیر النظرین بعد ان یحلبها ان رضیها امسکها وان سخطها ردّها وصاعا من تمر۔ (رواہ مسلم، ابوداؤد)

تصریہ کہتے ہیں جانور کے تھن میں دودھ جمع کرنا۔ جو لوگ جانوروں کی خرید و فروخت کرتے ہیں وہ اپنے مشتری کو دھوکہ دینے کے لئے اور زیادہ دودھ والا جانور باور کرانے کے لئے یہ کرتے ہیں کہ بازار لے جانے سے ایک دو روز پہلے سے اس جانور کا دودھ نہیں نکالتے بلکہ اس کے تھنوں کو باندھ دیتے ہیں تاکہ مشتری جب نمونے کا دودھ نکال کر دیکھے تو وہ جانور زیادہ دودھ دے اور اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت لگانے پر مجبور ہو لیکن دو چار روز بعد وہ جانور اپنی اصل حالت پر آجائے گا اور اس مقدار میں دودھ نہ دے گا جس مقدار میں پہلے روز دیا تھا۔ اب حدیث کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو۔ جس نے تصریہ کے بعد خریدا تو اس کو دوہنے کے بعد مشتری کو اختیار ہوگا اگر پسند آجائے تو جانور کو اپنے پاس روک لے اور اگر پسند نہ آئے تو اس جانور کو واپس کر دے اور (نکالے ہوئے دودھ کے بدلے میں) ایک صاع تمر دیدے۔ یہ حدیث من کل وجہ قیاس کے

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر جمہور علماء کو ترجیح

حضرت ابوہریرہؓ تو دور کی بات حنفی علماء جمہور، یعنی علماء کی اکثریت، کے مقابلہ میں ''معلّمہ نصف الدین'' حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔

''بعض نادان یہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ عدم سماع کی قائل تھیں تو کیا وہ حق پر نہ تھیں؟ الجواب: بیشک حضرت عائشہؓ سماع موتیٰ کی قائل نہ تھیں مگر ہم نے کلمہ تو آنحضرت ﷺ کا پڑھا ہے آپؐ فرماتے ہیں۔ المیّت یسمع تو آپؐ کی بات مانیں یا حضرت عائشہؓ کی؟ علاوہ ازیں اس مسئلہ میں جمہور نے حضرت عائشہؓ کی مخالفت کی ہے۔۔۔ تو ہم جمہور کا ساتھ کیوں نہ دیں؟''

(خزائن السنن۔ افادات سرفراز خان صفدر۔ جلد اول صفحہ: 64)

محول بھی ایک ذرا بھر تناقض کیسے ؟ بعض نادان یہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ عدم سماع کی قائل تھیں تو کیا وہ حق پر نہ تھیں ؟

الجواب بیشک حضرت عائشہؓ سماع موتی کی قائل نہ تھیں مگر ہم نے کلمہ پڑھا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پڑھا ہے آپ فرماتے ہیں ۔ المیت یسمع تو آپؐ کی بات مانیں یا حضرت عائشہؓ کی ؟ علاوہ ازیں اس مسئلہ میں جمہور نے حضرت عائشہؓ کی مخالفت کی ہے ۔ وقد خالفها الجمهور فی ذٰلک ۔ (فتح الباری ص ۲۳۴ و عمدۃ القاری ص ۲۰۲) حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں ۔ والصحیح عند العلماء روایة عبد اللّٰه بن عمرؓ لما لها من الشواهد علی صحتها من وجوه کثیرة الخ (تفسیر ج ۳ ص ۴۳۸) تو ہم جمہور کا ساتھ کیوں نہ دیں ؟ چونکہ حضرت عائشہؓ مجتہدہ تھیں اور مجتہد سے خطاء بھی ہو جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے لہٰذا ان پر تو کوئی زد نہیں پڑتی مگر ماوشما تو نرے گنہگار ہیں ۔ دلائل کے واضح ہو چکنے کے بعد الحق خلاف ورزی کی زد میں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ضد تعصب اور تحزب سے بچائے ۔ آمین

بعض تفردات حضرت عائشہ صدیقہؓ: خمس رضعات سے کم میں حرمت رضاعت کی قائل نہ تھیں ۔ (نووی شرح مسلم ص ۴۶۸) بالغ مرد یا عورت کے دودھ پینے سے بھی رضاعت کی قائل تھیں (نووی شرح مسلم ص ۴۶۹) سفر میں چار رکعت والے فرائض میں اتمام کرتی تھیں قصر نہ کرتی تھیں ۔ (الفقہ ص ۴۲۱) اور حدیث ان المیت یعذب ببکاء اهله علیه کو جمہور کے خلاف صرف کافر کے ساتھ مختص کرتی تھیں (الفقہ ص ۳۰۲) وکانت عائشہؓ یؤمها عبدها ذکوان من المصحف (بخاری ص ۹۶) جبکہ امام صاحبؒ کے نزدیک یہ کارروائی عمل کثیر ہونے کی وجہ سے مفسد صلوٰۃ ہے ۔ (حاشیہ بخاری ص ۹۶) کیا اپنے آپ کو حنفی کہلانے والے ان امور میں حضرت عائشہؓ کے مسلک کے قائل ہیں ؟ ان میں اُم المومنینؓ کی کیوں مخالفت کرتے ہیں ؟

سماع انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت مولانا گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۸ میں فرماتے ہیں ۔ انبیاء علیہم السلام کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا ۔ کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں ۔ اس کے لیے حدیث سے دلیل حافظ ابن القیمؒ جلاء الافہام ص ۱۹ میں اور علامہ السخاویؒ القول البدیع

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (القرآن)

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ (الحدیث)

قرآن وحدیث است شفاء دل رنجور
قانون واشارات وشفارا نہ شناسیم

خزائن السنن

جلد اول

افادات

محدث اعظم وامام اہل سنت وحامل علوم نبویہ

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ

الجامع المرتب حضرت مولانا رشید الحق خان عابد

ناشر مکتبہ صفدریہ

اہلحدیث علماء کا حنفی علماء پر توہینِ صحابہؓ کا الزام

اہلحدیث علماء حنفی علماء کی کتابوں سے حوالے پیش کر کے بتاتے ہیں کہ وہ حضرت ابو ہریرہؓ کو مجتہد اور فقیہ نہیں سمجھتے۔

''علماء حنفیہ سیدنا ابو ہریرہؓ کے بارے میں جو الفاظ اپنی کتابوں میں رقم کرتے ہیں اس کی تفصیل درج ذیل ہے: **أبو هريرةؓ و ان كان معروفًا بالعدالة و الضبط ولكن لم يكن فقيهًا ولا مجتهدًا**۔ سیدنا ابو ہریرہؓ اگرچہ عادل و ضابط تھے لیکن فقیہ اور مجتہد نہ تھے۔ بلکہ بڑے واضح الفاظ میں نقل کرتے ہوئے حنفی حضرات کہتے ہیں کہ ان کی جو روایات قیاس (حنفی) کے خلاف ہوں گی ان کو متروک و مردود ٹھہرایا جائے گا جیسا کہ مولانا عبدالعزیز البخاری الحنفی، نسفی حنفی، کا کی حنفی وغیرہ اپنی اپنی کتب میں رقمطراز ہیں: **انما يقبل مالا يخاف القياس فاما خالفه فالقياس مقدم عليه** ۔کہ ان کی روایات اس وقت تک مقبول ہیں جب تک قیاس کے مخالف نہیں ہیں، اگر قیاس کے مخالف آجائیں تو قیاس حنفی کو مقدم کیا جائے گا''

(صحابہ کرامؓ کے بارے میں علماء حنفیہ کی زبان درازیاں۔ ترتیب صاحبزادہ الطاف الرحمان الجوھر۔ صفحہ: 11 تا 13)

Islamic Research Centre Rawalpindi PK 051-4830386,0301-5615881

صحابہ کرامؓ

کے بارے میں

علماء حنفیہ کی زبان درازیاں

ترتیب

صاحبزادہ الطاف الرحمان الجوہر

المرکز الامام البخاری للتربیتہ والتعلیم

ملتان خورد، تلہ گنگ، چکوال

Islamic Research Centre Rawalpindi PK 051-4830386,0301-5615881

کے ساتھ ''عقیدت ومحبت'' کا انوکھا وزہریلا اَنداز سمجھ آجائے۔ اللہ رب العزت سے دُعا ہے کہ ہم سب کو صحابہ کرام کی مقدس ذوات کے ساتھ والہانہ عقیدت کی توفیق عنایت فرمائے (آمین)

وما توفیقی الا باللہ علیه توکلت والیه أنیب.

الطاف الرحمن الجوهر

سکنہ ملتان خورد تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال

Islamic Research Centre Rawalpindi PK 051-4830386,0301-5615881

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور احناف

انتہائی اختصار کے ساتھ آج تک علماء حنفیہ نے صحابہ کرامؓ کے خلاف جو کچھ نازیبا اور گستاخانہ الفاظ استعمال کیئے ہیں اور یہ الفاظ کی حد تک نہیں بلکہ انہی اصطلاحات پر اپنے قوائد وعقائد کی بنیاد بھی ڈالی ہے۔ بیان کرنا اپنا فریضہ ہی نہیں بلکہ اسکی نقاب کشائی صحابہ کرام سے عین محبت کی دلیل سمجھتا ہوں تاکہ عوام الناس کا عقیدہ ان مقلدین کے غلط نظریات اور تقلیدی افکار سے محفوظ رہے۔ ذیل کی سطور میں اس کی کچھ مثالیں عرض کی جاتی ہیں تاکہ بات عیاں ہو جائے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی:

علماء حنفیہ سیدنا ابو ہریرہؓ کے بارہ میں جو الفاظ اپنی کتابوں میں رقم کرتے ہیں اُس کی تفصیل درج ذیل ہے:

((أبو هريرةؓ وان كان معروفاًبالعدالة والضبط ولكن لم يكن فقيهاً ولا مجتهداً))

''سیدنا ابو ہریرہؓ اگرچہ عادل وضابط تھے لیکن فقیہ اور مجتہد نہ تھے۔''[1]

---

[1] (ابو صالح منصور بن اسحاق السجستانی (المتوفی: ۲۹۹ھ) نے اپنی کتاب (الغنية فی الأصول ص:۱۲۰) میں، مولانا احمد بن علی أبو بكر الجصاص (المتوفی: ۳۷۰ ھ) نے اپنی کتاب (الفصول فی الأصول: ۱۳۶/۳) میں ،احمد بن محمد بن اسحاق ابو علی الشاشی (المتوفی:۳۴۴ھ) نے اپنی کتاب (اصول الشاشی ص: ۲۷۵) میں، مولانا القاضی عبیداللہ بن عمر أبو زیدالدبوسی حنفی (المتوفی: ۴۳۰ھ) نے اپنی کتاب (تقویم الأدلة ص: ۱۸۰) ⇦⇦⇦

Islamic Research Centre Rawalpindi PK 051-4830386,0301-5615881
Islamic Research Centre Rawalpindi PK 051-4830386,0301-5615881

بلکہ بڑے واضح الفاظ میں نقل کرتے ہوئے حنفی حضرات کہتے ہیں کہ ان کی جو روایات قیاس (حنفی) کے خلاف ہوں گی ان کو متروک و مردود ٹھہرایا جائے گا جیسا کہ مولانا عبدالعزیز البخاری الحنفی ،نسفی حنفی ،کاکی حنفی وغیرہ اپنی اپنی کتب میں رقمطراز ہیں:

((انما یقبل مالا یخالف القیاس فامّا خالفه فالقیاس مقدم

(بقیہ سابقہ صفحہ) میں، مولانا جلال الدین عمر بن محمد الخبازی (المتوفی :٦٩١ھ) نے اپنی کتاب (المغنی فی الأصول ص: ٢٠٧) میں، مولانا ابولبرکات حافظ الدین النسفی (المتوفی: ٧١٠ھ) نے اپنی کتاب (کشف الاسرار :٢٦/٢) میں، مولانا محمد بن محمد بن احمد الکاکی (المتوفی: ٧٤٩ھ) نے اپنی کتاب (جامع الأسرار فی شرح المنار: ٦٦٨/٣) میں، زین الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن نجیم (المتوفی: ٨٦١ھ) نے اپنی کتاب (فتح الغفار: ١٨٠/٢) میں، مولانا یوسف بن حسین الکراماستی (المتوفی :٩٠٧ ھ) نے اپنی کتاب (الوجیز فی أصول الفقه ص:١٥١) میں، مولانا حسام الدین محمد بن عمر الحسامی (المتوفی: ٦٤٤ھ) نے (الحسامی مع شرحه العجیب المسمی بالنامی اَز ابو محمد عبدالحق ص :١٤٨) میں، مولانا حسین بن علی السغناقی (المتوفی : ٧١٠ھ) نے (الوافی شرح الحسامی :١٧١) میں، محمد بن حمزہ الفناری نے اپنی کتاب (فصول البدائع ٢٢٣/٢) میں، مولانا علاء الدین الحصکفی(المتوفی :١٠٨٨ھ) نے اپنی شرح (افاضة الأنوار علی أصول المنار :١٩٥) میں ، ملا جیون (المتوفی : ١١٣٠) نے اپنی شرح (نور الأنوار ص :١٧٩) میں ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری (المتوفی : ١١٤٧ھ) نے اپنی شرح (بذل المجهود شرح ابی داؤد :١٦/١) میں مولانا محمود الحسن دیوبندی نے (تقریر ترمذی ص:٣٦) میں اور (الشافی مع اصول الشاشی ص:٢٢٢) میں نقل فرمایا ہے۔

Islamic Research Centre Rawalpindi PK 051-4830386,0301-5615881

علیه))[1]

”کہ ان کی روایات اس وقت تک مقبول ہیں جب تک قیاس کے مخالف نہیں ہیں ۔ اگر قیاس کے مخالف آ جائیں تو قیاس حنفی کو مقدم کیا جائے گا۔“

حالانکہ اگر دقیق نظری سے مطالعہ کیا جائے تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہؓ کے دورِ زریں میں افتاء کے منصب عظیم پر فائز تھے۔ جیسا کہ مولانا عبدالعزیز البخاری الحنفی نقل فرماتے ہیں:

((وقد کان یفتی فی زمان الصحابة وماکان یفتی فی ذلك الزمان الافقیه مجتهد))[2]

”کہ صحابہ کرامؓ کے دور میں ایک غیر فقیہ اور غیر مجتہد شخص کسی طرح فتویٰ صادر نہ کرسکتا تھا۔“

پھر صحابہ کرامؓ میں سے اگر کسی کو حفظ حدیث میں تقدیم کا اعزاز حاصل ہے تو یہی سیدنا ابو ہریرہؓ ہیں جیسا کہ امام سیوطیؒ اور بقی بن مخلدؒ نے اپنی اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔ کہ آپ کو ۵۳۷۴ احادیث حفظ تھیں۔[3]

حدیث رسول اللہ ﷺ کے اس مکتبہ عظیمہ میں صرف ایک کلمہ ”غیر فقیہ“ کہہ کر تشکیک پیدا کرنا نہ صرف مسلکی تعصب اور اصحاب رسول ﷺ کی گستاخی کا منہ بولتا ثبوت ہے بلکہ بالواسطہ اللہ اور اس کے رسول سے کھلم کھلا اعلان جنگ کے مترادف بھی ہے۔

---

[1] کشف الاسرار: ٣٧١/٢)و (کشف الاسرار از نسفی ٢٦/٢) و (جامع الاسرار ٦٦٨/٣.

[2] کشف الاسرار علی أصول فخر الاسلام البزدوی : ٣٨٣/٢.

[3] تدریب الراوی : ٢١٧/٢ ومسند بقی بن مخلدالقرطبی: ٧٩

Islamic Research Centre Rawalpindi PK 051-4830386,0301-5615881

روایت درست درایت غلط

لیکن خود اہلحدیث علماء کا اپنا عقیدہ ہے کہ صحابہؓ کی تقلید جائز نہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حوالہ جس کتاب سے لیا گیا ہے اس میں صفحہ۔84 پر مشہور حدیث ''**اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم**'' کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا گیا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ کسی بڑے سے بڑے صحابیؓ کی روایت تو درست تسلیم کی جا سکتی ہے لیکن درایت کو لازمًا صحیح ماننا ضروری نہیں۔ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو فرمایا ہے کہ بعض صحابی درایت میں کمزور تھے لیکن یہ علماء کسی بھی صحابی کی درایت کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ ملاحظہ فرمائیے یہ حوالہ جات:

''صحابہ کرامؓ کتاب و سنت کی دلیل کے مقابلے میں کسی صحابی کے قول (رائے قیاس) تو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ جیسا کہ ان صحابہ کرام کے طرز زندگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک عام صحابی حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر صحابی کی مخالفت بھی صرف اس بناء پر کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق تمہارا قول نہیں ہے۔''

(احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف، حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی۔ صفحہ:83)

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

إن الذين اختلفوا في الكتاب لفي شقاق بعيد

احناف کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف

Islamic Research Center Rawalpindi

تصنیف

حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی

ناشر

ادارہ تحفظ افکار اسلام

میر پورہ شاہکوٹ شیخوپورہ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

زید بن ثابت، حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ ان میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے لئے اپنے قول کو چھوڑ دیتے تھے۔

جواب:۔

اس کا جواب بھی تقریباً وہی ہے کہ جو کہ دلیل نمبر ۸ میں گزرا ہے۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب وسنت کی دلیل کے مقابلے میں کسی صحابی کے قول (رائے قیاس) کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ جیسا کہ ان صحابہ کرام کے طرز زندگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک عام صحابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی مخالفت بھی صرف اس بناء پر کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق تمہارا قول نہیں ہے۔ (تفصیل کے لئے الاحکام ابن حزم کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ملاحظہ ہو جلد نمبر ۲ باب نمبر ۳۶ ص ۹۲۔۹۱۔)

مقلدین حضرات یہ دلیل بھی تو سابقہ دلائل کی طرح الٹا بطلان تقلید کا موجب بن رہی ہے غور کرو اور ذرا سوچو کہ ان الٹی سیدھی تاویلات سے کبھی مسائل حل نہیں ہوا کرتے بلکہ کتاب وسنت کے دلائل اور واضح نصوص کے مقابلہ میں ان خام خیالیوں کو خیرباد کہنا ہی پڑتا ہے۔

آؤ! کتاب وسنت کو مشعل راہ بنا لو کہ یہی نجات کا راستہ ہے باقی سب شیطان کے راستے ہیں اگر صراط مستقیم کی شاہراہ اعظم پر گامزن ہونا چاہتے ہو تو پھر آؤ تقلید جیسی پگڈنڈیوں کو چھوڑ دو۔

ٹوٹیں گے اپنے ہاتھ یا کھولیں گے یہ نقاب
سلطان عشق کی یہی فتح و شکست ہے

دلیل نمبر ۱۰:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

مقلدین تقلید کے جواز میں آنحضرت ﷺ سے منسوب یہ الفاظ بھی پیش کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم.

''کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔''

جواب:۔

اولاً یہ روایت آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے بلکہ موضوع اور من گھڑت ہے۔ یہ متعدد صحابہ کرام کے نام لے کر روایت کی جاتی ہے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں مگر اس روایت کی سند میں عبدالرحیم بن زید کذاب ہے۔[میزان الاعتدال] اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے اس کی سند میں جویبر بن سعید ہے جو کہ متروک الحدیث ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے اس کی سند میں سلام بن سلیم ہے جو کذاب ہے۔ نیز حارث بن غصین جو مجہول ہے۔

[سلسلہ احادیث ضعیفہ ص ۷۸]

جب یہ روایت ہی من گھڑت ہے تو اس سے کسی قسم کے استدلال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ثانیا: اس روایت میں تو رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء کا حکم دے رہے ہیں اور آپ نے صحابہ کرام کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ کی تقلید کیوں شروع کر دی؟ مقلد دوستو! وہ دلیل پیش کرو جو آپ کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو اور کچھ نہیں تو کم از کم تنکے کا کام تو دے سکے مگر تم تو (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) کا مصداق بھی نہیں بن سکے۔

یہ وہ دلائل تھے جو مقلدین کے خیال میں تقلید کا جواز پیش کرتے ہیں مگر آپ نے ان تمام کی حقیقت دیکھ لی ہے کہ ان میں کوئی ایک بھی دلیل تقلید کے

Islamic Research Centre Rawalpindi

''روایت اور درایت کا فرق: ارشاد باری تعالیٰ ہے''**فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللّٰہ** ''ترجمہ:''ان کی زبردست خرابی ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے درجے پر مانتے ہیں۔'' ہمارا ایمان ہمارا علم ہمیں مجبور کرتا ہے کہ روایت اور درایت کو دو الگ الگ چیزیں سمجھیں۔ روایت میں جو بزرگ اعلیٰ پایہ کے صادق، امین، راست باز اور درست گو ہیں لازم نہیں کہ ان کی فہم و فراست، ادراک و درایت بھی ہر جگہ مثل روایت صحیح، اٹل، نا قابل انکار اور واجب التسلیم ہی ہو۔ مثال کے طور پر کون ہے جو نہیں مانتا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ بن خطاب جو روایت جناب رسول اکرم ﷺ سے بیان کریں جو حدیث رسول اللہ ﷺ کی پہنچائیں اس میں وہ یقیناً اور قطعاً سچے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ روایت کی طرح ان کی درایت ہم پر واجب التعمیل نہیں بہت ممکن ہے کہ وہ درست نہ ہوں۔ سیدنا فاروقؓ کی سمجھ کا معتبر نہ ہونا۔ مثلاً جناب رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان سے کہ آپ نے فرمایا تھا تم یقیناً بیت اللہ شریف میں جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ سیدنا عمرؓ نے سمجھا کہ حدیبیہ والے سال کی بابت یہ پیشگوئی ہے مگر حدیبیہ والے سال ایسا نہ ہوا، بلکہ مکہ شریف سے اور بیت اللہ شریف سے مسلمان روک دیئے گئے اور انہیں مجبوراً واپس ہونا پڑا ثابت ہوا کہ حدیث رسول ﷺ برحق ہے روایت عمرؓ سچی ہے لیکن درایت عمرؓ صحیح نہ تھی۔ حدیث میں جو تھا وہ ہو کر رہا لیکن فہم عمرؓ پوری ہو کر نہ رہی یہ ہے بین فرق روایت اور درایت کا۔ صحابہ کی درایت (بسا اوقات) معتبر نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں سحری کے آخری وقت کی بابت الفاظ نازل ہوتے ہیں: ''**حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود** ''ترجمہ:''یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے ظاہر ہو جائے۔'' اس سے سیدنا عدیؓ بن حاتم یہ سمجھ لیتے ہیں کہ سوت کا دھاگہ ہی مراد ہے لیکن جب جناب رسول اکرم ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کی غلط فہمی کو رفع کیا اور فرمایا اس سے مراد صبح صادق کا رات سے ظاہر ہونا ہے۔ پس سیدنا عدیؓ کی فہم مراد اللہ رسول ﷺ کے خلاف تھی گو آیت درست، صحیح اور ایمان لانے کے لائق ہے۔ پس روایت صحیح اور درایت غلط اور دونوں میں فرق ظاہر۔''

(شمع محمدی از مولانا محمد جونا گڑھی۔ صفحہ: 21,22)

سلسلہ نمبر 54

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

"رسول جو کچھ تمہیں دے وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ" (القرآن)

اظہار الطیب والخبیث ، بتقابل الفقہ والحدیث

المعروف بہ

شمع محمدی ﷺ

www.KitaboSunnat.com

جس کے ملاحظہ کے بعد ہر شخص یقین کر لیتا ہے کہ فقہ اور چیز، حدیث اور چیز ہے، تقلید شخصی اور چیز ہے، اتباع سنت اور چیز ہے۔ محمدی جماعت الگ ہے اور حنفی گروہ الگ ہے

تالیف

امام الہند مولانا محمد رحمہ اللہ جوناگڑھی

ناشر

ادارہ اشاعت قرآن و حدیث

کراچی پاکستان فون : 021-2214799

www.KitaboSunnat.com

سے ایک بھی نہیں جو ان پر عمل کرے۔ دوستو! یا تو کہہ دو کہ ہم حدیث رسول ﷺ پر عمل نہیں کرتے یا آؤ ان پر بھی عمل شروع کردو پروردگار تو خوب دانا بینا ہے میری یہی غرض ہے کہ تیرے رسول ﷺ کی احادیث پر مسلمان عامل ہو جائیں۔

الٰہی نالہ اخگر فشاں دے — فغاں شعلہ ریز و خوں چکاں دے
عنایت کر مجھے آتش زبانی — کہ لب تک لاسکوں سوز نہانی
دے اتنی گرمی سوز تکلم — کہ ہو عرق عرق برق تبسم

روایت اور درایت کا فرق

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند الله“

ترجمہ: ''ان کی زبردست خرابی ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے درجے پر مانتے ہیں۔''

ہمارا ایمان ہمارا علم ہمیں مجبور کرتا ہے کہ روایت اور درایت کو دو الگ الگ چیزیں سمجھیں۔ روایت میں جو بزرگ اعلیٰ پایہ کے صادق، امین، راست باز اور درست گو ہیں لازم نہیں کہ ان کی فہم و فراست، ادراک و درایت بھی ہر جگہ مثل روایت صحیح، اٹل، ناقابل انکار اور واجب التسلیم ہی ہو۔ مثال کے طور پر کون ہے جو نہیں مانتا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطابؓ جو روایت جناب رسول اکرم ﷺ سے بیان کریں جو حدیث رسول اللہ ﷺ کی پہنچائیں اس میں وہ یقیناً اور قطعاً سچے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ روایت کی طرح ان کی درایت ہم پر واجب التعمیل نہیں بہت ممکن ہے کہ وہ درست نہ ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا فاروق (رضی اللہ عنہ) کی سمجھ کا معتبر نہ ہونا

مثلاً جناب رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان سے کہ آپ نے فرمایا تھا تم یقیناً بیت اللہ شریف میں جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ سیدنا عمرؓ نے سمجھا کہ حدیبیہ والے سال کی بابت یہ پیشگوئی ہے مگر حدیبیہ والے سال ایسا نہ ہوا، بلکہ مکہ شریف سے اور بیت اللہ شریف سے مسلمان روک دیئے گئے اور انہیں مجبوراً واپس ہونا پڑا ثابت ہوا کہ حدیث رسول ﷺ برحق ہے روایت عمر سچی ہے لیکن درایت عمر صحیح نہ تھی۔ حدیث میں جو تھا وہ ہو کر رہا لیکن فہم عمرؓ پوری ہو کر نہ رہی یہ ہے بین فرق روایت اور درایت کا۔

صحابہؓ کی درایت (بسا اوقات) معتبر نہیں ہوتی

قرآن کریم میں سحری کے آخری وقت کی بابت الفاظ نازل ہوتے ہیں:

"حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود"

ترجمہ: ''یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے ظاہر ہو جائے۔''

اس سے سیدنا عدی بن حاتمؓ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ سوت کا دھاگہ ہی مراد ہے، لیکن جب جناب رسول اکرم ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کی غلط فہمی کو رفع کیا اور فرمایا اس سے مراد صبح صادق کا رات سے ظاہر ہونا ہے۔ پس سیدنا عدیؓ کی فہم مراد اللہ و رسول ﷺ کے خلاف تھی گو آیت درست، صحیح اور ایمان لانے کے لائق ہے۔ پس روایت صحیح اور درایت غلط۔ اور دونوں میں فرق ظاہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حنفی علماء کی کتابوں سے حوالے

اپنے اس مؤقف کی تائید میں اہلحدیث علماء حنفی علماء کی کتابوں سے حوالے پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ بھی قول صحابی کو حدیث کے مقابلہ میں ترجیح نہیں دیتے۔

''مرفوع (حدیث نبوی) کے خلاف جب موقوف (صحابی کا قول) ہو تو تب موقوف روایت بالا تفاق حجت نہیں ہوتی کیونکہ اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم قرآن مجید نے دیا ہے، اور اختلاف کی صورت میں اللہ و رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ یہی مؤقف و مذہب اکابرین احناف کا ہے۔ سیدنا محمد ﷺ سفر میں قصر کر کے نماز ادا کرتے تھے جبکہ سیدنا عثمانؓ پوری نماز پڑھا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہؓ بھی سفر میں نماز قصر کرنے میں عزیمت کی بجائے رخصت کی قائل تھیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سرفراز خان صاحب صفدر فرماتے ہیں، حضرت عائشہؓ کی یہ تاویل ان کی ذات تک محدود ہے۔ (خزائن السنن ص 186 ج 2)۔ سیدنا ابو ہریرہؓ صبح کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد تقی عثمانی مقلد فرماتے ہیں، یہ روایت موقوف ہے۔ فلا حجۃ فیہ (اس میں کوئی دلیل نہیں)۔ (درس ترمذی ص 160 ج 2) ۔۔۔ مولوی محمد انور شاہ کاشمیری مقلد سابقہ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند نے مقدمہ بہاولپور میں عدالت کو بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ قول صحابی حجت نہیں ہوتا جیسا کہ نبی کا قول ہوتا ہے۔ (روداد مقدمہ مرزائیہ بہاولپور ص 445 ج 1)''

(حدیث اور اہل تقلید بجواب حدیث اور اہلحدیث۔ مؤلفہ ابو صہیب محمد داؤد ارشد۔ جلد اول صفحہ 35,36)

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

حدیث اور اہل تقلید

بجواب

حدیث اور اہل حدیث

جلد اوّل

مؤلفہ

ابو صہیب محمد داؤد ارشد

واحد تقسیم کار

صہیب اکیڈمی

کوٹلی ورکاں نزد نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ

ناشر

مکتبہ اہل حدیث

امین پور بازار فیصل آباد

Ph:041-2624007

یعنی جب حدیث مرسل ہوگی تو وہ اکثر اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہ ہوگی، متعدد اہل علم نے اسے ضعیف فرمایا۔ (العلل مع شرح شفاء العلل ص۳۹۷ ج ٤).

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والمرسل واهية عند جماعة اهل الحديث من فقهاء الحجاز غير محتج بها وهو قول سعيد بن المسيب ومحمد بن مسلم الزهري ومالك بن انس وعبد الرحمن الاوزاعي و محمد بن ادريس الشافعي و احمد بن حنبل ومن بعدهم فقهاء المدينة وحجتهم فيه كتاب الله وسنة نبيه۔

یعنی مرسل احادیث اہل حجاز کے فقہاء اہل حدیث کی جماعت کے نزدیک واہی اور ناقابل احتجاج ہیں۔ یہی قول امام سعید بن میبّب امام زہری امام شافعی امام احمد امام مالک امام اوزاعی رحمہم اللہ اور دوسرے فقہاء مدینہ کا ہے اور اس پر ان کے نزدیک کتاب وسنت کے دلائل ہیں۔ (المدخل ص۱۲).

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

قال سعيد بن المسيب وهو من كبار التابعين ان المرسل ليس بحجة نقله عنه الحاكم وكذا تقدم عن محمد بن سيرين وعن الزهري وكذا كان يعيبه شعبه واقرانه والاخرون عنه كيحىٰ القطان و عبدالرحمن بن مهدي وغير واحد وكل هؤلاء قبل الشافعي۔

یعنی سعید بن میبّب رحمۃ اللہ جو کبار تابعین سے ہیں انہوں نے فرمایا کہ مرسل حجت نہیں جیسا کہ امام حاکم نے ان سے نقل کیا ہے۔ اور اسی طرح ان سے پہلے یہی قول امام محمد بن سیرین امام زہری سے گزر چکا ہے، اسی طرح امام شعبیؒ اور ان کے معاصرین وتلامذہ مثلاً یحییٰ قطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہ مرسل کو رد کرتے تھے۔ اور یہ تمام امام شافعی سے پہلے ہوئے ہیں۔ (النکت ص٥٦٨ ج٢).

اصول دوم: حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جب صحابی کا فتویٰ ہو:

مرفوع (حدیث نبوی) کے خلاف جب موقوف (صحابی کا قول) ہوتو تب موقوف روایت بالاتفاق حجت نہیں ہوتی کیونکہ اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم قرآن مجید نے دیا ہے، اوراختلاف کی صورت میں اللہ و رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ یہی مؤقف ومذہب اکابرین احناف کا ہے۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں قصر کرکے نماز ادا کرتے تھے جب کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پوری نماز پڑھا کرتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی سفر میں نماز قصر کرنے میں عزیمت کی بجائے رخصت کی قائل تھیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر فرماتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تاویل ان کی

ذات تک محدود ہے۔ (خزائن السنن ص۱۸٦ ج ۲)۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد تقی عثمانی مقلد فرماتے ہیں، یہ روایت موقوف ہے۔ فلا حجۃ فیہ (اس میں دلیل نہیں)

(درس ترمذی ص۱۶۰ ج۲)۔

مولوی عبد الماجد دریا آبادی مقلد فرماتے ہیں: کوئی بزرگ کیسا ہی کامل ہو معصوم و غیر خاطی بہرحال نہیں، مشاہدہ بھی یہی ہے کہ تجربہ کی، عمل کی ،لغزشوں اور کوتاہیوں سے یکسر محفوظ کوئی بھی بشر نہیں۔ زلات اور خطاء اجتہادی سے صحابہ تک خالی نہیں۔ چہ جائیکہ کہ دوسرے بزرگ جو ان سے ہر صورت کم تر ہیں۔ (حکیم الامت ص ۲۷٥)۔

مولوی محمد انور شاہ کاشمیری مقلد سابقہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے مقدمہ بہاولپور میں عدالت کو بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ قول صحابی کا حجت نہیں ہوتا جیسا کہ نبی کا قول ہوتا ہے۔

(روداد مقدمہ مرزائیہ بہاولپور ص۴۴۵ ج۱)۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ

قول الصحابی حجة فیجب تقلیده عندنا اذا لم ینفعه شئی اخر من السنة۔

یعنی ہمارے نزدیک صحابی کا قول حجت ہے جب تک سنت سے کوئی چیز اس کی نفی نہ کرے۔

(فتح القدیر ص۳۷ ح ۲)،(ابن عابدین نے فتاویٰ شامی ص۱٥۸ ج۲) میں ملا علی قاری نے، (مرقاۃ ص۲٦۹ ج ۳) میں فتح القدیر سے مذکورہ عبارت نقل کر کے اس پر سکوت کیا ہے، نواب محمد قطب الدین خاں دہلوی مقلد فرماتے ہیں کہ لہٰذا قول صحابہ بھی حجت ہے اور ہمارے نزدیک اس کی تقلید واجب ہے اگر سنت سے منقول کوئی چیز اس کے معارض نہ ہو۔ (مظاہر حق جدید ص۸۸۷ ج ۱)۔

مولوی ظفر احمد تھانوی مقلد فرماتے ہیں کہ، قول الصحابی حجة عندنا اذا لم یخالفه مرفوع، یعنی صحابی کا قول ہمارے نزدیک حجت ہے جب وہ مرفوع حدیث کے خلاف نہ ہو۔

(اعلاء السنن ص۱۲٦ ج۱)۔

تھانوی صاحب نے ان الفاظ میں اس کا تزکرہ (اعلاء السنن ص ۱٤۰ ج ۱)۔

میں بھی کیا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

ولا حجة فی قول الصحابی فی معارضة المرفوع لاسیما اذا کانت المسالة مختلف فیها بین الصحابة۔

یعنی صحابی کا قول جب مرفوع حدیث کے معارض ہو تو تب حجت نہیں ہوتا بالخصوص جب وہ مسئلہ صحابہ کرام میں اختلافی ہو۔ (اعلاء السنن ص۴۳۸ ج ۱)۔

حنفی علماء کا اہلحدیث علماء پر توہینِ صحابہؓ کا الزام

دوسری طرف حنفی علماء اہلحدیثوں پر الزام لگاتے ہیں کہ ان کے نزدیک قولِ صحابیؓ اور فہم صحابیؓ حجت نہیں ہے اور اس طرح وہ صحابہ کرامؓ کی توہین کرتے ہیں

''جن صحابہ کرام کی محبت کو ایمان کا تقاضا حدیث میں قرار دیا گیا اور ان کی عداوت و دشمنی کو اللہ اور اس کے رسول کی عداوت و دشمنی قرار دیا گیا، ان صحابہ کرام پر غیر مقلد علماء اور اہل قلم نے نقد و جرح کی باڑھیں تان دیں۔ اور انہوں نے صحابہ کرام کو عام امتی کی صف میں کھڑا کر دیا اور صاف صاف اعلان کر دیا کہ صحابۂ کرام کا نہ قول حجت، نہ فہم حجت، نہ رائے حجت حتی کہ خلفائے راشدین کی جاری کردہ سنت کو بھی جس کو لازم پکڑنے کا حدیث شریف میں حکم تھا، انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، بلکہ ان کے بارے میں ان کا نقد و جرح اتنا بڑھ گیا کہ صحابۂ کرام کو حتی کہ خلفاء راشدین تک کو حرام و معصیت اور بدعت کا مرتکب قرار دیا، یعنی جو بات ہم شیعہ کے بارے میں جانتے تھے، غیر مقلدین کے نظریات سے واقف ہونے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ غیر مقلدین اور شیعوں کا نظریہ صحابۂ کرام کے بارے میں بہت حد تک یکساں ہے۔''

(صحابۂ کرامؓ کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر از محمد ابوبکر غازی پوری۔ پیش لفظ صفحہ 1,2)

بموقع، تحفظ سنت کانفرنس

زیر اہتمام: جمعیت علماء ہند

صحابہ کرامؓ کے بارے میں غیر مقلدین

کا

نقطۂ نظر

از

مولانا محمد ابوبکر غازیپوری

شائع کردہ

جمعیۃ علماء ہند

۱- بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ (انڈیا)

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقلید کا مطلب ہے کہ اکابر امت میں سے وہ حضرات جن کو اللہ نے اپنے دین کی خصوصی سمجھ عطا فرمائی ہے۔اور کتاب وسنت کے علوم کے وہ ماہر اوراس میں گہری نگاہ رکھنے والے ہیں، ان پر اعتماد کیا جائے اور دین کے سلسلہ میں ان کی رہنمائی کو قبول کیا جائے، گویا تقلید میں پہلی چیز اسلاف امت پر اعتماد ہے، اب ظاہر بات ہے کہ عدم تقلید کا مفہوم اس کے برعکس ہوگا۔ یعنی عدم تقلید کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ اسلاف امت پر اعتماد نہ ہو، یعنی مقلد وہ ہوا جو دین وشریعت کے بارے میں صحابہ کرامؓ، ائمہ دین اور دیگر اسلاف امت پر اعتماد کرتا ہو، اور غیر مقلد وہ ہوتا ہے جو دین کے معاملہ میں اسلاف کو ناقابل اعتماد قرار دیتا ہو۔

جب عدم تقلید کا خاصہ اوراس کی بنیاد یہی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے اور یہی ہونا چاہئے کہ غیر مقلدین کا قلم آزاد ہوگیا۔ اسلاف امت پر ان کا نقد حدود سے تجاوز کر گیا، ائمہ دین اور فقہائے امت اور اولیاء اللہ کی ذات کو مجروح کرتے کرتے صحابہ کرامؓ کی قدسی جماعت بھی ان کی زد پر آگئی۔

جن صحابہ کرامؓ کی محبت کو ایمان کا تقاضا حدیث میں قرار دیا گیا اور ان کی عداوت ودشمنی کو اللہ اوراس کے رسول کی عداوت ودشمنی قرار دیا گیا، ان صحابہ کرام پر غیر مقلد علماء اور اہل قلم نے نقد وجرح کی باڑھیں تان دیں۔ اور انھوں نے صحابہ کرام کو عام امتی کی صف میں کھڑا کر دیا، اور صاف صاف

اعلان کر دیا کہ صحابہ کرام کا نہ قول حجت، نہ فعل حجت، نہ فہم حجت، نہ رائے حجت حتی کہ خلفائے راشدین کی جاری کردہ سنت کو بھی جس کو لازم پکڑنے کا حدیث شریف میں حکم تھا، انھوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا، بلکہ ان کے بارے میں انکا نقد و جرح اتنا بڑھ گیا کہ صحابہ کرام کو حتی کہ خلفاء راشدین تک کو حرام و معصیت اور بدعت کا مرتکب قرار دیا، یعنی جو بات ہم شیعہ کے بارے میں جانتے تھے، غیر مقلدین کے نظریات سے واقف ہونے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ غیر مقلدین اور شیعوں کا نظریہ صحابہ کرام کے بارے میں بہت حد تک یکساں ہے۔

اس مختصر سے رسالہ میں ہم نے صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر ان کی معتمد اور ان کے اکابر اور ان کے محققین علماء کی کتابوں سے پیش کیا ہے۔

ہماری قارئین سے مخلصانہ گذارش ہے کہ اس کو سنجیدگی سے اور خالی الذھن ہو کر پڑھیں تاکہ فیصلہ کرنا آسان ہو جائے کہ کیا مسلمانوں میں سے وہ فرقہ اور جماعت جس کا صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ اور نقطۂ نظریہ ہو اس کا اہلسنت والجماعت سے کسی طرح کا تعلق ہو سکتا ہے، اور اس کو فرقہ ناجیہ میں سے شمار کرنا درست ہے؟

ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ کتابوں کے حوالوں میں کسی طرح کی قطع و برید نہ ہو اور حوالے پورے ہوں تاکہ ان کی طرف رجوع کرنا آسان ہو، مگر پھر بھی از راہ بشریت کوتاہی اور کمی ہو سکتی ہے۔ براہ کرم اگر کسی صاحب کو اس قسم کی کوتاہیوں پر اطلاع ہو جائے تو کاتب سطور کو اطلاع کردیں تاکہ آئندہ اس کا تدارک ہو سکے۔

محمد ابوبکر غازیپوری

فہم وموقوف وفعل صحابی حجّت نہیں

حالانکہ خود حنفی علماء فہم وموقوف وفعلِ صحابی کو حجّت نہیں مانتے اور موقوف روایت کو مرفوع روایت کے مقابلہ پہ رد کرتے ہیں۔ کسی صحابی کے اپنے قول کو موقوف کہتے ہیں جبکہ مرفوع روایت وہ ہوتی ہے جو نبی اکرم ﷺ سے بیان کی گئی ہو۔

''دلیل 3: بعض موقوفاتِ صحابہؓ ہیں جن کو امام مالک نے مؤطا میں اور دیگر حضرات نے بھی پیش کیا ہے مثلاً مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبۃؒ وغیرہ۔
جواب: مرفوع احادیث کے مقابلہ میں موقوف کوئی حجّت نہیں۔ خود ان کی مناسب تاویل کرنی پڑے گی۔''

(خزائن السنن۔ افادات سرفراز خان صفدر۔ جلد اول صفحہ: 179)

ناقضِ وضوء ہونے کا پتہ چلتا ہے ۔

جواب ١ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں : ھٰذا حدیث لیس اسنادہ بمتصل تو ایسی منقطع روایت سے استدلال کیا ؟

جواب ٢ قاضی شوکانیؒ نیل الاوطار ص ٢١٥/ج١ میں لکھتے ہیں کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ پہلے یہ شخص باوضوء تھا اور قبلہ سے وضوء ٹوٹ گیا ۔ آپ ؐ کا مطلب تو یہ تھا کہ جس بات کو تو دہرا رہا ہے اس کو چھوڑ وضوء کر اور نماز پڑھ ۔

جواب ٣ علامہ زیلعیؒ نصب الرایۃ ص ٣٣/ج١ میں لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو جو وضوء اور نماز کا حکم دیا تو اس لیے نہیں کہ وضوء ٹوٹ گیا بلکہ اس لیے کہ وضوء اور نماز سے گناہ جھڑتے ہیں ۔ اور اسی لیے اس موقع پر آپ نے اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ الآیۃ پڑھی ۔

دلیل ٣ بعض موقوفاتِ صحابہؓ ہیں جن کو امام مالکؒ نے مؤطا ص ١٥ میں اور دیگر حضرات نے بھی پیش کیا ہے مثلاً مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہؒ وغیرہ ۔

جواب مرفوع احادیث کے مقابلہ میں موقوف کوئی حجّت نہیں ۔ خود ان کی مناسب تاویل کرنی پڑے گی ۔

الوضوء من القیء والرعاف ص ١٤

علامہ ابن رشدؒ بدایۃ المجتہد ص ٣٣/ج١ میں لکھتے ہیں کہ جو چیزیں بدن سے خارج

له عن ابن عمرؓ انه کان یقول قبلة الرجل امرأته وجسّها بیده من الملامسة فمن قبّل امرأته او جسّها بیده فعلیه الوضوء مالکؒ انه بلغه ان عبداللهؓ بن مسعود کان یقول من قبلة الرجل امرأته الوضوء مالکؒ عن ابن شهاب انه کان یقول من قبلة الرجل امرأته الوضوء انتهٰی واخرج اثر عبداللهؓ بن مسعود وعبداللهؓ بن عمرؓ الدّارقطنی ایضاً (ص ٥٣/ج١) وفیه ایضاً ان عمرؓ بن الخطاب قال ان القبلة من اللمس فتوضأوا منها صحیح

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (القرآن)

نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَاً سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثًا فَحَفِظَهٗ حَتّٰی یُبَلِّغَهٗ غَیْرَهٗ (الحدیث)

قرآن وحدیث است شفاء دل رنجور

قانون واشارات وشفارا نہ شناسیم

خزائن السنن

جلد اول

افادات

محدث اعظم وامام اہل سنت و حامل علوم نبویہ

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

الجامع المرتب حضرت مولانا رشید الحق خان عابد

”باقی فعل صحابی وہ کوئی حجۃ نہیں“

(تقاریر شیخ الہند۔مولانا محمود الحسن دیوبندی۔صفحہ:30)

حالانکہ اور روایتوں میں صاف اور صراحۃً عند الوضو موجود ہے۔ ہم اس حدیث کی تاویل اس طرح
پر کریں گے "عند وضوء کل صلوٰۃ" اس تاویل کا قرینہ اور روایات میں صراحۃً موجود ہے
یعنی عند الوضو کا لفظ۔ اگر ہم تاویل بھی نہ کریں تو بھی یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں۔ اس لئے
کہ امام صاحب جمیع اوقات میں مسواک کرنا جائز کہتے ہیں۔ پس عند الصلوٰۃ بھی اگر کوئی کرے گا
بشرطیکہ خون نہ نکلے تو اچھا ہے۔ باقی فعل صحابی وہ کوئی حجۃ نہیں۔ "باب لا وضوء لمن
لم یذکر اسم الله علیه" فرض تسمیہ کا کوئی قائل نہیں۔ شوافع اس کی یہ تاویل کرتے
ہیں کہ اسم اللہ سے مراد نیت ہے اور عند الامام نفی سے نفی کمال مراد ہے۔ "باب رأیت النبی
صلی الله علیه وسلم مضمض واستنشق من کف واحد" یہ آپ کا فعل بیان
جواز کے لئے تھا کیونکہ یہ کسی کا بھی مذہب نہیں۔ "بدء بمؤخر رأسه ثم بمقدمه"
شوافع اور احناف کا مذہب شروع بالمقدم ہے۔ اور یہ حدیث دونوں کے مخالف ہے اور
مستدل دونوں کی حدیث ابن زید کی ہے۔ تطبیق بین الحدیثین یہ ہوگی کہ حدیث "بدء بمؤخر
رأسه" میں "ب" کو بمعنی الیٰ لیا جائے۔ تو اب یہ معنے ہو جائیں گے کہ "بدء الی مؤخر رأسه"
یعنی شروع کیا مؤخر راس تک اور پھر مؤخر راس سے مقدم راس تک "باب ما جاء
ان مسح الراس مرۃ"۔ امام صاحب کا یہی مذہب ہے۔ شوافع تین بار فرماتے ہیں
اور یہی دونوں مذہب بعینہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ لیکن امام ترمذی کے قول
"وبه یقول جعفر وسفیان الثوری وابن المبارک والشافعی" سے معلوم ہوتا ہے کہ شافعی بھی مسح
کو ایک ہی بار فرماتے ہیں۔ "ایجزئ مرۃ فقال ای والله" سائل کا مطلب جواز
علیٰ وجہ الاکتفاء نہیں بلکہ جواز علیٰ وجہ الکمال ہے۔ یعنی کیا ایک دفعہ کے کرنے سے
بھی مسح کامل ہو جاتا ہے۔ "فقال ای والله"۔ "باب ما جاء انه یاخذ
لرأسه ماء جدیدا" شافعی مسح راس کے لئے ماء جدید شرط بتلاتے ہیں اور امام صاحب
کے نزدیک بلا ماء جدید یعنی بلل ید سے بھی مسح جائز ہے لیکن اولیٰ ماء جدید ہی ہے۔
"باب مسح الاذنین ظاهرهما و باطنهما" مسح اذن میں تین
مذہب ہیں۔ عند البعض تابع راس کے ہے یعنی مسح راس کے

ترمذی، ابوداؤد شریف
کے مشکل مقامات کے حل کے لئے مختصر الفاظ میں نہایت جامع

تقاریر شیخ الہند

از
شیخ الاسلام شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ
حضرت مولانا محمد عبد الحفیظ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ
تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند

ملنے کا پتہ
ادارۂ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ، ملتان، پاکستان ☎ 061-540513
E-Mail: ishaq90@hotmail.com

''یہ ایک صحابی کا قول حنفیہ پر حجت نہیں ہو سکتا''

(تقاریر شیخ الہند۔ مولانا محمود الحسن دیوبندی۔ صفحہ:43)

وضو لازم نہیں آیا۔ باب فی من یستیقظ و یری بللا: بموجب قول صحابہ
اگر مذی میں شبہ ہو کہ منی ہے یا غیر ہے تو غسل واجب ہے اور عند التابعین
یقین منی یا ظن غالب غسل نہیں۔ باب المذی یصیب الثوب: نضح کے
معنی یہاں غسل خفیف کے ہیں، کیونکہ مذی میں زیادہ تغلظ نہیں ہوتی۔ شوافع بھی
یہاں نضح کے معنی غسل ہی لیتے ہیں۔ لیکن بول غلام میں ہمارے مخالف ہی رہے۔
باب المنی یصیب الثوب: چونکہ آپ سے ہمیشہ غسل یا فرک ثابت ہے۔
اور یہ کہیں ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی ملوث کپڑے سے نماز ادا کی ہو۔ اس لئے حنفیہ
وجمہور نجاست کے قائل ہیں، شوافع طاہر کہتے ہیں۔ قال ابن عباس المنی
بمنزلة المخاط: یہ ایک صحابی کا قول حنفیہ پر حجت نہیں ہو سکتا۔ باب
الجنب ینام قبل ان یغتسل: قال نعم اذا توضأ۔ یہ حدیث وضو قبل النوم
کی سنیت پر دال ہے، یہی مذہب سب کا ہے۔ عائشہؓ کی حدیث کو ترک احیانا
و بیان جواز پر عمل کریں گے یا "لا یمس ماء" سے ماء للغسل مراد لیں گے۔ اس سے وضو
کی نفی نہ ہوئی۔ باب المستحاضة: عند الامام محمدؒ یہ وضو واجب ہے اور
حدیث غسل کو نظافت اور تداوی پر عمل فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے دم عرق کا
ناقض وضو ہونا تو ضروری معلوم ہو گیا۔ پس فصد بھی دم عرق ہے اس سے نقض وضو
کیوں نہ ہوگا۔ "تتوضأ لكل صلوة" کی تفسیر دوسری حدیث "لوقت كل
صلوة" ہے۔ عند الامام صرف ایک وقت میں کئی نمازیں پڑھ سکتی ہے۔ کیونکہ لام
بھی وقت مستعمل ہے۔ اگر اس سے بھی قطع نظر کی جائے کہ بعض وقت ہو یا نہ ہو لیکن کسی
قدر تخصیص تو امام شافعی بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ نوافل و سنن کو تبعا جائز کہتے ہیں۔ ویسے
فرائض قضا شدہ کو بھی جائز کہیں گے۔ تقضی الصوم ولا تقضی الصلوة:
قضاء صلوة میں چونکہ حرج زیادہ تھا اس لئے معاف ہو گئی بخلاف صوم کے۔ ایک
نکتہ اس میں یہ ہے کہ حالت حیض منافی صلوة کے ہے بوجہ عدم تطہیر کے تو گویا
حالت حیض میں نماز واجب ہی نہیں ہوئی تو اس کی قضا بھی نہ آئی۔ بخلاف صوم کے

ترمذی، ابوداؤد شریف

کے حل مقامات کے لئے مختصر افادات نہایت جامع

تقاریر شیخ الہند

از

شیخ المحدثین شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت مولانا عبدالحفیظ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند

ادارۃ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
E-Mail: ishaq90@hotmail.com

’’اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابی کا قول خصوصًا حضرت عبداللہؓ بن مسعود جیسے بارگاہِ نبوّت میں معتمد علیہ کا، اپنے مقام پر ایک وزنی دلیل ہے۔ مگر اصولِ حدیث کی رُو سے مرفوع اور موقوف کا جو فرق ہے وہ بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے۔ جو حیثیت حضرت محمد ﷺ کی مرفوع حدیث کی ہے وہ یقینًا کسی صحابی کے قول کی نہیں ہے اگرچہ وہ صحیح بھی ہو۔‘‘

(المناہج الواضح یعنی راہ سنت۔ سرفراز خان صفدر۔ صفحہ: 114)

(نصب الرایہ ج ۴ ص۲۳۳) موقوف ہی پایا ہے۔

اور مشہور محدث علامہ الامام صلاح الدین ابو سعید العلائیؒ (المتوفی ۷۶۱ھ) فرماتے ہیں :

لم اجده مرفوعاً فی شیئ من کتب الحدیث اصلاً ولا بسند ضعیف بعد طول البحث وکثرة الکشف والسوال وانما ھو قول ابن مسعود موقوف علیه (بحوالہ فتح الملہم ج ۲ ص۳۰۹)	میں نے اس روایت کو باوجود طویل بحث و تمحیص اور زیادہ کھوج اور سوال کے حدیث کی کسی کتاب میں کسی ضعیف سند کے ساتھ بھی مرفوع نہیں پایا، بلکہ یہ حضرت عبد اللہؓ بن مسعود کا موقوف قول ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابی کا قول خصوصاً حضرت عبد اللہؓ بن مسعود جیسے بارگاہِ نبوت میں معتمد علیہ کا، اپنے مقام پر ایک وزنی دلیل ہے۔ مگر اصول حدیث کے رُو سے مرفوع اور موقوف کا جو فرق ہے وہ بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے۔ جو حیثیت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث کی ہے وہ یقیناً کسی صحابی کے قول کی نہیں ہے اگرچہ وہ صحیح بھی ہو۔ حافظ ابن کثیرؒ حضرت عبد اللہؓ بن مسعود کے اس موقوف قول کو پیش کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں :

اسناد صحیح - (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص۳۲۸)	کہ اس کی سند صحیح ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ المسلمون سے کون مسلمان مراد ہیں؟ اگر الف اور لام اس میں جنس کے لئے ہو تو لازم یہ آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کے بہتر فرقے سب کے سب ناجی ہو جائیں کیونکہ ہر ایک فرقہ از راہِ تدین اپنے معمول کو حسن ہی سمجھتا ہے اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے جو ما انا علیہ و اصحابی کے الفاظ سے پیش کی جا چکی ہے۔ اور اگر الف اور لام سے استغراق مراد ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس چیز کو تمام مسلمان اچھا سمجھیں وہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہی ہوگی تو اس سے اجماعِ اُمت مراد ہوگی اور اجماع کے حسن ہونے میں کیا شک ہے؟ لیکن اس سے مبتدعین کو کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ بدعات کا وجود خیر القرون میں ہرگز نہ تھا۔ لہٰذا سب مسلمانوں کا ان پر اتفاق و اجماع نہ ہوا۔ اور اگر الف و لام سے عہد خارجیؒ مراد ہو تو اس سے مسلمانوں کا ایک مخصوص طبقہ مراد ہوگا کہ مسلمانوں کا وہ

ؒ علما۔ اصول کا یہ مسلک ہے کہ اصل الف ولام میں عہد خارجی ہے (دیکھئے تلویح ص۱۴۷ و ص۱۹۰ وغیرہ)

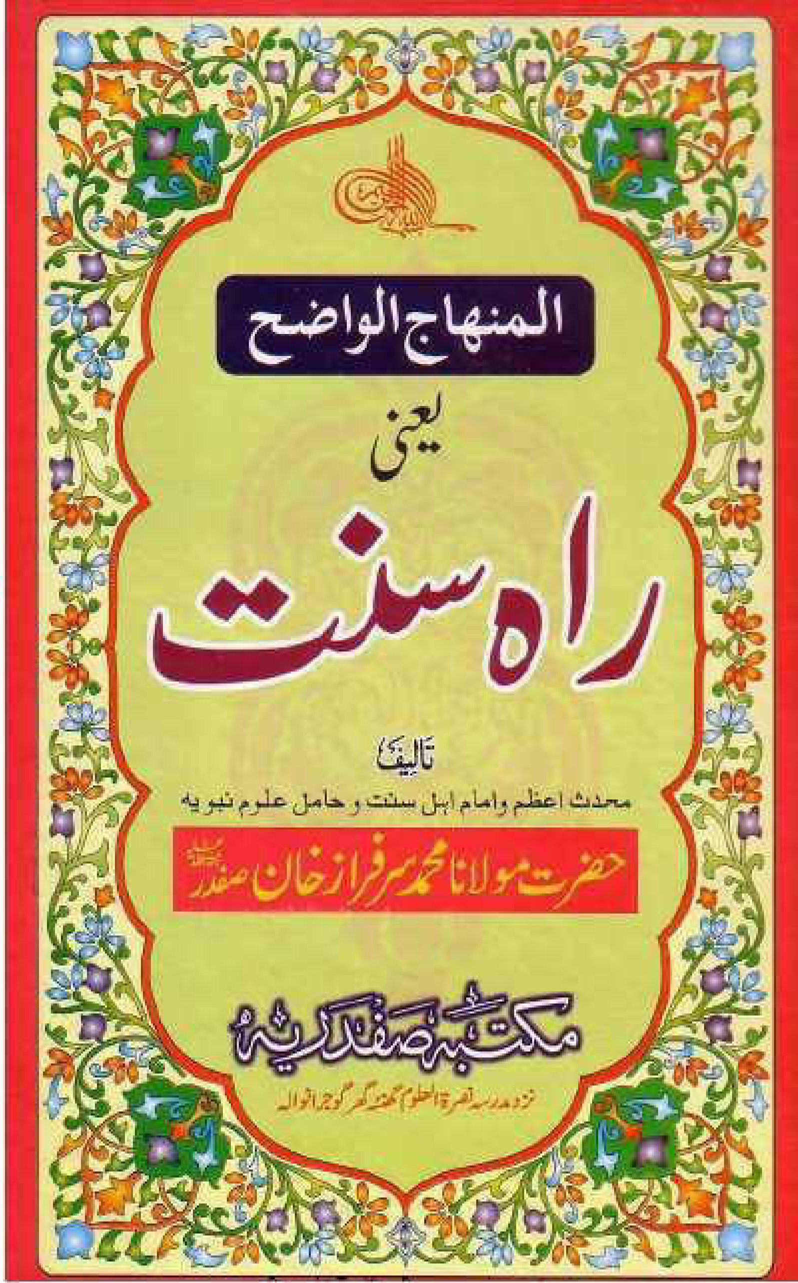

”یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اوران کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقف صحابی حجت نہیں ہے“

(احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام۔ سرفراز خان صفدر۔ صفحہ:156)

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا الآية

(قرآن کریم)

وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا (الحدیث)

www.Ahlehaq.com

احسن الکلام

فی

ترک القرأۃ خلف الامام

جلد اوّل

جس میں قرآن کریم، صحیح احادیث، آثار حضرات صحابہ کرامؓ و تابعینؒ و اتباع تابعینؒ اور دیگر جمہور فقہاءؒ اور محدثین عظامؒ سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں کسی بھی قسم کی قرأت عموماً اور سورۂ فاتحہ کی قرأت خصوصاً ممنوع ہے اور جہری نمازوں میں تو امام کے پیچھے قرأت کرنا قرآن کریم، حدیث صحیح اور اجماع کے خلاف ہے اور فی نفسہٖ منکر اور شاذ ہے اور جہری نمازوں میں حضرات ائمہ اربعہؒ کا اتفاق ہے۔ نیز عقلی اور قیاسی دلائل سے اس مسئلہ پر فیصلہ کن بحث کی گئی ہے اور فریق ثانی کو مسکت جوابات دیے گئے ہیں اور اس طبع میں "خیر الکلام" اور "الاعتصام" میں کیے گئے اعتراضات کے جوابات کو خصوصیت سے ملحوظ رکھا گیا ہے۔

تالیف

ابو الزاہد محمد سرفراز خاں صفدر

سمعت عبادةؓ بن الصامت یقرأ خلف الامام فقلت له تقرأ خلف الامام فقال عبادةؓ لا صلوٰة الا بقراءة (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۶۸)

میں نے حضرت عبادہؓ کو امام کے پیچھے قرأت کرتے سنا میں نے دریافت کیا کہ آپ امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں؟ حضرت عبادہؓ نے فرمایا قرأت کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔

امام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ ان کی ایک اور روایت بھی نقل کی ہے جس میں امام کے پیچھے آہستہ قرأت کرنے کی اجازت ہے اور پھر لکھا ہے۔

ومذھب عبادةؓ فی ذلک مشھور (ص ۱۶۸ ج ۲) حضرت عبادہؓ کا مذہب اس میں مشہور و معروف ہے۔

جواب: سند کے لحاظ سے گو کلام کرنے کی کافی گنجائش ہے مگر ہم سند کے لحاظ سے اس پر کوئی کلام نہیں کرتے حضرت عبادہؓ بن الصامت نے صحیح سمجھا یا غلط بہر حال یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں ہے خصوصاً قرآن کریم، صحیح احادیث اور جمہور حضرات صحابہ کرامؓ کے آثار کے مقابلہ میں لیکن یہ روایت خود اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور یہ مسئلہ ان میں رائج بھی نہ تھا ورنہ محمودؓ بن ربیع جو خود صغار صحابہؓ میں تھے حضرت عبادہؓ بن الصامت کی امام کے پیچھے قرأت سے کبھی تعجب نہ کرتے اور نہ یہ پوچھنے کی نوبت ہی آتی کہ حضرت آپ امام کے پیچھے کیوں قرأت کرتے ہیں؟ یقینی امر ہے کہ حضرت عبادہؓ بن الصامت نے نماز میں تکبیر، قیام، رکوع، سجود، تشہد، اور سلام وغیرہ جملہ امور ادا کئے ہوں گے مگر ان میں سے کسی چیز کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی کہ حضرت آپ نے رکوع کیوں کیا ہے؟ سجدہ کیوں کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ اگر سوال کیا ہے تو اس چیز کے بارے میں کہ آپ نے امام کے پیچھے قرأت کیوں کرتے ہیں؟ یہ بھی مت بھولئے کہ حضرت عبادہؓ بن الصامت نے محمودؒ بن ربیع کو یہ نہیں فرمایا کہ برخوردار تمہاری تمام سابق نمازیں بے کار، کالعدم اور باطل ہیں کیونکہ تم نے قرأت نہیں کی اور تمام نمازیں واجب الاعادہ ہیں اور نہ سہی تو یہی نماز جو تم نے ابھی ابھی میرے ساتھ بغیر قرأت کے ادا کی ہے وہی دوبارہ پڑھ لو اور لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت محمودؓ بن ربیعؓ حضرت عبادہؓ کے داماد تھے (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۶۳) انہوں نے ان کو یہ بھی نہ فرمایا کہ تم امام کے پیچھے ترک قرأت کے مرتکب

''وہ حضرت عبادہؓ کا اپنا اجتہاد ہے، یعنی انہوں نے ''لا صلوٰۃ لمن لا یقرأ''
والی حدیث کو امام اور مقتدی دونوں کے لئے عام سمجھا اور اس سے یہ حکم مستنبط کیا
کہ مقتدی پر بھی قرأت فاتحہ واجب ہے لیکن ان کا یہ استنباط احادیثِ مرفوعہ کے
مقابلہ میں حجّت نہیں ہوسکتا۔''

(درس ترمذی۔محمد تقی عثمانی۔صفحہ:75)

(مصنف لابن ابی شیبۃ، فتاوی ابن تیمیہؒ) کی روایت میں خلف الامام کی بھی تصریح ہے۔

۳ ترمذی کی مذکورہ بالا حدیثِ باب۔

ان تینوں طرق میں سے پہلا طریق بالاتفاق صحیح ہے لیکن اس سے فریقِ ثانی کا استدلال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حنفیہ اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ یہ منفرد یا امام کے حق میں ہے، دوسرے جوابات اور تفصیل آگے آئے گی۔

رہا دوسرا طریق سو وہ بھی صحیح ہے لیکن اس سے بھی شافعیہ وغیرہ کے مذہب پر کوئی صریح دلیل مرفوع قائم نہیں ہوتی کیونکہ وہ حضرت عبادہؓ کا اپنا اجتہاد ہے، یعنی انہوں نے "لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ" والی حدیث کو امام اور مقتدی دونوں کے لئے عام سمجھا اور اس سے یہ حکم مستنبط کیا کہ مقتدی پر بھی قرأت فاتحہ واجب ہے لیکن ان کا یہ استنباط احادیثِ مرفوعہ کے مقابلہ میں حجت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس حدیث سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر صحابہ و تابعین ترکِ قرأت خلف الامام پر کاربند تھے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت محمود بن الربیعؒ حضرت عبادہؓ کو قرأت فاتحہ کرتے ہوئے دیکھ کر تعجب سے سوال نہ کرتے، ان کا تعجب سے سوال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عبادہؓ کا عمل صحابہ و تابعینؒ کے عام عمل کے خلاف تھا۔ اس کے علاوہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت محمودؓ بن الربیع نے فاتحہ کی قرأت نہیں کی اس کے باوجود حضرت عبادہؓ نے ان کو اعادۂ نماز کا حکم نہیں دیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبادہؓ کے نزدیک بھی قرأت فاتحہ مقتدی کے لئے واجب نہیں تھی۔

اب صرف تیسرا طریق رہ جاتا ہے یعنی ترمذی کی حدیثِ باب کا، سو وہ بیشک شافعیہ کے مذہب پر صریح ہے لیکن صحیح نہیں اور امام احمدؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، حافظ ابن عبدالبرؒ اور دوسرے محقق محدثین نے مندرجہ ذیل اعتراضات کی بناء پر معلول اور غیر صحیح قرار دیا ہے۔

۱۔ محدثین کا خیال یہ ہے کہ کسی راوی نے وہم اور غلطی سے پہلی دو روایتوں کو خلط ملط کرکے یہ تیسری روایت بنادی ہے۔ اس وہم کی ذمہ داری مکحول پر عائد کی جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت عبادۃ بن الصامتؓ کی یہ حدیث محمود بن الربیع کے بہت سے شاگردوں نے روایت کی ہے لیکن وہ سب اس کو یا تو پہلے طریق سے روایت کرتے ہیں یا دوسرے طریق سے، یعنی ان میں سے کسی نے بھی قراءتِ فاتحہ خلف الامام کا حکم صراحۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کیا، یہ نسبت صرف مکحول نے کی ہے اور حدیث کو تیسرے طریق سے روایت کیا ہے

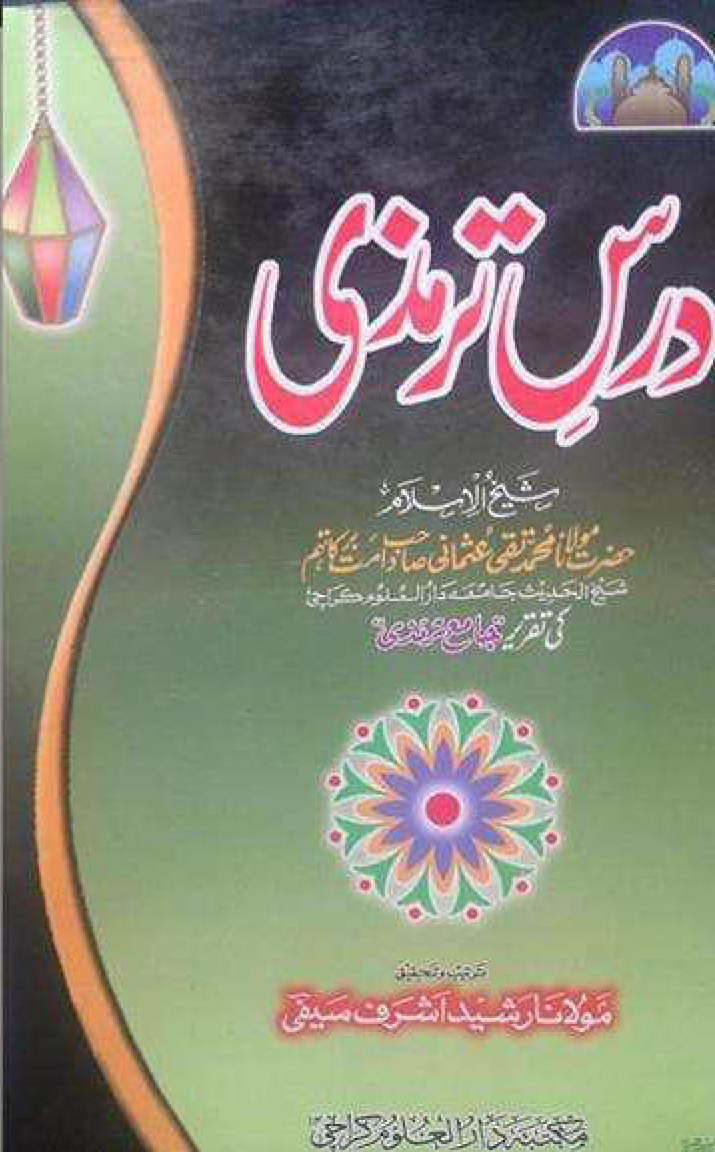

''اور دوسرا جزو حضرت ابوہریرہؓ پر موقوف ہے کہ انہوں نے فاتحہ خلف الامام کے بارے میں فرمایا ''اقرأ بها فی نفسک'' سو اوّل تو یہ حضرت ابوہریرہؓ کا اپنا اجتہاد ہے جو احادیثِ مرفوعہ کے مقابلہ میں حجّت نہیں۔''

(درس ترمذی۔ محمد تقی عثمانی۔ صفحہ:84)

من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا بأم القرآن فہی خداج غیر تمام فقال لہ حامل الحدیث انی اکون احیانا وراء الامام قال اقرأ بہا فی نفسک (اللفظ للترمذی)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے دو جز ہیں، ایک مرفوع ہے جس میں صرف اتنا ارشاد ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نامکمل ہے، لیکن یہ حکم حنفیہ کے دوسرے دلائل کی روشنی میں امام اور منفرد کا ہے، اور دوسرا جزو حضرت ابوہریرہؓ پر موقوف ہے کہ انہوں نے فاتحہ خلف الامام کے بارے میں فرمایا: "اقرأ بہا فی نفسک" سو اول تو حضرت ابوہریرہؓ کا اپنا اجتہاد ہے جو احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں حجت نہیں، دوسرے یہ ارشاد اس معنی میں بھی ہو سکتا ہے کہ تلفظ کے بغیر دل دل میں سورۂ فاتحہ پڑھی جائے، اور بعض حضرات نے اس کی یہ توجیہ بھی کی ہے کہ بعض اوقات "فی نفسہ" کا محاورہ حالت انفراد کے لئے بھی ہوتا ہے لہٰذا "اقرأ بہا فی نفسک" کے معنی ہوئے "اقرأ بہا حال کونک منفرداً" اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے "فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منہم"[1] اس میں "فی نفسہ" کا "فی ملأ" سے تقابل اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ "فی نفسہ" سے حالت انفراد مراد ہے۔

ابو قلابہ کی روایت

شوافع کی ایک دلیل ابو قلابہ کی روایت ہے "ان[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لأصحابہ ہل تقرءون

---

[1] صحیح البخاری (ج٢ ص١١٠١) کتاب الرد علی الجہمیۃ وغیرہم التوحید، باب قول اللہ "ویحذرکم اللہ نفسہ" وہذہ الروایۃ ایضاً روایۃ ابی ہریرۃ واخرجہا مسلم فی صحیحہ (ج٢ ص٣٤٣) فی باب فضل الذکر والدعاء والتقرب الی اللہ تعالیٰ وحسن الظن بہ من کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار۔ سیفی جعلہ اللہ خادماً لعلوم الحدیث۔

[2] اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ (ج١ ص٣٧٤) تحت باب من رخص فی القراءۃ خلف الامام عن ہشیم قال انبرنا خالد عن ابی قلابۃ مرسلاً، واخرجہ عبد الرزاق فی مصنفہ (ج٢ ص١٢٧) باب القراءۃ خلف الامام رقم الحدیث ٢٧٦٦ عن الثوری عن خالد الحذاء عن ابی قلابۃ عن محمد بن ابی عائشۃ عن رجل من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم (مرفوعاً) بہذا اللفظ، قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلکم تقرءون والامام یقرأ؟ مرتین أو ثلاثا، قالوا نعم یا رسول اللہ انا لنفعل، قال فلا تفعلوا الا ان یقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب۔ سیفی غفرلہ

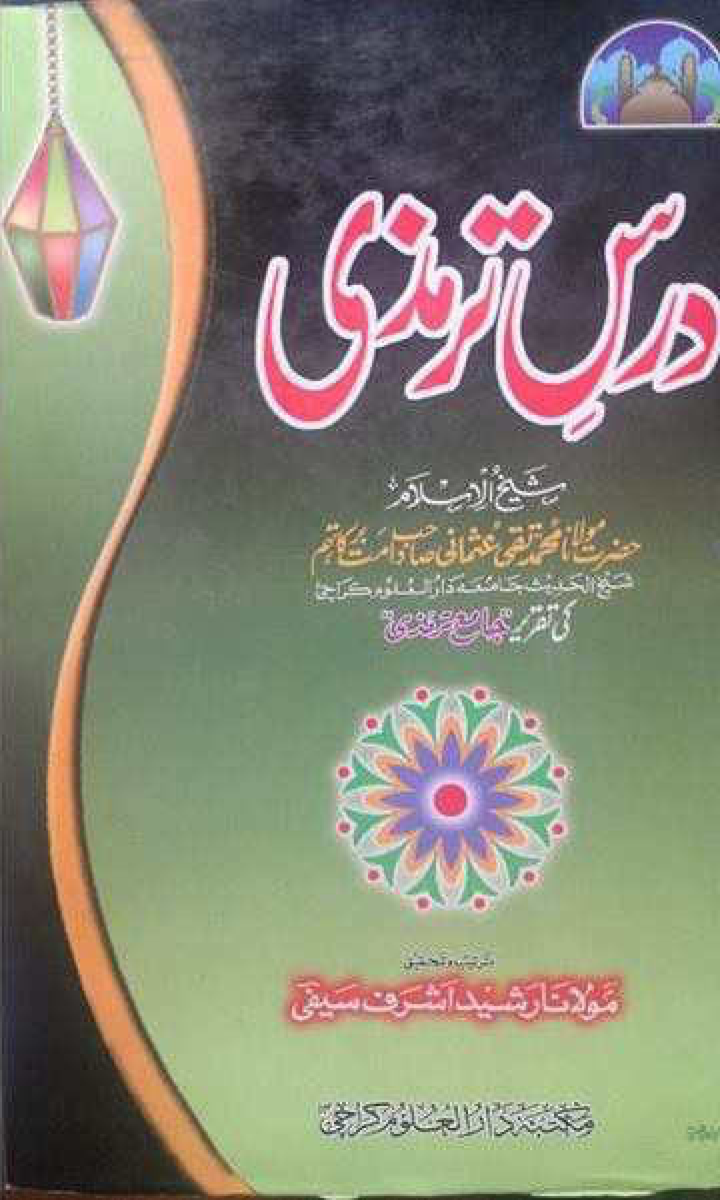

’’اب صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اثر رہ جاتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اوّلاً تو اس میں شدید اضطراب ہے، دوسرے اگر بالفرض اسے سنداً صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی وہ ایک صحابی کا اجتہاد ہو سکتا ہے جو حدیثِ مرفوع کے مقابلہ میں حجت نہیں۔‘‘

(درس ترمذی۔ محمد تقی عثمانی۔ صفحہ:283)

نہیں، ابن الجوزیؒ نے مرفوع کو اسمٰعیل بن امیہ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے حالانکہ ان کو مغالطہ لگا ہے، یہ اسمٰعیل بن امیۃ ابو الصلت نہیں جو ضعیف ہیں بلکہ اسمٰعیل بن امیۃ قرشی اموی ہیں جو ثقہ ہیں
مسلک حنفیہ کی تائید آیتِ قرآنی "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ" سے بھی ہوتی ہے،

شوافع کے دلائل کا جواب یہ ہے کہ "الحل میتتہ" میں میتہ سے مراد غیر مذبوح نہیں، بلکہ "مالیس لہ نفس سائلۃ" ہے، جیسا کہ "احلت لنا میتتان" میں میتہ سے یہی مراد ہے اور حنفیہ کی مستدل مذکورہ بالا حدیث کی بنا پر اگر یوں کہا جائے کہ سمک طافی اس سے مستثنیٰ ہے تب بھی کچھ بعید نہیں، یا پھر بقول حضرت شیخ الہندؒ "الحل" سے مراد حلال نہیں بلکہ طاہر ہے،

حدیث عنبر کا جواب یہ ہے کہ اس کے طافی ہونے کی تصریح نہیں ہے، طافی صرف اس مچھلی کو کہتے ہیں جو کسی خارجی سبب کے بغیر خود بخود سمندر میں مر جائے، اور الٹی ہو جائے، اس کے برخلاف اگر کوئی مچھلی کسی خارجی سبب کی وجہ سے مثلاً شدتِ حرارت یا شدتِ برودت سے یا تلاطم امواج سے یا کنارے پر پہونچ کر پانی کے دور چلے جانے کی وجہ سے مر جائے تو وہ طافی نہیں ہوتی، اور اس کا کھانا حلال ہوتا ہے، حدیث عنبر میں بھی ظاہر یہی ہے کہ وہ مچھلی پانی کے چھوڑ کر چلے جانے کی بنا پر مری تھی، لہٰذا اس کی حلت محل نزاع نہیں،

اب صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اثر رہ جاتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس میں شدید اضطراب ہے، دوسرے اگر بالفرض اسے سنداً صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی وہ ایک صحابی کا اجتہاد ہو سکتا ہے، جو حدیث مرفوع کے مقابلہ میں حجت نہیں، تیسرے یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں میتہ مچھلی سے وہی سمک مراد ہو جو اسبابِ خارجیہ کی بنا پر مری ہو،

جھینگے کی حلت و حرمت: تیسرا مسئلہ جھینگے کی حلت و حرمت کا ہے، شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک تو اس کی حلت میں کوئی شبہ نہیں، لیکن حنفیہ کے نزدیک مدار اس بات پر ہے کہ وہ سمک ہے یا نہیں، یہ بات خاص طور سے علماء ہند کے درمیان مختلف فیہ رہی ہے، علامہ دمیریؒ نے "حیات الحیوان" میں اس کو سمک ہی کی ایک قسم قرار دیا ہے، اسی بنا پر بعض علماء ہند اس کی حلت کے قائل ہیں جن میں حضرت تھانویؒ بھی داخل ہیں، چنانچہ انھوں نے "امداد الفتاویٰ" میں اس کی اجازت دی ہے، لیکن صاحب فتاویٰ حمادیہ اور بعض دوسرے فقہاء نے اسے سمک

؎ معارف السنن ۱/۲۶۰،

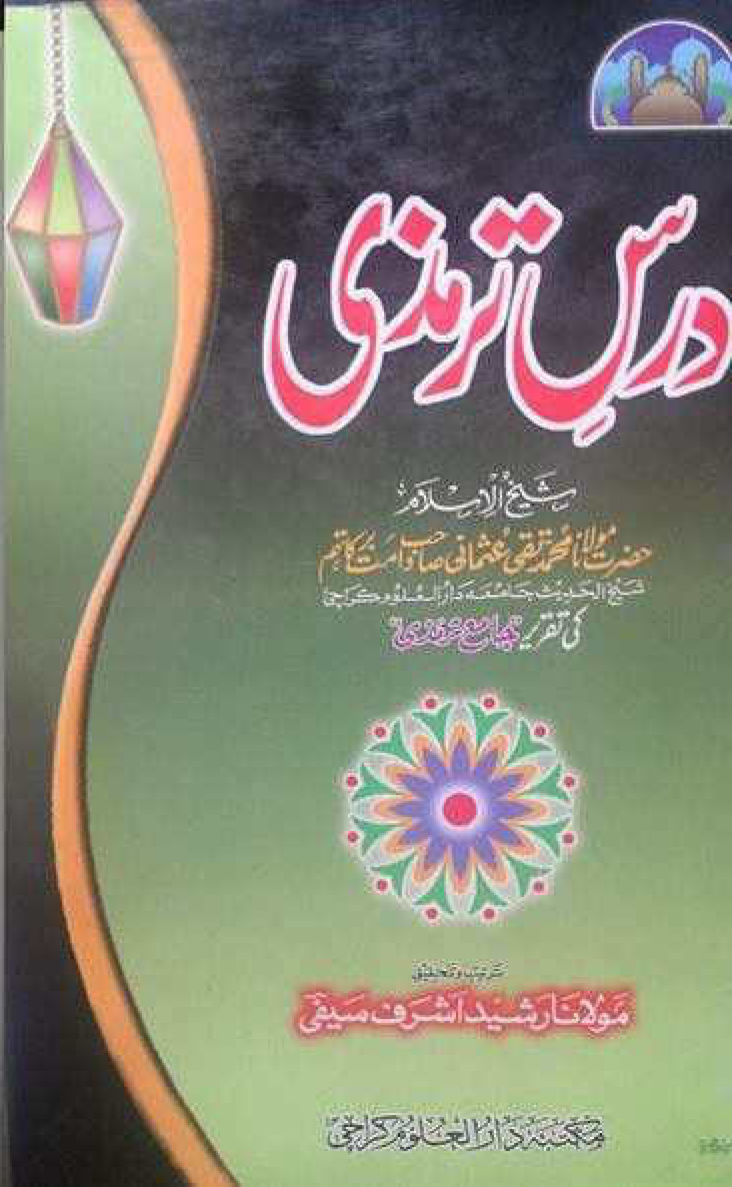

علماء اسلام کی تحریروں میں درشت الفاظ

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ آپؑ نے اپنے مخالفین کے لئے حرام زادہ، کتے، بندر خنزیر وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ لیکن مندرجہ ذیل حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصطلاحات صوفیاء اور بزرگانِ امّت میں بھی رائج تھیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”میں نے صوفیوں کے تذکروں میں پڑھا ہے کہ انہوں نے تصوّر کو یہاں تک پہنچایا کہ انسان کو بندر یا خنزیر کی صورت میں دیکھا۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 88)

آنے سے پیشتر ہر ایک فعل ایک تصوّری صورت رکھتا ہے۔ پس توبہ کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ اُن خیالاتِ فاسدہ و تصوّراتِ بد کو چھوڑ دے۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی عورت سے کوئی ناجائز تعلق رکھتا ہے، تو اُسے توبہ کرنے کے لیے پہلے ضروری ہے کہ اس کی شکل کو بدصُورت قرار دے اور اس کی تمام خصائلِ رذیلہ کو اپنے دل میں مستحضر کرے، کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے۔ تصوّرات کا اثر بہت زبردست اثر ہے اور میں نے صُوفیوں کے تذکروں میں پڑھا ہے کہ انھوں نے تصوّر کو یہاں تک پہنچایا کہ انسان کو بندر یا خنزیر کی صورت میں دیکھا۔ غرض یہ ہے کہ جیسا کوئی تصوّر کرتا ہے، ویسا ہی رنگ چڑھ جاتا ہے۔ پس جو خیالاتِ بدلذّات کا موجب سمجھے جاتے تھے ان کا قلع قمع کرے۔ یہ پہلی شرط ہے۔

دُوسری شرط ندَم ہے یعنی پشیمانی اور ندامت ظاہر کرنا۔ ہر ایک انسان کا کانشنس اپنے اندر یہ قوّت رکھتا ہے کہ وُہ اس کو ہر بُرائی پر متنبہ کرتا ہے، مگر بدبخت انسان اس کو معطّل چھوڑ دیتا ہے۔ پس گناہ اور بدی کے ارتکاب پر پشیمانی ظاہر کرے اور یہ خیال کرے کہ یہ لذّات عارضی اور چند روزہ ہیں اور پھر یہ بھی سوچے کہ ہر مرتبہ اس لذّت اور حظ میں کمی ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ بڑھاپے میں آکر جبکہ قُویٰ بیکار اور کمزور ہو جائیں گے آخر ان سب لذّاتِ دُنیا کو چھوڑنا ہوگا۔ پس جبکہ خود زندگی ہی میں یہ سب لذّات چھوٹ جانے والی ہیں، تو پھر اُن کے ارتکاب سے کیا حاصل؟ بڑا ہی خوش قسمت ہے وُہ انسان جو توبہ کی طرف رجُوع کرے اور جس میں اوّل اقلاع کا خیال پیدا ہو یعنی خیالاتِ فاسدہ و تصوّراتِ بیہودہ کا قلع قمع کرے۔ جب یہ نجاست اور ناپاکی نکل جاوے تو پھر نادم ہو اور اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

تیسری شرط عزم ہے یعنی آئندہ کے لیے مصمّم ارادہ کرے کہ پھر اُن برائیوں کی طرف رجُوع نہ کرے گا اور جب وُہ مُداومت کرے گا، تو خدا تعالیٰ اسے سچّی توبہ کی توفیق عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ سیّئات اس سے قطعاً زائل ہو کر اخلاقِ حسنہ اور افعالِ حمیدہ اُس کی جگہ لے لیں گے اور یہ فتح ہے اخلاق پر۔ اس پر قوّت اور طاقت بخشنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، کیونکہ تمام طاقتوں اور قوّتوں کا مالک وہی ہے۔ جیسے فرمایا: اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (البقرۃ:۱۶۶)
ساری قوّتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور انسان ضعیف البنیان تو کمزور ہستی ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (النساء:۲۹) اُس کی حقیقت ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے قوّت پانے کے لیے مندرجہ بالا ہر سہ شرائط کو کامل کر کے انسان کسل اور سُستی کو چھوڑ دے اور ہمہ تن مُستعد ہو کر خدا تعالیٰ سے دُعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ تبدیلِ اخلاق کر دے گا۔

اصلی شہ زور کون ہے؟

ہماری جماعت میں شہ زور اور پہلوانوں کی طاقت رکھنے والے مطلوب نہیں، بلکہ ایسی قوّت رکھنے والے مطلوب ہیں جو تبدیلِ اخلاق کے لیے کوشش کرنے والے ہوں۔ یہ ایک امرِ واقعی ہے کہ وہ شہ زور اور طاقت والا نہیں جو پہاڑ کو جگہ سے ہٹا سکے۔ نہیں نہیں۔ اصلی بہادر وہی ہے جو تبدیلِ اخلاق پر مُقدرت پاوے۔ پس یاد رکھو کہ ساری ہمّت اور قوّت تبدیلِ اخلاق میں صرف

ترکی بہ ترکی

''الحمد للہ کہ مولوی عمار علی صاحب کی تمام افترا پردازیوں کے جواب سے فراغت پائی مگر جو کچھ انہوں نے دربارہ فدک زبان درازیاں اور افترا پردازیاں کیں ہیں اس کی مکافات میں حسب مثل مشہور جیسے کو تیسا اور جواب ترکی بہ ترکی، مناسب تو یوں تھا کہ ہم بھی کچھ نظم ونثر سے پیش آتے اور مولوی صاحب کی مہملات کے جواب میں مولوی صاحب کو بے نقط سناتے۔ مگر چونکہ ایسی خرافات کا بکنا پاجیوں کا کام ہے، ہم کو کیا زیبا ہے کہ ایسی نازیبا باتوں میں مولوی صاحب کے ہمصفیر ہوں اور اپنی زبان کو گندہ کریں اور اہل عقل اور ارباب حیا سے شرمندہ ہوں؟ معہذا اصحاب ثلٰثہ کی اہانت کے انتقام میں مولوی عمار علی صاحب سے دست وگریباں ہونا تو ایسا ہی ہے جیسا چاند سورج پر تھوکنے کی سزا میں کتے کو کوئی پتھر لگائے یا آسمان کی طرف تھوکنے کے عوض میں کسی کم عقل نا ہنجار کے منہ میں کوئی پیشاب کی دھار لگائے۔ ظاہر ہے کہ اول تو چاند سورج کو ان حرکات ناشائستہ سے کیا نقصان؟ بلکہ عقلا کے نزدیک اور دلیل رفعت مکان ہے۔ دوئم کجا شمس وقمر وکجا سگ وکم عقل سگ نزاد؟ مساوات ہو تو ایک بات بھی ہے ورنہ سگ اور سگ مزاجوں کی اتنے میں کچھ عزت نہیں جاتی ہاں البتہ اپنی اوقات فی الجملہ خراب جاتی ہے۔ سو ایسے ہی اصحاب ثلٰثہ کو اول تو مولوی عمار علی صاحب جیسوں کی اہانت یا برا کہنے سے کیا نقصان؟ بلکہ الٹا باعث رفعت شان ہے۔ چاند سورج کی طرح وہ روشن ہوئے تو کتے ان پر بھونکے اور اوروں پر کیوں نہ بھونکے۔''

(ہدیۃ الشیعۃ - صفحہ - 223 - مصنف مولانا محمد قاسم نانوتوی)

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں آپس میں مہربان ہیں

Mansoor Nuruddin

ہدیۃ الشیعہ

تصنیف لطیف

حجۃ اللہ حجۃ الاسلام، آیت من آیات اللہ، رئیس المتکلمین

استاذ الاساتذہ، منبع الحکمۃ و معدن العلوم

حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نور اللہ

ضریحہٗ و برد مضجعہٗ (بانی دار العلوم دیوبند)

ناشران

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ

قیمت: چھتیس روپے 36/

باب مباحث فدک

الحمد للہ کہ مولوی عمار علی صاحب کی تمام افترا پردازیوں کے جواب سے فراغت پائی مگر جو کچھ انہوں نے دوبارہ فدک زبان درازیاں اور افترا پردازیاں کیں ہیں اس کی مکافات میں حسب مثل مشہور جیسے کو تیسا اور جواب ترکی بہ ترکی، مناسب تو یوں تھا کہ ہم بھی کچھ نظم و نثر سے پیش آتے اور مولوی صاحب کی جہالات کے جواب میں مولوی صاحب کو بے نقط سناتے۔ مگر چونکہ ایسی خرافات کا بکنا پاجیوں کا کام ہے ہم کو کیا زیبا ہے کہ ایسی نازیبا باتوں میں مولوی صاحب کے ہمصفیر ہوں اور اپنی زبان کو گندہ کریں اور اہل عقل اور ارباب حیا سے شرمندہ ہوں علاوہ اصحاب ثلثہ کی اہانت کے انتقام میں مولوی عمار علی صاحب سے دست و گریبان ہونا تو ایسا ہی ہے جیسا چاند سورج پر تھوکنے کی سزا میں تھوکنے کے کوئی پتھر لگائے یا آسمان کی طرف تھوکنے کے عوض میں کسی کم عقل نابکار کے منہ میں کوئی پیشاب کی دھار لگانے ظاہر ہے کہ اول تو چاند سورج کو ان حرکات ناشائستہ سے کیا نقصان؟ بلکہ عقلا کے نزدیک اور دلیل رفعت مکان ہے دوئم کجا شمس و قمر کجا سگ و کم عقل سگ نہاد مساوات ہو تو ایک بات بھی ہے ورنہ سگ اور سگ مزاجوں کی اتنے میں کچھ عزت نہیں جاتی ہاں اپنی اوقات البتہ فی الجملہ خراب جاتی ہے۔ سو ایسے ہی اصحاب ثلثہ کو اول تو مولوی عمار علی صاحب جیسوں کی اہانت یا برا کہنے سے کیا نقصان؟ بلکہ الٹا باعث رفعت شان ہے۔ چاند سورج کی طرح وہ روشن ہوتے تو کتے ان پر بھونکتے اور اوروں پر کیوں نہ بھونکتے؟ دوئم کجا اصحاب ثلثہ کجا امثال مولوی عمار علی جو ان کے برا کہنے کے عوض میں ان کو برا کہہ کے جی ٹھنڈا ہو اور دل کا بخار نکلے یہاں تو یہی نسبت مذکور ہے۔ سو مولوی عمار علی صاحب جیسوں کے برا کہنے میں ان کی تو کچھ عزت نہیں جاتی جو قصاص تبرا یا اہانت اصحاب ہو، ہاں اپنی اوقات خرافات میں صرف ہوگی۔ سو ہم کون سے مجتہد زمانی طوسی ثانی مولوی میرن صاحب کے چیلے چانٹوں میں سے ہیں جو عقل کی یہ شہادت در بارہ دشنام نہ سنیں "دشنام بمذہب کہ طاعت باشد مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم"، اور دشنام کو عبادت نہ سمجھ کر مولوی عمار علی صاحب کو گالیاں دیتے کہ

فھو ولدالزنا

”و عائشه رضی اللّٰہ عنها بعد خديجة الكبریٰ افضل نساء العالمين و هی ام المؤمنين و مطھّرة من الزّنا و بريّة عما قالت الروافض فمن شهد عليها الزّنا فهو ولد الزّنا“ عائشہؓ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں اور وہ ام المؤمنین ہیں اور زنا سے پاک ہیں اور اس سے بری ہیں جو روافض ان کے متعلق کہتے ہیں اور جو ان پر زنا کی گواہی دے وہ خود زنا کی پیداوار ہے۔

(وصیۃ ابوحنیفہؒ۔شرح فقہ اکبر از ملا علی قاریؒ صفحہ:132)

صغيرة وكبيرة مسطر فصل الحادي عشر نقر بان عذاب
القبر واقع لا محالة وسؤال منكر ونكير حق لورود الا
حاديث والجنة والنار حق وقد خلقهما الله تعالى
للثواب والعقاب وهما مخلوقتان لاهلهما لقوله
تعالى في حق المؤمنين اعدت للمتقين • وفي حق الكافرين
والميزان حق لقوله تعالى اقرأ كتابك كفى بنفسك
اليوم عليك حسيبا فصل الثاني عشر نقر بان
الله تعالى يحيي هذه النفوس بعد الموت ويبعثهم
في يوم كان مقداره خمسين الف سنة للجزاء والثواب
واداء الحقوق لقوله تعالى وان الله يبعث من في
القبور ولقاء الله حق يوم القيمة يرونه اهل الجنة
بلا كيف ولا تشبيه لقوله تعالى وجوه يومئذ ناضرة
الى ربها ناظرة وشفاعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم
لمن كان اهلها حق وان كان صاحب الكبيرة •
وعائشة رضي الله عنها بعد خديجة الكبرى افضل نساء العالمين
وهي ام المؤمنين ومطهرة من الزنا وبريئة عما قالت
الروافض فمن شهد عليها الزنا فهو ولد الزنا واهل الجنة

في الجنة

في الجنة خالدون واهل النار في النار خالدون •
لقوله تعالى في حق المؤمنين اولئك اصحاب الجنة
هم فيها خالدون • وفي حق الكفر اولئك اصحاب
النار هم فيها خالدون • تمت بعونه ولطفه تعالى

وصية ابو حنيفة

بسم الله الرحمن الرحيم

في قوله تعالى يوم ينفخ في الصور فتأتون افواجا
روى معاذ بن جبل رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
انه قال يا معاذ يحشر الله تعالى يوم القيمة من امتي
عشرة اصناف اما الفوج الاول فيحشرون من
قبورهم وبطونهم من الحبل ملأن الحيات كاعناق
البخت والعقارب كامثال البغل فيقول الناس من
هؤلاء فينادي المنادي من قبل الرحمن هؤلاء الذين
لم يعطون الزكوة فماتوا ولم يتوبوا فهذا جزاؤهم ومصيرهم
الى النار لقوله تعالى والذين لا يؤتون الزكوة وهم بالاخرة هم
كافرون والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها
في سبيل الله فبشرهم بعذاب اليم يوم يحمى عليها في نار جهنم

www.icar.ir

آمنت باللّٰه كما هو باسمائه وصفاته

بعون الله تعالى وحسن توفيقه كتاب مسمى به

شرح فقه اكبر

لملا علی القاری الحنفی قد طبع فی المطبع الحنفی

راسی من راسکما حرام ان لم تفارقا ابنتی محمد ففارقاهما ولم یکونا دخلا بهما
فتزوج عثمان بن عفان رقیة بمکة وهاجر بها الهجرتین وتوفیت والنبی صلعم
ببدر وعن ابن عباس رضی الله عنهما لما عزی صلعم بها قال الحمد لله دفن البنات من المکرمات
واما ام کلثوم فقد ورد انه لما توفیت رقیة خطب عثمان ابنة عمر حفصة
فرده فبلغ ذلک النبی صلعم فقال یا عمر ادلک علی خیر لک من عثمان وادل علی
عثمان علی خیر له منک قال نعم یا رسول الله قال زوجنی ابنتک وازوج عثمان
ابنتی خرجه الجندی وروی انه عم قال له والذی نفسی بیده لو ان عندی مائة
بنت یمتن واحدة بعد واحدة زوجتک اخری هذا جبرئیل عم اخبرنی ان الله
یامرنی ان ازوجکها رواه الفضائلی ولم یذکر الامام الاعظم ازواج النبی صلعم
وانا اذکرهن اجمالا فی مقام المرام فامهات المؤمنین خدیجة وسودة وعائشة
وحفصة وام سلمة وام حبیبة وزینب بنت جحش وزینب بنت خزیمة
ومیمونة وجویریة وصفیة رضی الله عنهن فهن احدی عشرة من ازواجه اللاتی
دخل بهن لا خلاف بین اهل السیر والعلم بالاثر فی حقهن وقد ذکر انه عم تزوج
نسوة من غیرهن هذا وقال الامام الاعظم فی کتابه الوصیة وعایشة رض بعد
خدیجة الکبری رض افضل نساء العلمین وهی ام المؤمنین ومطهرة من الزنا
وبریة مما قال الروافض فمن شهد علیها بالزنا فهو ولد الزنا انتهی ولا یخفی
ان من قذفها بالزنا فهو کافر بالایات القرانیة الواردة فی براءة ساحتها
مما نسب الیها من الامور النفسانیة واما من سبها بسبب محاربتها ومخالفتها
لعلی رض فهو ضال مبتدع غال فاجر والله اعلم بالسرائر واما قوله انها افضل
نساء العلمین فیحتمل انها افضل نساء عالمی زمانها او نساء العلمین جمیعها و
هل یدخل فیهن خدیجة وفاطمة ومریم رض علی اختلاف ورد فی حقهن
بحسب تفاوت الاحادیث الثابتة فی فضلهن وسیاتی تفصیل تفضیل
بعضهن فی المحل اللایق بهن ثم قول الامام الاعظم فی الوصیة فهو ولد الزنا
لا یخلو عن غرابة فی مقام المرام کما لا یخفی علی ذوی الافهام بالاحکام ولعله
محمول علی التشبیه البلیغ والمعنی فهو کولد الزنا فی کونه شر الثلاثة کما ورد
یعنی بحکم غلبة الواقعة واذا اشکل ای التبس علی الانسان ای من اهل الایمان

اذا اشکل علی الانسان شئ من دقائق علم التوحید

حرام زادہ کہنے پر اللہ کی رحمت

''امام احمد بن حنبل کہتے ہیں: مجھے امید ہے کہ اللہ امین (عباسی خلیفہ) پر علی اسماعیل بن علیہ کو یہ بات کہنے پر ضرور رحم کرے گا: اے حرامزادے تو کہتا ہے کہ اللہ کا کلام مخلوق ہے۔''

(تاریخ الخلفاء از علامہ جلال الدین السیوطیؒ زیر تذکرہ ابو عبداللہ محمد الأمین)

تاريخ الخلفاء

تأليف

جلال الدين عبد الرحمن السيوطي

المتوفَّى سنة ٩١١ هـ

دار ابن حزم

الإمام السيوطي

تاريخ الخلفاء

دار ابن حزم

نُـصِـرَ الـمـأمـون عـبـد ... الله لـمّـا ظـلـمـوه
نـقـض الـعـهـد الـذي قـد ... كـان قـدمـاً أكـدوه
لـم يـعـامـلـه أخـوه ... بـالـذي أوصـى أبـوه

فعفا عنه، وأمر له بعشرة آلاف درهم. وقيل: إن سليمان بن منصور رفع إلى الأمين أن أبا نواس هجاه، فقال: يا عم أأقتله بعد قوله:

أهدى الثناء إلى الأمين محمد ... ما بعده بتجارة مُتَرَبِّصُ
صدق الثناء على الأمين محمد ... ومن الثناء تكذّب وتخرّص
قد ينقص البدر المنير إذا استوى ... وبَهَاءُ نُورِ محمد ما ينقص
وإذا بنو المنصور عُدَّ خصالهم ... فمحمد ياقوتها المتخلّص

قال أحمد بن حنبل: إني لأرجو أن يرحم الله الأمين بإنكاره على إسماعيل بن علية، فإنه أدخل عليه، فقال له: يا ابن الفاعلة أنت الذي تقول: كلام الله مخلوق.

قال المسعوديّ: ما ولي الخلافة إلى وقتنا هذا هاشميّ ابن هاشمية سوى عليّ بن أبي طالب، وابنه الحسن، والأمين، فإن أمه زبيدة بنت جعفر بن أبي جعفر المنصور، واسمها أَمَةُ العزيز، وزبيدة لقب لها.

وقال إسحاق الموصليّ: اجتمعت في الأمين خصائل لم تكن في غيره، كان أحسن الناس وجهاً، وأسخاهم، وأشرف الخلفاء أباً وأماً، حسن الأدب، عالماً بالشعر، لكن غلب عليه الهوى واللعب، وكان مع سخائه بالمال بخيلاً بالطعام جداً.

وقال أبو الحسن الأحمر: كنت ربما أنسيت البيت الذي يستشهد به في النحو، فينشدنيه الأمين، وما رأيت في أولاد الملوك أذكى منه ومن المأمون.

وكان قتله في المحرم سنة ثمان وتسعين ومائة، وله سبع وعشرون سنة.

مات في أيامه من الأعلام: إسماعيل بن علية، وغندر، وشقيق البلخيّ الزاهد، وأبو معاوية الضرير، ومؤرج السدوسيّ، وعبدالله بن كثير المقرىء، وأبو نواس الشاعر، وعبدالله بن وهب صاحب مالك، وورش المقرىء، ووكيع، وآخرون.

وقال عليّ بن محمد النوفليّ وغيره: لم يُدْعَ للسفاح، ولا للمنصور، ولا للمهدي، ولا للهادي، ولا للرشيد على المنابر بأوصافهم، ولا كتبت في كتبهم حتى ولي الأمين، فدعي له بالأمين على المنابر، وكتب عنه: من عبدالله محمد الأمين أمير المؤمنين، وكذا قال العسكريّ في الأوائل: أول من دعي له بلقبه على المنابر الأمين.

تاَریخ الخُلفاء

جلال الدین سوطی

Presented by www.ziaraat.com

ترجمہ : اس کے بھائی نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل نہ کیا۔

اس پر مامون نے اسے دس ہزار درہم انعام دینے کا حکم دیا اور اس کی خطا معاف کر دی۔

کہتے ہیں سلیمان بن منصور نے ایک دن امین کو کہا ابونواس نے میری ہجو (توہین) کی ہے۔ اس پر امین نے کہا اسے قتل کر دیجئے کیونکہ اسی نے تو یہ اشعار کہے ہیں:

اَهْدَى الثَّنَاءُ اِنَّ الْاَمِيْنَ مُحَمَّد" مَا بَعْدَهُ بِتَجَارَةٍ مُتَرَبَّصُ

ترجمہ: حقیقت میں خلیفہ اور امین۔ یہی تعریف کے لائق ہیں اور اس کے بعد آنے والے تجارت کے منتظر ہیں۔

صَدَقَ الثَّنَاءُ عَلَى الْاَمِيْنِ مُحَمَّدِ وَمِنَ الثَّنَاءِ تَكَذُّبُ وَتَخَرُّصُ

ترجمہ: بعض تعریفیں جھوٹی اور اٹکل پچو ہوتی ہیں مگر خلیفہ امین کی ثنا صحیح اور درست ہے۔

قَدْ يَنْقُصُ بَدْرُ الْمُنِيْرِ اِذَا اسْتَوٰى وَلَهَاءُ نُوْرِ مُحَمَّدِ مَا يَنْقُصُ

ترجمہ: جب پورا چاند روشن ہو جاتا ہے تو آہستہ آہستہ گھٹتا جاتا ہے۔ مگر خلیفہ محمد امین کا نور اور تازگی اور رونق کبھی کم نہ ہوگی۔

وَاِذَا بَنُو الْمَنْصُوْرِ عُدَّ خِصَالُهُمْ فَمُحَمَّد" يَاقُوْتُهَا الْمُتَخَلِّصُ

ترجمہ: جب منصور کے بیٹوں کی خصلتیں شمار کی جائیں تو محمد خالص یاقوت کی طرح نکلے گا۔

ہاشمی خلیفہ

احمد بن حنبل کہتے ہیں۔ امید ہے خدا تعالیٰ امین کو صرف اس واسطے بخش دے گا کہ اس نے اسمٰعیل بن علیہ کو جبکہ وہ اس کے پاس لایا گیا' کہا اے حرامزادے تم ہی کہتے ہو کلام اللہ مخلوق ہے۔ مسعودی کہتے ہیں۔ اب تک کوئی ہاشمی خلیفہ بطن ہاشمیہ سے علی بن ابی طالب اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور امین کے علاوہ تخت خلافت پر نہیں بیٹھا۔ امین کی والدہ زبیدہ بنت جعفر بن ابو جعفر منصور تھی اور نام اس کا امتہ العزیز تھا اور زبیدہ اس کا لقب تھا۔

سخاوت اور بخل

اسحٰق موصلی کہتے ہیں۔ امین میں بعض خصلتیں ایسی تھیں جو کسی اور خلیفہ میں نہ تھیں۔ وہ نہایت حسین اور اعلیٰ درجہ کا صحیح تھا اور والدین کی طرف سے شریف تھا اور اعلیٰ درجہ کا ادیب اور شعر کا عالم تھا۔ لیکن اس پر لہو و لعب غالب آ گیا تھا اور اس کے باوجود کہ وہ مال لٹانے میں

Presented by www.ziaraat.com

ناصبی ولدالزنا سے بھی بدتر

''عن ابی عبداللّٰہ ان نوحًا ادخل فی السفینۃ الکلب و الخنزیر ولم یدخل فیھا ولدالزنا والناصب اشر من ولدالزنا۔'' ابی عبداللہ سے روایت ہے کہ نوح نے کتے اور خنزیر کو تو اپنی کشتی میں سوار کرلیا لیکن ولدالزنا کو سوار نہیں کیا اور ناصبی تو ولدالزنا سے بھی بدتر ہیں

(جامع الاخبار فصل 128 فی التعصب صفحہ 186۔ فقہ جعفریہ جلد دوم صفحہ :40)

عن علی علیہ السلام قال حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحوم الحمر الاھلیۃ ونکاح المتعۃ

(الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۲، ابواب المتعہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو پالتو گدھے کا گوشت اور نکاح متعہ دونوں کو حرام فرما دیا۔

فقہ جعفریہ

جلد دوم

مندرجات

- کتاب النکاح
- کتاب المتعہ
- کتاب الحدود
- کتاب الحظر والاباحۃ

تالیف، مناظر اسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی

مکتبہ نوریہ حسینیہ بمقابل جامعہ رسولیہ شیرازیہ ہمدرد روڈ بلال گنج لاہور فون ۲۲۷۲۲۸

ناصب (سُنّی) حرام زادے سے بھی زیادہ بُرا ہے

جامع الاخبار:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللهِ اَنَّ نُوحًا اَدْخَلَ فِی السَّفِیْنَةِ الْکَلْبَ وَ الْخِنْزِیْرَ وَلَمْ یُدْخِلْ فِیْهَا وَلَدَ الزِّنَا وَالنَّاصِبُ اَشَدُّ مِنْ وَلَدِ الزِّنَا.

(جامع الاخبار صفحہ نمبر ۱۸۵
الفصل السابع والعشرین
والمائۃ فی التعصب الخ
مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں کتا اور خنزیر تو سوار کرلیا۔ لیکن حرامی کو اوپر نہ چڑھایا۔ ناصب (سُنّی) تو حرام زادے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

marfat.com

علیؑ کا دشمن ولدالزنا

''اسی حوالے سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالب روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں خانہ کعبہ کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے ایک ضعیف العمر شخص کو دیکھا جس کے ابرو بڑھاپے کی شدت کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھوں پر لٹک رہے تھے۔ اس کے ہاتھ میں عصا تھا، سر پر سرخ پگڑی (عمامہ) اور جسم پر اونی کپڑے تھے۔ جناب رسولؐ خدا کے قریب آیا۔ اس وقت جناب رسولؐ خدا کی پشت مبارک کعبہ کی طرف تھی اور آپؐ کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اس بوڑھے نے رسولؐ خدا سے عرض کی یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے اور میرے گناہوں کو بخش دے۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ اے پیر مرد! تیری سعی بیکار اور بے ثمر ہے اور تیرا عمل بھی محض گمراہ کرنے والا ہے۔ اس کے بعد جب وہ بوڑھا واپس چلا گیا تو آنحضورؐ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا! اے ابوالحسن! تو نے اس بوڑھے کو پہچانا؟ میں نے عرض کی۔نہیں! یا رسول اللہ! میں نے اسے نہیں پہچانا! آنحضورؐ نے فرمایا! یا علیؑ! وہ شیطان لعین تھا۔ یہ سن کر علیؑ کہتے ہیں میں اس بوڑھے کے پیچھے بھاگا اور اسے پکڑنے کے بعد اسے اٹھا کر زمین پر پھینکا اور اس کے سینے پر سوار ہو کر جب میں نے اس کا گلا دبانا چاہا تو اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ یا اباالحسنؑ! ایسے نہ کریں! آپؑ جانتے ہیں کہ اس (اللہ) نے مجھے ''یوم معلوم'' تک کی مہلت دی ہوئی ہے۔ یا علیؑ! خدا کی قسم! میں واقعی آپ کو دوست رکھتا ہوں اور آپ کو کوئی دشمن نہیں قرار دیتا مگر سوائے اس کے جس کی ماں (کے ساتھ وقت مجامعت) میں اس کے باپ کے ساتھ میں (شیطان) بھی شریک تھا اور اس طرح وہ (پیدا ہونے والا) ''ولدالزنا'' قرار پایا۔''

(عیون اخبار الرضا۔ جلد اول و دوم۔ مؤلف الشیخ الصدوق ابن بابویہ۔ مترجم سید تبشر الرضا کاظم و منیر الحسن جعفری۔ صفحہ:449)

ترجمہ!

عیونُ اَخبارِ الرِّضاؑ

جلداوّل ودوّم

تالیف

الشیخ الصدوق بن بابویہ

ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین القمی

متوفی سال-۳۸۱ ہجری

رضوان اللہ علیہ

مترجم

سید تبشر الرضا کاظمی (مرحوم)

منیرالحسن جعفری

ملنے کا پتہ: مکتبۃ الرضا 8-بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور-فون: 042-7245166

آدم کو زندگی ملی تا کہ وہ پرانے کو تازہ کے ساتھ کھا سکے۔

(۲۹۶)-----اسی حوالے سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں خانہ کعبہ کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے ایک ضعیف العمر شخص کو دیکھا جس کے ابرو بڑھاپے کی شدت کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھوں پر لٹک رہے تھے۔ اس کے ہاتھ میں عصا تھا، سر پر سرخ پگڑی (عمامہ) اور جسم پر اونی کپڑے تھے۔

جناب رسولخداؐ کے قریب آیا۔ اس وقت جناب رسولخداؐ کی پشت مبارک کعبہ کی طرف تھی اور آپؐ کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔

اس بوڑھے نے رسولخداؐ سے عرض کی یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے اور میرے گناہوں کو بخش دے۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ اے پیر مرد! تیری سعی بیکار اور بے ثمر ہے اور تیرا عمل بھی محض گمراہ کرنے والا ہے۔

اس کے بعد جب وہ بوڑھا واپس چلا گیا تو آنحضورؐ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا! اے ابوالحسن! تو نے اس بوڑھے کو پہچانا؟

میں نے عرض کی۔ نہیں!

یا رسول اللہ! میں نے اسے نہیں پہچانا!

آنحضورؐ نے فرمایا! یا علیؑ! وہ شیطان لعین تھا۔

یہ سن کر علیؑ کہتے ہیں میں اس بوڑھے کے پیچھے بھاگا اور اسے پکڑنے کے بعد اسے اٹھا کر زمین پر پھینکا اور اس کے سینے سوار ہو کر جب میں نے اسکا گلہ دبانا چاہا تو اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ یا ابا الحسنؑ! ایسے نہ کریں! آپؑ جانتے ہیں کہ اس (اللہ) نے مجھے ''یوم معلوم'' تک کی مہلت دی ہوئی ہے۔ یا علیؑ! خدا کی قسم! میں واقعی آپ کو دوست رکھتا ہوں اور آپ کو کوئی دشمن نہیں قرار دیتا مگر سوائے اس کے جس کی ماں (کے ساتھ وقت مجامعت) میں اس کے باپ کے ساتھ میں (شیطان) بھی شریک تھا اور اس طرح وہ (پیدا ہونے والا) ''والد الزنا'' قرار پایا۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ اس کی یہ بات سن کر میں مسکرا دیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا (آزاد کر دیا)۔

(۲۹۷)-----حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ اور محمد بن علی الجوادؑ سے مروی ہے کہ ہم (دونوں) نے مامون الرشید سے اور اس نے ہارون الرشید سے اس نے منصور (دوانقی) سے اور اس نے اپنے باپ اور دادا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی کہ ابن عباس نے معاویہ سے کہا! تمہیں معلوم ہے کہ جناب فاطمہؑ کا اسم گرامی ''فاطمہ'' کیوں رکھا گیا؟ معاویہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم۔ چنانچہ ابن عباس نے کہا اس لئے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور ان کے شیعوں کو آتش جہنم سے جدا رکھا

حرام زادہ کا مطلب مکار لئیم ۔اس پر حد نہیں

’’۔۔۔ہم کہتے ہیں کہ عرف میں اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بھی مراد ہوتا ہے تو اسی واسطے حد نہیں ۔یعنی باعتبار وضع اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر مخصوص نہیں لہٰذا حد نہیں ۔‘‘

(ترجمہ اردو در مختار جلد دوم ۔کتاب الحدود باب التعزیر ۔صفحہ:501)

اردو ترجمہ

دُرِّ مختار

الموسوم بہ

غایۃ الاوطار

جلد دوم

ایچ ایم سعید کمپنی

ادب منزل پاکستان چوک کراچی

واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی یا حرام زادہ معناہ المتولد من الوطی الحرام فیعم حالۃ الحیض لا یقال فی العرف لا یراد ذلک بل یراد ولد الزنا لانا نقول کثیرا ما یراد بہ الخداع اللئیم فلذا لا یحد اور تعزیر دی جائے یا حرام زادہ کہنے سے معنی حرام زادہ کے وہ کہ وطی حرام سے پیدا ہو تو وطی حرام زنا اور حالت حیض دونوں کو شامل ہے فقط زنا نہیں جو حد کا موجب ہو کوئی یہ نہ کہے کہ اس لفظ سے عرف میں یہ معنی حالت حیض کی وطی مراد نہیں ہوتی بلکہ عرف میں حرامزادہ کی لفظ سے ولد الزنا مراد ہوتا ہے اس واسطے کہ ہم کہتے ہیں کہ عرف میں اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بھی مراد ہوتا ہے تو اسی واسطے حد نہیں یعنی باعتبار وضع اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر مخصوص نہیں لہذا حد نہیں فرع مسئلہ خفقہ شارح کا اقر علی نفسہ بالدیاثۃ او عرف بہا لا یقتل ما لم یستحل و یبالغ فی تعزیرہ او یلاعن جواہر فتاوی اقرار کیا ایک شخص نے اپنی ذات کے دیوث ہونیکا یا اس فعل قبیح سے مشہور ہے تو قتل نہ کیا جائے گا جب تک دیوثی کو حلال نہ جانے اور اس کی تعزیر میں شدت اور سختی کی جائے یا وہ شخص اپنی زوجہ سے لعان کرے کذا فی جواہر الفتاوی م مرد اس اقرار سے اپنی زوجہ کا قاذف ہوا تو اس پر تعزیر لازم ہے یا لعان در صورت عدم تکذیب نفس یا حد لازم ہے جب اپنے جھوٹ بولنے کا اقرار کرے اور محصن بھی ہو کذا فی المنح وفیہا فاسق تاب وقال ان رجعت الی ذلک فاشہدوا علیہ انہ رافضی فرجع لا یکون رافضیا بل عاصیا ولو قال ان رجعت فہو کافر فرجع تلزمہ کفارۃ یمین اور اس میں یعنی جواہر الفتاوی میں ہے فاسق نے توبہ کی کسی فعل بد سے اور کہا کہ اگر میں پھر یہ کام کروں تو تم اس پر گواہی دو کہ وہ رافضی ہے سو اس نے پھر وہی فعل کیا تو وہ رافضی نہ ہو جائے گا بلکہ گنہگار ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اگر میں پھر یہ فعل کروں تو وہ کافر ہے سو پھر وہی فعل کیا تو اس پر کفارہ قسم کا لازم ہے اس واسطے تعلیق بالکفر یمین ہے لا یعزر بیا حمار یا خنزیر یا کلب یا تیس یا قرد یا بقر یا حیۃ لظہور کذبہ واستحسن فی الہدایۃ التعزیر لو المخاطب من الاشراف واتبعہ الزیلعی وغیرہ تعزیر نہ دی جائے گی یوں کہنے سے کہ اے گدھے اے سور اے کتے اے بکری اے بندر اے بیل اے سانپ تعزیر نہیں ان الفاظ میں بسبب ظاہر ہونے اس کے جھوٹ کے اور ہدایہ میں تعزیر مستحسن جانی ہے اگر مخاطب اشراف یعنی علما اور سادات سے ہو اور صاحب ہدایہ کے زیلعی وغیرہ تابع ہیں اس استحسان میں یا حجام یا آبلہ یا ابن الحجام وابوہ لیس کذلک واوجب الزیلعی التعزیر فی یا ابن الحجام اور تعزیر نہیں یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام کہنے سے اور مخاطب کا باپ حجام نہیں اور زیلعی نے یا ابن الحجام کہنے میں تعزیر واجب جانی ہے م زیلعی نے کہا کہ یا حجام میں تعزیر نہیں بسبب کذب کے اس واسطے کہ مخاطب کا حجامت کرنا پیشہ نہیں اور یا ابن الحجام میں تعزیر ہے مخاطب کے باپ کے مرجانے سے یعنی سامعین کو شبہ پڑے گا کہ شاید مخاطب کا باپ حجام تھا تو اس کو عیب لاحق ہوا اور صاحب نہر نے اس کو رد کیا ہے کہ مسئلہ مذکورہ مخاطب کے باپ کے موت سے مقید نہیں م حجام وہ ہے جو پچھنے لگا دے اور اسند میں حلاق اور مزین کو یعنی نائی کو حجام بولتے ہیں اور آبلہ وہ جو غافل ہو مطلقا یا شر سے غافل اور احمق وہ جس کو کچھ تمیز نہ ہو کذا فی الطحطاوی یا مواجر لانہ عرفا بمعنی الموجر اور یا مواجر میں تعزیر نہیں اس واسطے کہ عرف میں بمعنی موجر کے ہے م صاحب درر نے کہا کہ مواجر بکسر جیم وہ شخص ہے جو اپنی زوجہ کو زنا کے واسطے اجرت لے کر لیکن ہمارے عرف میں مواجر بمعنی موجر مستعمل ہے یعنی ٹھیکہ کہنے والا اور ٹھیکہ کرنا شرعا عیب نہیں لہذا التعزیر نہیں طحطاوی نے کہا لیکن اگر قائل معنی لغوی کا ارادہ کرے گا تو تعزیر دیا جائیگا اس واسطے کہ وہ مانند دیوث کے ہے یا بغا ہو المابون بالفارسیۃ وفی الملتقط فی عرفنا یعزر فیہما وفی ولد الحرام نہر اور تعزیر نہیں یا بغا کہنے میں اس واسطے کہ عام اس کو بولتے ہیں لیکن معنی اس کے نہیں جانتے کذا فی النہر عن الدرر فارسی زبان میں بغا اس کو کہتے ہیں جو اغلام کرا دے اور ملتقط میں ہے کہ ہمارے عرف میں یا مواجر اور بغا دونوں میں تعزیر ہے اور ولد الحرام میں بھی تعزیر ہے کذا فی النہر م طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق میں عبارت ملتقط سے موجود نہیں بلکہ اس میں یوں ہے کہ لائق یہ ہے کہ یا ولد الحرام میں تعزیر واجب نہ ہو بلکہ اولی ہے حرام زادہ سے انتہی اور مترجم نے بھی نہر الفائق کو دیکھا اس میں ملتقط کی روایت نہیں پائی شاید کسی نسخہ میں ہو واللہ اعلم لغا بفتح موحدہ وغین معجمہ مشددہ اور اس کو باغا بھی کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی وعن البحر والضابط انہ متی نسبہ الی فعل اختیاری محرم شرعا ویعد عارا عرفا یعزر والا لا ابن کمال الفاظ مذکورہ کی تعزیر اور عدم تعزیر کا قاعدہ

Marfat.com

حرام زادہ کا مطلب شریر

''عرض: حضور! مرد کو ''حرام زادہ'' کہنا؟ ارشاد: یہ حدِّ قَذف کا موجب نہیں۔ حرام زادہ کے معنی ''شریر'' کے آتے ہیں۔ (رد المختار، کتاب الحدود، باب حد قذف، ج6،ص79)''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت۔ احمد رضا خان بریلوی صاحب۔ مکمل چار حصے۔ صفحہ:450)

اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت امامِ اہلسنّت شاہ **مولانا احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن کے ارشادات کا مجموعہ

مع تخریج و تسہیل

مسمّٰی بنام تاریخی **الملفوظ** ۱۳۳۸ھ

معروف بہ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ملفوظاتِ اعلیٰحضرت

مکمل 4 حصے

مؤلف: شہزادۂ اعلیٰحضرت تاجدارِ اہلسنّت مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ مولانا

مُحمّد مُصطفٰے رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

مکتبۃ المدینہ
(دعوتِ اسلامی)
SC 1286

المدینۃ العلمیۃ
(دعوتِ اسلامی)

بیٹی کے ساتھ کسی کو بہن کے ساتھ، کسی کو لفظ بڑ کے ساتھ بڑا ہی فحش لفظ ملاتے ہیں۔ یہ بھی مُوجِب حَدِّ قَذف ہے۔ ایسے ہی کسی کو''حرامی'' کہنا، لڑکی کو''حرام زادی'' کہنا۔

حرام زادہ، حرام زادی، کہنا کیسا؟

عرض : حضور! مرد کو''حرام زادہ'' کہنا؟

ارشاد : یہ حدِّ قذف کا مُوجِب نہیں۔ حرام زادہ کے معنیٰ''شریر'' کے آتے ہیں۔

(ردالمحتار، کتاب الحدود، باب حدقذف، ج٦، ص٧٩)

عرض : اگر کوئی حرام زادی کے معنیٰ''شریرہ'' لے تو حَدِّ قَذف کا مُوجِب ہوگا؟

ارشاد : ہوگا کیونکہ یہاں عُرف کا اعتبار ہے۔

عرض : اور اگر اِستِہزاءً (یعنی بطورِ مزاح) کہہ دیا!

ارشاد : جب بھی مُوجِب حَدِّ قَذف ہوگا۔

﴿پھر فرمایا﴾ بلکہ جو بڑ...... کے ساتھ ہے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں سے کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے:''ایک وہ زمانہ آنے والا ہے کہ لوگوں میں ان کی تحیت کی جگہ گالی ہوگی'' میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا سلام کی جگہ گالی بکتے ہوئے۔

توبہ کا طریقہ

عرض : حضور! اگر کسی کو یہ الفاظ کہہ دیے ہیں (تو) ان کی تلافی کیونکر ہوگی؟

ارشاد : اگر اس کے منہ پر کہے ہیں یا اس کو خبر ہوگئی تو اس سے معافی مانگے اور **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) سے توبہ کرے اور اگر منہ پر نہ کہا اور نہ خبر ہوئی تو صرف توبہ کافی ہے۔

ایک حدیث کا مطلب

عرض : حضور یہ بھی کوئی حدیث ہے'' لَایَقُصُّ اِلَّا اَمِیْرٌ اَوْ مَامُوْرٌ اَوْ مُخْتَالٌ''

marfat.com

ناصبی کتے خنزیر

''نواصب رابدترین کلمہ گویان وہمسر کلاب وخنازیر میدانند متمیز نمی شود''

ناصبی بدترین کلمہ گو ہیں اور کتوں اور سؤروں کے برابر ہیں جن سے انہیں الگ نہیں کیا جاسکتا۔

(تحفہ اثناعشری۔شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی۔صفحہ 9)

قل كل يعمل على شاكلته فربكم اعلم بمن هو اهدى سبيلا

الحمد لله علی احسانه که درین ایام فرخنده فرجام کتاب لاجواب اعجاز انتساب فضائل و کرامت نصاب در کشف حال شیعه و بیان اصول ماخذ امامیه و دیگر حالات ایشان مشهور به

تحفه اثنا عشریه

۱۳۰۲

مصنفه عالم با عمل فاضل اکمل حافظ غلام حلیم ابن شیخ قطب الدین احمد ابن شیخ ابو الفیض دهلوی قدس سرهم بتصحیح و تنقیح عالم المعی ماهر لوذعی جناب مولوی احسان الله صاحب فرنگی محلی مد فیضه

در مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکهنو کزین نقش نگارین طبع شد

اگر ده آمده اند و نواصب را بدترین کلمه گویان و همسر کلاب و خنازیر میدانند متمیز نمی شود و فیما بینهما التفرقه نمی کنند
بلکه علمای ایشان که خود را خیلی با خبار سلف و مقالات اہل عالم دانا می انگارند غیر لفظ نواصب را بر شیعهٔ اولی
اطلاق میکنند و نعم ما قیل لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ یُسْتَطَبُّ بِهِ اِلَّا الْحَمَاقَةَ اَعْیَتْ مَنْ یُدَاوِیهَا ہر مرض را ایست دوائی
که علاج کرده شود بان بجز حماقت که عاجز گردد دواکنندهٔ آن بلکه عند التفتیش چنان ظاہر میشود که لفظ نواصب در عرف
شیعه قاطبة مستعمل برای کسی است که مخالف عقیدهٔ ایشان باشد پس غلاة سبیه را نواصب دانند و سبیه
تفضیلیه را و تفضیلیه شیعه اولی را و خوشا حال شیعهٔ اولی که مورد طعن و ملامت جمیع فرق ضاله از شیعه و نواصب گردیده اند
و با ہر همه آنها مخالفت گزیده گویا ایشان را بوراثت جناب مرتضوی مجاہدهٔ کبری و غربت عظمی نصیب شده و اِنَّ
الَّذِیْنَ بَدَءَ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ غَرِیْبًا فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ مصداق حال ایشان و کشف مآل ایشان آمده
والحمد لله و ان شاء الله تعالی درین رساله مکشوف خواہد شد که شیعهٔ اولی عبارت اند از جمیع مہاجرین و انصار که اکثر
آنها در رکاب سعادت مآب جناب مرتضوی بحروب بغاة قیام ورزیده اند و بر تاویل قرآن جنگ کرده اند چنانچه
ہمراه رسول صلی الله علیه وسلم و خلفای ثلثه رض بر تنزیل قرآن جنگ کرده بودند و برخی از آنها بجهت کمال تورع
و احتیاط از قتال اہل کلمه و شرکا قبیله تقاعد [ای قصور کردند ۱۲] کردند و عذر ہا بیان نمودند و همه آن اعذار مقبول جناب
مرتضوی گردید و با این تقاعد در نشر فضائل مرتضوی و تحریث [ترغیب ۱۲] مناقب علوی و تحریض مردم بر محبت
آنجناب و تعظیم آن عالی قباب دقیقه نامرعی نگذاشتند [ای انکار ۱۲] و مصداق آیه لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَی
الْمَرْضٰی وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ
مِنْ سَبِیْلٍ نیست بر ضعیفان و نه بر مریضان و نه بر آنکه نمی یابد نفقه حرج چون خیر خواه باشند خدا و
رسول او را نیست بر نیکوکاران راه الزام آمده اند و نیز معلوم خواہد شد که انصار ان بعیال الرضوان جماعهٔ کثیر
قریب ہشت صد کس در مقاتلهٔ صفین داد جان نثاری دادند و موازی [۳۰۰] سه صد کس بدرجهٔ شهادت رسیدند و از دیگر
صحابه و تابعین ایشان باحسان چه گوید و چه نویسد که چها کردند اما چون ایام خلافت منقضی شده بود و عمر خاتم الخلفا
باخر رسیده انهمه سعی ایشان کارگر نشد غیر از ثواب آخرت و درجات عالیات جنت که احدی الحسنیین است بهره بدست
نیاوردند بعد از حدوث تشیع در زمان امیر المؤمنین و افتراق شیعه بچهار فرقه که یک فرقه از آنها ملقب باہل سنت
و جماعت اند وَهُمُ الشِّیْعَةُ الْاُوْلٰی وَالْمُخْلِصُوْنَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ تشیع را
حدوثهای دیگر ہم ہست و سبب افتراق فرق شیعه همین است که در ہر انقلاب تشیع برنگ دیگر ظهور میکرد و مذہبے
دیگر بوجود می آمد و اکثر این انقلابات نزد شهادت ائمه واقع شده اند تفصیل این اجمال آنکه چون اشقیای شام و عراق
بگفتهٔ یزید پلید و تحریص رئیس اہل عناد ابن زیاد امام ہمام را در کربلا شهید ساختند کیسان نام شخصی که از جیلہای سبط اکبر

اس کتے کے بچے کو۔۔۔

''اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں اولیاء اللہ کے صبر کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے نے رحلت فرمائی۔ لوگوں کو خبر دی گئی۔ حضرت گنج شکر (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ اس کتے کے بچے کو کسی جگہ ڈال دیں۔''

(درالمعارف۔ ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ۔ ترجمہ، مقدمہ، تخریج آیات واحادیث محمد نذیر رانجھا۔ صفحہ:205)

دُرالمعارف

(ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ)

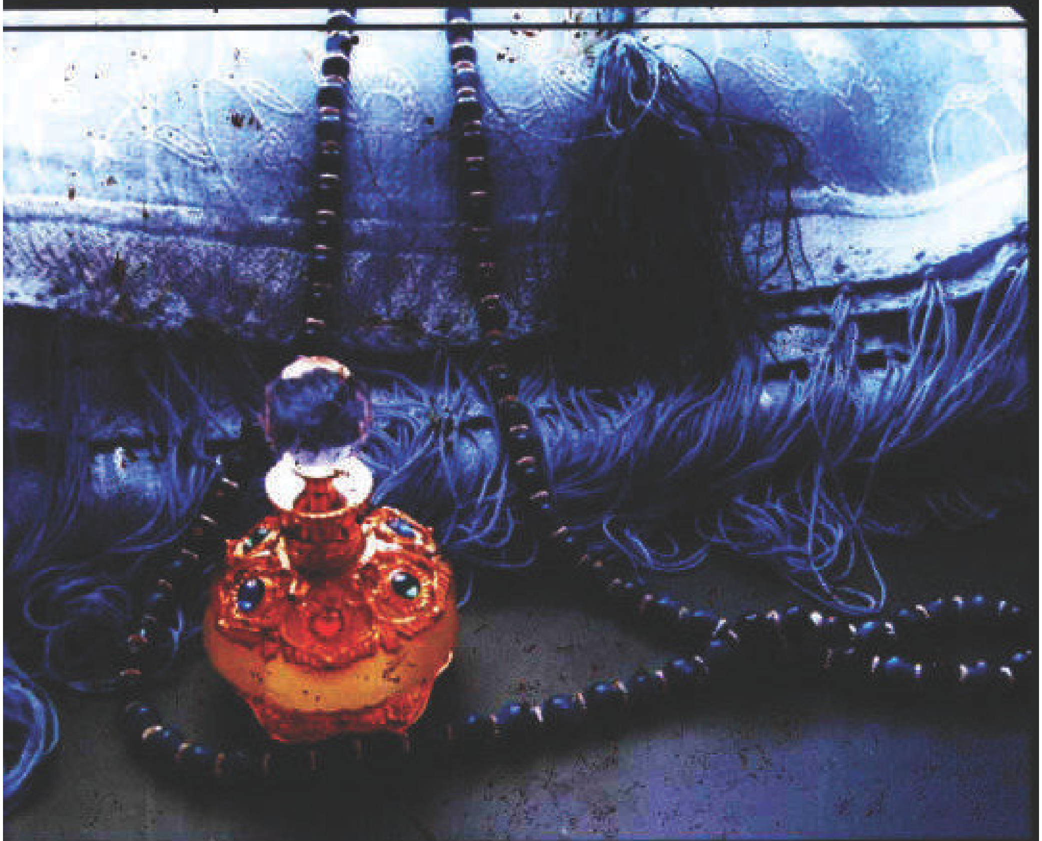

حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ

مترجم: محمد نذیر رانجھا

الفتح پبلی کیشنز

www.maktubah.org

مبارک اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ پیر کا عصا پیر کی جگہ۔ اس کے بعد مکتوبات قدسی آیات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بھی پیر کی جگہ ہیں، اور یہ مصرع پڑھا:

ع گفت انسان پارہ انسان بود

یعنی: کہا کہ انسان انسان کا ٹکڑا ہے۔

اولیاء اللہ کا صبر

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں اولیاء اللہ کے صبر کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے نے رحلت فرمائی۔ لوگوں کو خبر دی گئی۔ حضرت گنج شکر (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ اس کتے کے بچے کو کسی جگہ ڈال دیں۔

اکابرین وحدت الوجود کے احوال

بعد ازاں وحدت الوجود کے اکابرین کے احوال کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا: اس مقام کے مجتہد، کانِ احدیت کے لعل، بحرِ فردیت کے موتی اور گوہرِ طلب کے جوہر (حضرت) محی الدین (ابن) العربی قَدَّسَ سِرَّہٗ ہیں، جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے:

لَا آدَمَ فِي الْكَوْنِ وَلَا اِبْلِيْسُ لَا مُلْكَ سُلَيْمَانَ وَلَا بِلْقِيْسُ

فَـالْكُلُّ عِبَارَةٌ وَّ اَنْتَ الْمَعْنٰى يَـا مَنْ هُوَ لِلْقُلُوْبِ مَغْنَاطِيْسُ

یعنی: جہان میں نہ آدم ہے اور نہ ابلیس، نہ (حضرت) سلیمان (علیہ السّلام) کا ملک ہے اور نہ (حضرت) بلقیس (رضی اللہ عنہا)۔

۞ پس یہ سب عبارت ہیں اور تو معنی ہے، اے وہ ہستی! جو دلوں کے لیے مقناطیس ہے۔

اکثر اولیاء اللہ قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْرَارَہُمْ معرفت کے اسی سمندر کے غوطہ لگانے والے ہیں۔ راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ (حضرت) مولانا روم قَدَّسَ سِرَّہٗ نے فرمایا ہے، شعر:

سجدہ خود را می کند ہر لحظہ او

سجدہ پیش آئینہ است از بہر رو

www.maktabah.org

نمازی ریچھ بندر خنزیر

’’جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو واسطے نماز جمعہ کے جامع مسجد میں تشریف لے جاتے تو عمامہ آنکھوں پر رکھ لیتے۔ شیخ فصیح الدین نامی جو اکثر حضور میں حاضر رہتے تھے انہوں نے عرض کیا حضرت اس کی کیا وجہ ہے جو آپ اس طرح رہتے ہیں۔ آپ نے اپنی کلاہ اتار کر ان کے سر پر رکھ دی، فوراً ہی بے ہوش ہوگئے، جب دیر میں افاقہ ہوا عرض کیا کہ سو سوا سو کی شکل آدمی کی باقی کوئی ریچھ اور کوئی بندر اور کوئی خنزیر کی شکل تھا اور اس وقت مسجد میں پانچ چھ ہزار آدمی تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کس کی طرف دیکھوں۔ اسی باعث نہیں دیکھتا۔‘‘

(مجموعہ کمالاتِ عزیزی۔ مصنفہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ مرتبہ مولوی ظہیر الدین صاحب ولی اللّٰہی ۔صفحہ:21,22)

مجموعہ

کمالاتِ عزیزی

حالات ۔ کرامات ۔ کمالات

عملیات ۔ ارشادات ۔ مجربات

مصنف : حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ؒ

دارالاشاعت اردو بازار کراچی ۱

فون ۲۲۳۱۸۶۱

مگر کارانشہ کس طرف کو ہے؟ میں نے عرض کیا۔ فرمایا کہ دہلی بھی راستے میں آتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، لیکن اگر حکم ہوگا تو میں دہلی کے راستہ جاؤں گا، وہ بھی راستہ ہے، آپ نے فرمایا کہ شاہ عبد العزیزؒ کا نام سنا ہے؟ میں نے کہا ہاں سنا ہے، وہ تو آفتاب ہندوستان ہیں، فرمایا وہ ہمارے پیر بھائی ہیں، پھر اندر چھپر میں جا کر مٹھی میں یہ سات اشرفی لائے اور کہا کہ مولانا صاحب کو ہماری طرف سے دے دینا۔

(۴۱) مفتی الٰہی بخش صاحب فاضل متبحر شاگرد رشید حضرت کے متوطن قصبہ کاندھلہ مقیم سہارنپور نے لکھا کہ جناب مولانا روم علیہ الرحمۃ نے جو دفتر شروع کر کے چھوڑ دیا ہے اور فرمایا کہ میرے بعد ایک شخص ہوگا وہ اس کو تمام کرے گا، میرا ارادہ اس کو تمام کرنے کا ہے اس واسطے عرض رساں ہوں کہ فضل الٰہی سے آپ کی بڑی معلومات ہیں، کہیں یہ قصہ سماعت میں یا نظر سے گزرا ہو ارشاد فرمایئے، حضرت نے اس کے جواب میں دو آیت کلام مجید کی لکھ کر ارشاد فرمایا کہ بوقت شب پڑھ کر خود مولانا روم علیہ الرحمۃ سے دریافت کرو۔ چنانچہ ان کو مولانا صاحبؒ کی زیارت ہوئی، آپ نے فرمایا ہاں وہ شخص تم ہی ہو جو اس کو تمام کرو گے، عصر اور مغرب کے درمیان دوات قلم لے کر حجرہ میں بیٹھا کرو، قصہ باقی ماندہ خود بخود قلم سے لکھا جائے گا، چنانچہ مفتی صاحب نے ساتواں دفتر تصنیف فرمایا۔

(۴۲) دہلی میں مولوی خدا بخش صاحب مرحوم متوطن میرٹھ سے فرمایا کہ میاں خدا بخش آج رات کو سوتے وقت ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور ایک مرتبہ آمن الرسول اور ایک سورۃ اور پڑھ لینا۔ مولوی صاحب پڑھ کر جو سوئے تو خواب میں خوب سیر آسمانوں کی نصیب ہوئی، صبح کو جو حضور میں حاضر ہوئے ارادہ بیان کرنے کا کیا، آپ نے فرمایا کہنا کچھ ضروری نہیں، میں نے اس لیے بتلایا تھا کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

(۴۳) کرنیل اسکنر صاحب کے اولاد نہیں ہوتی تھی، حضرت مولانا صاحب سے کہا کہ آپ دعا فرمایئے کہ اولاد ہو۔ آپ نے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرما دے تو نام اس کا یوسف رکھنا، چنانچہ لڑکا پیدا ہوا، کرنیل صاحب نے جوزف اسکنر نام رکھا، جوزف اور یوسف ایک ہی لفظ ہے صرف زبان کا فرق ہے، یوسف بڑے بیٹے تھے اور مشہور رہتے تھے۔

(۴۴) مرزا بخش اللہ بیگ متوطن سنبھل ضلع مراد آباد، میرٹھ میں ابتداء عملداری سرکار انگریزی سے ڈاکخانہ میں نوکر تھے انہوں نے تحصیل علم عربی مفتی محمد قلی صدر امین میرٹھ سے کہ شیعہ مذہب تھے شروع کی اور انگریزی دانوں سے، مفتی صاحب جو استاد تھے شیعہ مذہب اور مرزا بخش اللہ بیگ اہل سنت و جماعت، باہم ہمیشہ بحث مذہبی ہوتی تھی، مفتی صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ تم اپنے شاہ عبد العزیز صاحب کو لکھو کہ وہ ایسی ترکیب بتا دیں کہ خواب میں اصل حال مذہب کا معلوم ہو جاوے، مرزا صاحب نے عرضی حضور میں لکھی، حضرت نے دو تین آیت کلام مجید کی لکھ کر بھیجیں کہ ان کو پڑھ کر رات کو سو رہو، چنانچہ ایسا ہی کیا۔ مرزا بخش اللہ بیگ نے خواب میں دیکھا کہ ایک میدان ہے اور اس میں بہت سی لاشیں مقتولین کی پڑی ہیں، ایک بزرگ تشریف لائے اور ان کے ساتھ اور بہت آدمی تھے انہوں نے سب لاشوں میں سے ایک لاش نکالی اور جنازہ کی نماز پڑھی، اور مرزا صاحب بھی اس نماز میں شامل ہوئے، بعد نماز مرزا صاحب نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ حضرت زین العابدین علیہ السلام ہیں، جب مرزا صاحب نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ حضرت دین حق کون ہے، حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ تمہارا دین حق نہ ہوتا تو تم ہم میں شامل نہ ہوتے، پھر بیدار ہو گئے۔

مفتی صاحب نے خواب دیکھا کہ میں کوتوالی قدیم شہر میرٹھ کے پاس ہوں اور اژدحام لوگوں کا بہت ہے، اور سنا کہ جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ، شہر میرٹھ کی مسجد میں تشریف رکھتے ہیں، ہر چند مفتی صاحب نے چاہا کہ جاؤں کسی نے وہاں جانے نہ دیا، پھر مرزا صاحب نے استاد سے کہا کہ صاحب حال ظاہر ہو گیا، مفتی صاحب نے جواب دیا کہ یہ خواب و خیال ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

(۴۵) جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو واسطے نماز جمعہ کے جامع مسجد میں تشریف لے جاتے تو عمامہ آنکھوں پر رکھ لیتے، شیخ فصیح الدین نامی جو اکثر حضور میں حاضر رہتے تھے انہوں نے عرض کیا حضرت اس کی کیا وجہ ہے جو آپ اس طرح رہتے ہیں، آپ نے اپنی کلاہ اتار کر ان کے سر پر رکھ دی، فوراً ہی بے ہوش ہو گئے، جب دیر

میں اتفاق ہوا عرض کیا کہ سو سوا سو کی شکل آدمی کی باقی کوئی ریچھ اور کوئی بندر اور کوئی خنزیر کی شکل تھا اور اس وقت مسجد میں پانچ چھ ہزار آدمی تھے، حضرت نے فرمایا کہ میں کس کی طرف دیکھوں۔ اسی باعث نہیں دیکھتا۔

(۲۶) ایک شخص بہ لباس عمدہ وصورت امیرانہ پٹکہ زرین کمر پر باندھے ہوئے عمدہ گھوڑے پر سوار قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ میں بخدمت حضرت عارف معارف میاں اچھے صاحب قدس سرہٗ العزیز حاضر ہوا۔ اور نہایت بیقرار اور مضطر تھا حضرت کے قدموں پر گر کر تڑپنے لگا آپ نے بہ شفقت تمام متوجہ ہو کر اس سے حال پوچھا اس نے عرض کیا کہ ایک ساہوکار متصل میرے مکان کے رہتا ہے اس کی دختر نہایت حسینہ جمیلہ ہے، خورد سالی سے فیما بین میرے اور اس کے محبت پیدا ہوئی کہ مرتبہ عشق کا ہو گیا، پھر اس کی شادی ہوئی اور بالفعل سسرالی اس کے واسطے گونا کرنے کے آئے ہیں اور اس کو لے جائیں گے اس واسطے مضطر ہو کر اور اپنی زندگی سے ناامید ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، حضرتؒ نے اس کی تسلی کی اور فرمایا کہ تم دہلی میں بحضور شاہ عبدالعزیز صاحب کے جاؤ اور کچھ مت کہو چند آدمی واسطے پیشوائی کے تم کو دہلی سے اس طرف ملیں گے، آخرش وہ شخص دہلی گیا، مقام شاہدرہ میں کئی آدمی بطور پیشوائی کے ملے اور حضور میں مولانا صاحب کے لے گئے، حضرت شفقت سے اس کے حال پر متوجہ ہوئے اور ایک شخص کو فرمایا کہ فلانے ساہوکار کو ہمارا سلام کہو، وہ ساہوکار حاضر ہوا آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا داماد اور سمدھی کہاں ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ میں حاضر ہیں، آپ نے فرمایا کہ ان کو لے آؤ، وہ جا کر ان کو لے آیا، حضرت ان تینوں کو ہمراہ لے کر کوٹھڑی میں تشریف لے گئے، تھوڑی دیر میں باہر نکلے وہ تینوں ہنستے ہوئے چلے گئے اور تھوڑی دیر میں لڑکی کو پالکی میں سوار کر کے لے آئے اور عرض کیا کہ حضرت یہ لونڈی آپ کی ہے جو چاہو سو کرو۔ آپ نے اس کو مسلمان کیا اور نماز پڑھوائی بعد اس کے نکاح دونوں کا کر دیا۔

(۲۷) ایک شخص دہلی میں وارد ہو کر لب دریائے جمن ٹھیرے اور بولتے نہیں تھے حضرت مولانا صاحب تشریف لے گئے اس شخص نے حضرت کی تعظیم کی اور حال اپنا اس طور پر بیان کیا کہ ہم دو شخص تھے آپس میں محبت رکھتے تھے اور بہت سے ملکوں کی سیر کی ایک دفعہ دوست

میرا بیمار ہو گیا، اور قضا کی، جب ہم اس کو دفن کرنے لگے تو ایک کٹار پانچ سو روپے کی قیمت کی میری کمر میں تھی، وہ نکال کر قبر میں رکھ دی اور وہیں بھول گیا، بعدہٗ جب آدمی چلے گئے تو مجھ کو وہ کٹار یاد آئی اور بڑا افسوس اس کا ہوا، رات کے وقت میں نے جا کر قبر کھودی دیکھا کٹار بدستور رکھی ہے لیکن وہ مردہ قبر میں نہیں ہے، حیران ہوا، ایک کھڑکی نظر آئی اندر گیا، دیکھا کہ باغ ہے اور وہ شخص یعنی دوست میرے وہاں بیٹھے ہیں اور کلام مجید پڑھتے ہیں، وہ مجھ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ تم باغ کی سیر کرو، میں سیر کرنے لگا، پھر بیرون باغ بفاصلہ بعید دیکھا کہ بہت بڑے کڑھاؤ چڑھے ہیں اور لوگوں کو پکڑ کر ان میں ڈالتے ہیں، ایک شخص نے میرا ہاتھ زور سے پکڑا کہ اب تک اس کی انگلیوں کے نشان موجود ہیں اور کہا تو نے مجھ سے فلاں چیز چار پیسے میں مول لی تھی، وہ میری دے، میں نے کہا میرے پاس پیسے نہیں، یہ کٹار پانسو روپے کی ہے یہ تو لے لے، اس نے جواب دیا کہ اس کو میں کیا کروں گا، غرض بہت بحث رہی، اس عرصہ میں وہی شخص فوت شدہ تلاش کرتے کرتے وہاں آن پہنچے۔ انہوں نے کہا یہ میرے مہمان ہیں زندہ ہیں، میری ملاقات کو آگئے ہیں بڑی مشکل سے انہوں نے چھڑوایا جب سے میں چار پیسے مانگتا ہوں اور وحشت مزاج پر آگئی ہے، حضرت نے پانی پر دم کر کے ان کو پلایا اور وحشت ان کی دور ہو گئی، پھر ان کو اپنے ساتھ لے آئے، وہ شخص تا مدت عمر خدمت میں حاضر رہے۔

(۲۸) ایک شخص متوطن آذربائیجان جو ملک عرب میں ہے جناب مولانا صاحب کی خدمت میں آئے اور بیٹا بھی ان کے ساتھ تھا حضرت نے فرمایا اپنے بیٹے کو اگر چندے میرے پاس چھوڑ دو تو اچھا ہے، اس نے قبول کیا اور لڑکے کو چھوڑ کر چلا گیا، یہ لڑکا علم تحصیل کر کے ہوشیار ہوا ایک روز عرض کیا کہ میں نے کچھ بات نہیں دیکھی، حضرت نے فرمایا کہ اچھا تم آٹھ روز تک سورۃ اِنّا فتحنا شریف اس ترکیب سے پڑھو نویں دن جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اس طالب علم نے آٹھ روز پڑھ کر نویں دن جنگل کا راستہ لیا، طرح طرح کے جنگل اور دریا پیش آئے، ایک جنگل میں گیا، وہاں ایک بھیڑیا اس کی طرف آیا اور آٹھ وار اس پر کئے آخرش اس کو چھری اپنے باپ کی کمر میں موجود تھی یاد آئی، نکال کر بھیڑیئے کے ماری، چھری زخم میں رہی، بھیڑیا بھاگ گیا پھر یہ شخص ایک جنگل

بازار میں سب انسان کتے بلے خنزیر

''حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بازار سے گزر رہے تھے آپ نے دیکھا کہ ایک صاحب نظر بزرگ بازار سے گزر رہے تھے۔ ان کے چہرے کی نورانیت بتاتی تھی کہ وہ صاحب نظر ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے قریب ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا اور فرمایا کہ ''احمد علی! انسان کہاں بستے ہیں؟'' کہنے لگے کہ میں گھبرا گیا کہ حضرت نے کیسا سوال پوچھا ہے۔ میں نے کہا حضرت! یہ سب انسان ہی تو ہیں۔ انہوں نے بڑے اجنبیت کی سی نظر لوگوں پر ڈالی اور حسرت بھرے لہجے میں فرمایا یہ سب انسان ہیں؟ ان کی بات میں ایسی تاثیر تھی کہ یہ سن کر میرے دل کی کیفیت بدل گئی اور میں نے تھوڑی دیر کے لئے بازار پر نظر ڈالی تو مجھے پورا بازار کتے، بلے اور خنزیروں سے بھرا ہوا نظر آیا۔ جب میری وہ کیفیت ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ بزرگ غائب ہو چکے تھے۔ حضرت یہ واقعہ درس قرآن میں خود سنایا کرتے تھے۔''

(سکون قلب۔ از افادات اشرف علی تھانوی، محمد طیّب قاسمی، محمد عبدالحئ عارفی۔ صفحہ:359)

دنیا و آخرت کی انمول دولت
تسکینِ قلب کیلئے ایک مفید کتاب

سکونِ قلب

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

حکیم الاسلام حضرۃ مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ

عارف باللہ حضرۃ ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی رحمہ اللہ

مکتبہ انعامیہ

دوسری غلطی:

دوسری غلطی یہ ہے کہ انسان نے روحانیت کی بجائے مادے کو اپنی محنت کا میدان بنالیا ہے۔ مغرب کی دنیا میں آج مادے پر اتنی محنت ہورہی ہے کہ انسان سن کر حیران رہ جاتا ہے۔

گملے میں بڑ کا درخت:

جاپان میں ایک گملے میں بڑ کا درخت اگایا گیا۔ جس کی عمر اب ایک سو سال سے زیادہ ہوچکی ہے اب اس کو دیکھیں تو ظاہراً اس کی حالت ایسی ہی ہے جیسے ایک سو سال پرانے درخت کی ہوتی ہے مگر اس کا سائز دواڑھائی فٹ کی قریب ہے۔ ایک سو سال تک بڑ کے درخت کو گملے میں اگائے رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ مادے پر محنت کرنا کا نتیجہ ہے۔

تسخیر کائنات:

انسان تو خلا میں Black Holes (بلیک ہولز) بھی دریافت کر چکا ہے جو شہاب ثاقب کو اپنا ایک ہی لقمہ بنا لیتے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اب تو ہم مریخ پر جارہے ہیں اور واقعی آپ آئندہ چند سالوں میں سنیں گے کہ انسان نے مریخ پر قدم نکالیا ہے۔ اس کے بعد وہ نئی سے نئی دنیائیں دریافت کرنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود تسخیر کائنات کا درس دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ ''سخر لکم'' تمہارے لئے مسخر کردیا گیا ہے۔ ''ما فی السموٰت وما فی الارض '' (الجاثیہ۔۱۳) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے یہ سورج چاند ستارے ثریا اور کہکشائیں آسمان اور زمین کے درمیان ہی تو ہیں جن کی طرف انسان پیش قدمی کرچکا ہے لیکن افسوس کہ انسان نے فقط انہی مادی چیزوں کو اپنی محنت کا میدان بنالیا ہے اور روحانیت کے درس کو بھول گیا ہے۔

تیسری غلطی:

تیسری غلطی یہ ہے کہ انسان نے اپنے من کو چھوڑ کر اپنی تن کو محنت کا میدان بنالیا ہے آج ہمیں جتنی فکر اپنے ظاہر کی ہے اس سے زیادہ اپنے باطن کو سنوارنے کی فکر ہونی چاہئے ہمارے چہرے پر ذراسی کوئی چیز لگی ہوئی ہو تو ہم لوگوں میں جانا پسند نہیں کرتے لیکن دل پر میل چڑھی ہوئی ہوتی ہے اور ہم

اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ جاتے ہیں۔ ہمیں پرواہ ہی نہیں ہوتی کہ وہ مالک الملک ہمیں کیا کہے گا۔ جس چہرے کو دنیا دیکھتی ہے اس چہرے کو سنوارنے کے لئے ہم دن میں کئی مرتبہ آئینہ دیکھتے ہیں اور جس چہرے کو اس مالک الملک نے دیکھنا ہوتا ہے اس کو آئینے میں ایک دفعہ بھی نہیں دیکھتے۔

منہ دیکھ لیا آئینے میں پر داغ نہ دیکھے سینے میں
جی ایسا لگایا جینے میں مرنے کو مسلمان بھول گئے

ہمیں دل کے آئینے کو چمکانے کی ضرورت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو اور شکل وصورت کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ وہ تو تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں۔'' اس لئے وہ چہرہ جو دنیا دیکھتی ہے اس کو دن میں اگر کئی مرتبہ دیکھتے ہیں تو جس چہرے کو ہمارا پروردگار دیکھتا ہے ہم اس چہرے کو بھی اپنے ضمیر کے آئینے میں تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ کر دیکھا کریں کہ یہ انسانوں والا چہرہ ہے یا حیوانوں والا۔

بھرے بازار میں کتے، بلے اور خنزیر:

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بازار سے گزر رہے تھے آپ نے دیکھا کہ ایک صاحب نظر بزرگ بازار سے گزر رہے تھے۔ ان کے چہرے کی نورانیت بتاتی تھی کہ وہ صاحب نظر ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے قریب ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا اور فرمایا کہ ''احمد علی! انسان کہاں بستے ہیں؟'' کہنے لگے کہ میں گھبرا گیا کہ حضرت نے کیسا سوال پوچھا ہے۔ میں نے کہا حضرت! یہ سب انسان ہی تو ہیں۔ انہوں نے بڑے اجنبیت کی سی نظر لوگوں پر ڈالی اور حسرت بھرے لہجے میں فرمایا یہ سب انسان ہیں؟ ان کی بات میں ایسی تاثیر تھی کہ یہ سن کر میرے دل کی کیفیت بدل گئی اور میں نے تھوڑی دیر کے لئے بازار پر نظر ڈالی تو مجھے پورا بازار کتے، بلے اور خنزیروں سے بھرا ہوا نظر آیا جب میری وہ کیفیت ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ بزرگ غائب ہوچکے تھے۔

حضرت یہ واقعہ درس قرآن میں خود سنایا کرتے تھے۔

دنیا آج تحقیقات میں پڑی ہوئی ہے لیکن اسے اپنے اندر کی تحقیق کا پتہ نہیں۔ اس لئے صبح اٹھتے ہیں تو جتنی فکر اخبار پڑھنے کی ہوتی ہے اتنی مراقبہ کرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ دنیا جہاں کی خبریں معلوم کرنے کا شوق تو ہوتا ہے مگر اپنے اندر کی دنیا کو دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا کو قمقموں سے روشن کرنے والا انسان آج اپنے من میں اندھیرا لئے پھرتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا ہی اچھی بات کہی۔

رافضی خنازیر

''شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ میں ان میں سے ایک کو ملا جس کا کشف تمام سال باقی رہتا تھا اور اُس پر روافض کا حال کشف ہوتا تھا۔ روافض اُس کو خنازیر کی صورت میں نظر آتے تھے۔ اگر اُن میں سے کوئی اُن کے سامنے بہ صدق دل توبہ کرتا تو وہ انسانی صورت میں نظر آنے لگتا۔ اور اگر صرف زبان سے جھوٹی توبہ کرتا تو وہ خنزیر ہی کی شکل میں رہتا۔ اور یہ اُس شخص کو بتا دیتا کہ تیرا توبہ کا دعویٰ جھوٹا ہے۔''

(ملفوظات مہریہ صفحہ۔ 56)

فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه

میرے اُن بندوں کو خوش خبری سنا دو جو بات سن کر بہتر کی پیروی کرتے ہیں

مقالاتِ مرضیّہ

المعروف بہ

ملفوظاتِ مہریہ قدس اللّٰہ سرہ العزیز

یعنی حضرت عالم ربّانی عارفِ لاثانی سیدنا و مولانا

قبلۂ عالم خواجہ سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ حسنی گیلانی کے ملفوظات مبارکہ

بایمأ

حضرت سیّد پیر غلام محی الدّین شاہ صاحب قدس سرہٗ

باہتمام

جناب سیّد پیر غلام معین الدّین شاہ صاحب و سیّد پیر شاہ عبد الحق شاہ صاحب مدظلّہما العالی

خُود بھی نہیں جانتا۔ اور وُہ سعید اَشقی کو اُس کے نقشِ قدم سے جان جاتے ہیں۔
اور گاہے رجبیون کوا۔ ن کہتے ہیں۔ اور وُہ عدد میں چالیس ۴۰ ہیں۔ نہ اس سے زائد ہوتے ہیں نہ کم۔ رجبیون کہلانے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وُہ ماہ رجب میں اپنے مقام پر قائم ہوتے ہیں اور باقی سال گشت کرتے رہتے ہیں جب ماہ رجب آتا ہے تو ان پر پہلے روز اتنا بھاری بوجھ مسلط اور غالب ہوتا ہے کہ اُنگلی ہلانے کی طاقت بھی نہیں رہتی۔ دُوسرے روز یہ بوجھ کسی قدر کم ہوتا ہے۔ اور تیسرے روز بالکل اُتر جاتا ہے۔ اور ان پر تمام ماہ رجب میں کشف وارد ہوتا ہے جو بعض کی صُورت میں تمام سال باقی رہتا ہے۔
شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ میں اُن میں سے ایک کو ملا جس کا کشف تمام سال باقی رہتا تھا اور اُس پر روافض کا حال کشف ہوتا تھا روافض اُس کو خنازیر کی صُورت میں نظر آتے تھے۔ اگر اُن میں سے کوئی اُن کے سامنے بصدقِ دل توبہ کرتا تو وُہ انسانی صُورت میں نظر آنے لگتا۔ اور اگر صرف زبان سے جھُوٹی توبہ کرتا تو وُہ خنزیر ہی کی شکل میں رہتا۔ اور یہ اُس شخص کو بتا دیتا کہ تیرا توبہ کا دعوےٰ جھُوٹا ہے۔

ملفُوظ۔ ۵۴

ایک روز ایک بخاری صاحب نے سُورۂ یٰسین شریف و چہل کاف شریف کے ورد کی اجازت طلب کی حضُور اقدسؒ نے ترتیب ذیل سے پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ سُورۂ یٰسین شریف سات بار یومیہ۔ اس طرح کہ پہلی مُبین تک سات دفعہ تکرار۔ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمٍ ۱۴ بار۔ اور آیۃ اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ آخر سُورت تک ۳ بار۔ چہل کاف گیارہ بار یومیہ قبل از ورد چلہ کے واسطے ۴۱ بار یومیہ چالیس دن پڑھے۔ بعدہٗ یومیہ گیارہ مرتبہ۔ گوشت وغیرہ اور اشیا ثقیلہ کا استعمال ترک [illegible] اور روزے رکھے۔
اور ایک دن ورد سُورۂ مزمل شریف کی اجازت بہ ترتیب ذیل فرمائی۔ بعد نماز صبح ۳ بار بہ تکرار آیت رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا ۳ بار۔ بعد ختم یا وکیل ۶۶ مرتبہ۔
ایک دن حافظ شیرازیؒ کا شعر ذیل زبانِ دُرفشاں سے سُنا گیا:-

بوَد کہ یار نہ پُرسد ز راہِ خُلقِ کریم … کہ از سوال مُلولیم و از جواب خجل
اُمید ہے کہ یار ازراہ خلق کریمانہ پرسش نہیں … کیونکہ اُس کے سوال سے ہم ملول ہونگے اور اپنے جواب سے شرمند

ملفُوظ۔ ۵۵

ایک روز بعد نماز مغرب حجرۂ مُبارک میں جہاں حضُور انورؒ بذاتہ رونق افروز ہوتے تھے حالتِ جذب اور شوق میں گریہ و گداز سے مثنوی شریف کے اشعار ذیل آپ کی زبانِ مُبارک سے سُنے گئے۔ جو طالبانِ حق کے افادہ کے لیے درج ہیں۔ لیکن جو کیفیت دیکھنے اور سُننے میں آئی احاطۂ تحریر میں لانی ناممکن ہے۔ کیونکہ حضُور اقدسؒ گاہے بشوق تمام جہر فرماتے تھے۔ اور گاہے بذوق حالا کلام اشعار پڑھتے تھے اور گاہے جذبات میں محو ہو جاتے تھے۔ اس واقعہ کے شاہد حال برادرم منشی عبدالجبار صاحب وغیرہ ہیں۔ اشعار:-

چُوں تو ذاتِ پیر را کردی قبُول … ہم خُدا در ذاتش آمد ہم رسُولؐ
پیر کو جب کر لیا تُو نے قبُول … آگیا اُس میں خدا بھی اور رسُولؐ
گر جُدا بینی زحق تو خواجہ را … گُم کُنی ہم متن و ہم دیباچہ را
گر جُدا دیکھے تُو حق کو خواجہ سے … متن و دیباچہ تُو دونوں گُم کرے

حشرات الارض والی جگہ یا حشرات الارض کی طرح!

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ آپؑ نے نبی اکرم ﷺ کے متعلق توہین آمیز الفاظ استعمال کیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حشرات الارض کی نجاست کی جگہ میں چھپایا۔ سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ نبی اکرم ﷺ کا مسیحؑ سے تقابل کرتے ہوئے یہ فرمار ہے ہیں کہ مصیبت کے وقت مسیحؑ کو آسمان پر لے جانے کا عقیدہ رکھنا اور نبی اکرم ﷺ کو غارِ ثور میں چھپانا مسیحؑ کی نبی اکرم ﷺ پر فضیلت ثابت کرنے کے مترادف ہے۔

''ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح کو اتنی بڑی خصوصیت آسمان پر زندہ چڑھنے اور اتنی مدت تک زندہ رہنے اور پھر دوبارہ اترنے کی جو دی گئی ہے اس کے ہر یک پہلو سے ہمارے نبی ﷺ کی توہین ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک بڑا تعلق جس کا کچھ حد وحساب نہیں حضرت مسیح سے ہی ثابت ہوتا ہے مثلاً آنحضرت ﷺ کی سو برس تک بھی عمر نہ پہنچی مگر حضرت مسیح اب قریباً دو ہزار برس سے زندہ موجود ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے چھپانے کے لئے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ تھی مگر حضرت مسیح کو آسمان پر جو بہشت کی جگہ اور فرشتوں کی ہمسائیگی کا مکان ہے بلا لیا۔ اب بتلاؤ محبت کس سے زیادہ کی؟ عزت کس کی زیادہ کی؟ قرب کا مکان کس کو دیا اور پھر دوبارہ آنے کا شرف کس کو بخشا۔'' (تحفہ گولڑویہ۔ صفحہ:70۔ روحانی خزائن جلد 17۔ صفحہ 205)

اور تم میں سے بھی بہتوں میں یہ مادہ موجود ہے۔ پس خبردار رہو اور دُعا میں مشغول رہو تا ﴿۷۱﴾
ٹھوکر نہ کھاؤ۔ اور اس آیت کا دوسرا فقرہ جو الضالین ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ہمیں اے
ہمارے پروردگار اس بات سے بھی بچا کہ ہم عیسائی بن جائیں یہ اس بات کی طرف اشارہ ﴿۷۲﴾

بقیہ حاشیہ

ملا ہوا ہے کہ گویا اُن رُوحوں میں ایک رُوح ہے اور پھر دنیوی زندگی میں بھی کچھ فتور نہیں۔ اِس جہان میں بھی ہے اور اُس جہان میں بھی گویا دونوں طرف اپنے دو پیر پھیلا رکھے ہیں☆ ایک پیر دنیا میں اور دوسرا پیر فوت شدہ رُوحوں میں۔ اور دنیوی زندگی بھی عجیب کہ باوجود اس قدر امتداد مدت کے کھانے پینے کی محتاج نہیں اور نیند سے بھی فارغ ہے اور پھر آخری زمانہ میں بڑے کر و فر اور جلالی فرشتوں کے ساتھ آسمان پر سے اُترے گا۔ اور گو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج ﴿۷۰﴾ کی رات میں نہ چڑھنا دیکھا گیا اور نہ اترنا مگر حضرت مسیح کا اُترنا دیکھا جائے گا۔ تمام مولویوں کے روبرو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اُترے گا۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ مسیح نے وہ کام دکھلائے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم باوجود اصرار مخالفوں کے دکھلا نہ سکے۔ بار بار قرآنی اعجاز کا ہی حوالہ دیا۔ بقول تمہارے مسیح سچ مچ مُردوں کو زندہ کرتا رہا۔ شہر کے لاکھوں انسان ہزاروں برسوں کے مرے ہوئے زندہ کر ڈالے۔ ایک دفعہ شہر کا شہر زندہ کر دیا مگر

☆ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح کو اتنی بڑی خصوصیت آسمان پر زندہ چڑھنے اور اتنی مدت تک زندہ رہنے اور پھر دوبارہ اُترنے کی جو دی گئی ہے اس کے ہر یک پہلو سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک بڑا تعلق جس کا کچھ حد و حساب نہیں حضرت مسیح سے ہی ثابت ہوتا ہے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سَوبرس تک بھی عمر نہ پہنچی مگر حضرت مسیح اب قریباً دو ہزار برس سے زندہ موجود ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھپانے کے لئے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ تھی مگر حضرت مسیح کو آسمان پر جو بہشت کی جگہ اور فرشتوں کی ہمسائیگی کا مکان ہے بلا لیا۔ اب بتلاؤ محبت کس سے زیادہ کی؟ عزت کس کی زیادہ کی؟ قرب کا مکان کس کو دیا اور پھر دوبارہ آنے کا شرف کس کو بخشا؟ منہ

بعض بدبخت یہ الزام لگاتے ہیں کہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارک کو ان کے چھپنے کی جگہ قرار دے کر، نعوذ باللہ، اسے حشرات الارض کی نجاست کی جگہ کہہ رہے ہیں۔ لیکن ان کے ایک مسلّمہ بزرگ نبی اکرم ﷺ کے غار ثور میں داخل ہونے کو حشرات الارض کی طرح داخل ہونا کہہ رہے ہیں۔

''سبحان اللہ ایک وقت وہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کو آیاتِ کبریٰ دکھانے کے لئے عرش اعلیٰ پر لے جایا گیا اور ایک روز ایسا بھی آیا کہ کفار کے خوف سے حشرات الارض کی مانند غار میں داخل کیا گیا۔''

(مدارج النبوت از شیخ عبدالحق محدّث دہلوی۔ ترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی۔ جلد دوم صفحہ 89)

مدارج النبوت

جلد دوم

تصنیف

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

علامہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز

۴۰۔ اُردو بازار۔ زبیدہ سنٹر ○ لاہور

Presented by www.ziaraat.com

روز ہوتے ہیں اور اگر یہ پنجشنبہ دوسرے ہفتہ کا ہے تو بارہ اور تیری روز بنتے ہیں (واللہ اعلم) اور روز صحیح، تین شبانہ روز مشہور ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ان کے حالات جو دیکھتے اور سنتے وہ سب رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیتے تھے۔ اور عامر بن فہیرہ (بضم فاو فتح ھاو سکون یا) جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے غلام تھے اس جگہ بکریاں چرانے لاتے اور روزانہ رات کو دودھ دے جاتے اور اسی دودھ سے رات کا کھانا ہوتا۔ راقم السطور کا خیال ہے کہ اس غار کا دہانہ اس طرح واقع ہو کہ اس میں داخل ہونا یا کسی چیز کا اندر پہنچانا ممکن وآسان ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آتا ہے لیکن وہاں سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ چونکہ وہاں مکڑی نے جالا تن رکھا تھا اور کبوتر نے انڈے دے رکھے تھے اور درخت نے آڑ کر رکھی تھی۔ لہٰذا ان راتوں میں وضو اور استنجے کیلئے نکلنے کی کیا صورت ہوگی یا تو احتیاج کی بناء پر ان کا وقوع نہیں ہوا ہوگا۔ یا خروج بطریق معجزہ ہوگا۔

اس وقت غار ثور کا دہانہ کچھ کشادہ ہے کہ اس سے باآسانی باہر نکلتے ہیں ممکن ہے کہ لوگوں کی آسانی کیلئے بعد میں کشادہ کر دیا گیا ہو۔ یا جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے کے وقت جبریل علیہ السلام نے پر مار کر اس کا دہانہ کشادہ کر دیا تھا۔ لیکن اس روایت کے بارے میں ارباب حدیث اور شراح حدیث میں سے کسی کو ایسا نہیں پایا جس نے اس میں جرح کی ہو۔ اور یہ مصنف (اور مترجم) جب اس غار شریف کی زیارت سے مشرف ہوا تو ہم میں سے ایک شخص موٹا فربہ تومند جس کا سینہ چوڑا تھا اس سے کہا گیا کہ پہلے تم داخل ہو تو وہ بسم اللہ کہہ کر درود پڑھتا ہوا بے تکلف اور بے تحاشا داخل ہو گیا۔ اس وقت اس فقیر کے بے اختیار بلند آواز سے چیخ نکل گئی اللہ، اللہ، سبحان اللہ ایک وقت وہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آیات کبریٰ دکھانے کیلئے عرش اعلیٰ پر لیجایا گیا اور ایک روز ایسا بھی آیا کہ کفار کے خوف سے حشرات الارض کی مانند غار میں داخل کیا گیا۔ معاً اسی وقت یہ خیال پیدا ہوا کہ شہود میں کوئی فرق و تفاوت نہیں ہے وہاں بھی شہود تھا جبکہ عرش اعلیٰ پر لیجایا گیا اور یہاں بھی بغیر فرق و امتیاز کے شہود تھا۔ اگر کچھ فرق تھا تو کشف صفات میں تھا شہود ذات ایک ہی ہے۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم دمے بر پشت پائے خود نہ بینم

(واللہ اعلم) رات کو اسی غار میں شب باشی کی گئی۔ اور کچھ دنوں بعد ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام کی زیارت کی غرض سے صبح سے شام تک دعا اور درود وسلام میں گزاری (واللہ المجیب)

غار ثور سے مدینہ منورہ کی طرف کوچ فرمانا

وصل: جب غار ثور میں تین راتیں گزر گئیں تو تیسری رات کی صبح کے وقت عبداللہ بن اریقط جسے راہبری کے طور پر اجرت میں لیا تھا۔ دونوں اونٹوں کو لے کر غار کے قریب آ گیا۔ اور اس نے دونوں اونٹ پیش کیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر رضی اللہ عنہ بن فہیرہ بھی آ گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ پر جس کا نام جدعا (یا قصواء) تھا سوار ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا رویف بنایا اور دوسرے اونٹ پر عبداللہ رضی اللہ عنہ اور عامر رضی اللہ عنہ سوار ہو گئے۔ اور ساحلی راستہ اختیار کیا۔ یعنی سمندر کے کنارے کنارے سفر شروع کر دیا۔ اس دن اور پھر تمام رات برابر چلتے رہے۔ دوسرے دن جب آفتاب کی تمازت بڑھی اور دھوپ میں گرمی پیدا ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیلولہ یعنی آرام کرنے کیلئے سایہ دار جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ انہوں نے ایک پتھر دیکھا جو سایہ دار تھا اور ہموار جگہ تھی صاف کر کے اپنے ساتھ کی پوستین یعنی چمڑے کا بستر بچھا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تکیہ لگا کر آرام فرمایا۔ اور سو گئے اس بیابان میں ایک جوان بکریاں چرا رہا تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے

Presented by www.ziaraat.com

دورِ حاضر کے علماء کی تحریروں میں سخت الفاظ

مخالفینِ احمدیت سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سخت کلامی کا الزام لگاتے ہیں لیکن خود ان کا اپنا یہ حال ہے کہ اپنے ہی علماء کے خلاف گالیوں اور سخت الفاظ پر مشتمل زبان استعمال کرتے ہیں اور اسے دین کی خدمت گردانتے ہیں۔ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے چند حوالہ جات بمصداق مشتے از نمونہ خروارے!

چھوٹا گدھا بڑا گدھا

''نماز باجماعت میں امام کی تابعداری کے بارہ میں بہت تاکید آئی ہے اور امام مسجد کی تابعداری کی بجائے مخالفت کرنے والا چھوٹا گدھا اور امام اعظم کی مخالفت کرنے والا بڑا گدھا۔ اور امام کی مخالفت کرنے والے غیر مقلد کو گدھا، کتا، خنزیر تک کہا گیا ہے۔ ہاں اتنا فرق ہوگا کہ ایک مسجد کے امام کی مخالفت کرنے والا چھوٹا گدھا ہوگا اور امام اعظم کی مخالفت کرنے والا بڑا گدھا ہوگا۔''

(انوارِاتِ صفدر۔ محمود عالم صفدر اوکاڑوی صفحہ 23)

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

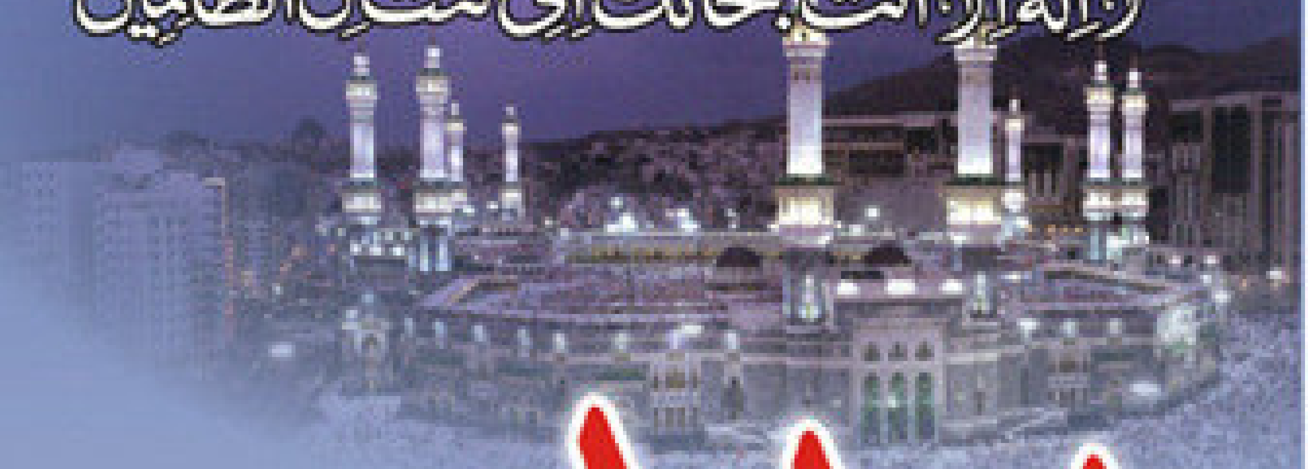

انوارِ صفدر

از قلم: حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

ناشر: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

غیر مقلدین کے اعتراض کا دندان شکن جواب:

عام طور پر غیر مقلدین اس قسم کے سوالات کیا کرتے ہیں کہ قرآن میں دکھاؤ کہ خاص ابو حنیفہؒ کی تقلید واجب ہے۔ آپ ان سے پوچھیں کہ پہلا نمبر قرآن کا ہے تو پہلے ساتوں قاریوں کے نام آپ قرآن سے دکھائیں کہ قاری حفص کی قرآت پر قرآن جائز ہے؟۔

دوسرا نمبر حدیث کا ہے اس لئے آپ حدیث میں دکھائیں کہ بخاری **اصح الکتب بعد کتاب اللہ** ہے۔ سنن اربعہ دوسرے درجہ کی کتابیں ہیں، اور حدیث کی باقی کتابیں تیسرے درجہ کی ہیں۔ اصل مسئلہ یوں ہے کہ جس طرح قرآن کریم میں حکم ہے کہ مؤمن نماز پڑھے، لیکن قیامت تک آنے والے مومنوں کا نام درج نہیں۔ اب یہ حکم قرآن سے دکھایا جائے کہ نماز مومن پر فرض ہے اور زید کا مومن ہونا مشاہدہ سے معلوم ہوگا۔ اس لئے یقیناً اس پر نماز فرض ہوگی۔

اسی طرح حصول علم کا حکم قرآن وحدیث میں ہے لیکن کوئی اگر ضد کرے کہ استاد کا نام قرآن سے دکھاؤ تو وہ علم حاصل نہیں کرسکتا۔ جو استاد بھی اسے میسر ہو اس سے علم حاصل کرلے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم پورا کردیا۔

نماز با جماعت میں امام کی تابعداری کے بارہ میں بہت تاکید آئی ہے اور امام مسجد کی تابعداری کی بجائے مخالفت کرنے والا چھوٹا گدھا اور امام اعظم کی مخالفت کرنے والا بڑا گدھا۔ اور امام کی مخالفت کرنے والے غیر مقلد کو گدھا، کتا، خنزیر تک کہا گیا ہے۔ ہاں اتنا فرق ہوگا کہ ایک مسجد کے امام کی مخالفت کرنے والا چھوٹا گدھا ہوگا اور امام اعظم کی مخالفت کرنے والا بڑا گدھا ہوگا۔

اب کوئی جماعت کی تاکید پڑھ کر یہ ضد کرے کہ امام کا نام قرآن وحدیث سے دکھاؤ کہ اس کے پیچھے میں نماز پڑھوں۔ بات وہی ہے کہ امام کی تابعداری کا حکم قرآن پاک میں ہے لیکن یہ امام امامت کا اہل ہے یا نہیں یہ مشاہدہ سے معلوم ہوگا۔

اسی طرح بیمار کے لئے حکم ہے کہ وہ علاج کروائے، اسی طرح اگر کوئی ضد کر بیٹھے کہ ڈاکٹر

کیڑے

”الحاد کی مثال کیڑوں کی سی ہے جو فصل کو تباہ اور خراب کرتے ہیں۔کوئی کیڑا پھلوں کو، کوئی ٹہنیوں کو، کوئی جڑوں کو خراب کرتا ہے۔ کسی کیڑے کا نام مودودی ہے، کسی کا نام طاہر القادری ہے، کسی کا نام کیپٹن عثمانی ہے اور کسی کا نام اشاعت التوحید والسنّت ہے۔ یہ لوگ دین کے ثابت شدہ مسائل کا انکار کرتے ہیں۔کسی نے فقہ کا انکار کردیا، کسی نے حدیث کا انکار کردیا، کسی نے معراج کا انکار کردیا اور کسی نے حیاۃ النبی ﷺ کا انکار کردیا۔“

(انوارِ صفدر۔محمود عالم صفدر اوکاڑوی۔صفحہ:25)

بدعت کی مثال

بدعت کی مثال خودرو جڑی بوٹیوں کی ہے۔ جیسے گندم تو زمیندار لے گیا اور بو آیا، لیکن کھیت میں صرف گندم ہی نہیں ہوئی بلکہ کئی خودرو جڑی بوٹیاں بھی اگ آئیں۔ یہ جڑی بوٹیاں ہر علاقے کی الگ الگ ہوتی ہیں۔ جو جڑی بوٹیاں سندھ میں اگتی ہیں پنجاب والے ان کا نام بھی نہیں جانتے، لیکن گندم ہر علاقے میں ایک ہی ہوتی ہے۔ علمائے دیوبند سنت کی فصل کی حفاظت کرتے ہیں اور جڑی بوٹیاں اکھاڑ اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں۔ جب کہ رضا خانی جڑی بوٹیوں کی پوری پوری حفاظت کرتے ہیں سنت کی فصل رہے یا نہ رہے۔

الحاد کی مثال

الحاد کی مثال کیڑوں کی سی ہے جو فصل کو تباہ اور خراب کرتے ہیں۔ کوئی کیڑا پھلوں کو، کوئی ٹہنیوں کو، کوئی جڑوں کو خراب کرتا ہے۔ کسی کیڑے کا نام مودودی ہے، کسی کا نام طاہر القادری ہے، کسی کا نام کیپٹن عثمانی ہے اور کسی کا نام اشاعت التوحید والسنّت ہے۔ یہ لوگ دین کے ثابت شدہ مسائل کا انکار کرتے ہیں۔ کسی نے فقہ کا انکار کر دیا، کسی نے حدیث کا انکار کر دیا، کسی نے معراج کا انکار کر دیا اور کسی نے حیاۃ النبی ﷺ کا انکار کر دیا۔

علاج

ان دونوں بیماریوں کا علاج فقہ کو ماننا ہے۔ بدعتی سے یہ پوچھو کہ تمہارا یہ عمل اور عقیدہ فقہ کی کتابوں میں ہے؟۔ اگر وہ فقہ کا مفتٰی بہ قول پیش کر دے تو وہ مسئلہ دین کا ہوگا۔ اور اگر فقہ سے نہ دکھا سکے اور کہے کہ قرآن سے یہ مسئلہ ثابت ہے تو یقین کریں کہ وہ قرآن کا نام لے کر جھوٹ بول رہا ہے۔ اور اگر وہ بدعت کی تائید کے لئے حدیث پیش کرے تو یقین کریں کہ وہ دھوکا دے رہا ہے، کیونکہ قرآن وسنت کی وہ تشریح قبول ہے جو مجتہدین سے ہوگی۔

بے غیرت۔حرام زادہ

’’یحییٰ بن معین دس لاکھ احادیث کے حافظ تھے اور حنفی تھے غیر مقلد نہیں تھے امام محمد کے شاگرد تھے اور امام بخاری کے استاد تھے۔ غیر مقلد ایسے بے غیرت ہیں کہ بخاری، بخاری تو کہتے ہیں لیکن بخاری کے استاد کو نہیں مانتے جو اپنے دادا کو نہ مانے وہ حرام زادہ ہوتا ہے۔‘‘

(انوارات ِصفدر۔محمود عالم صفدر اوکاڑوی صفحہ:40)

اور ترجمہ میں مذکور نہیں ہیں۔اب ان علتوں کا استخراج ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔جو علت استخراج کرسکتا ہے اس کو مجتہد کہتے ہیں اور اس علت سے جو مسائل نکلیں ان پر عمل کرنے سے مقلد بن جاتا ہے۔

ہم منصوص مسائل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے محتاج ہیں اور تابعدار ہیں۔اور اجتہادی مسائل میں جو علتوں کے استنباط سے ظاہر ہوں ان میں مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مسائل کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) منصوص (۲) مجتہد فیہ۔

منصوص میں رسول ﷺ کی طرف رجوع ہے اس لئے ہم سنّی کہلاتے ہیں اور مجتہد فیہ مسائل میں ہم اہل اجتہاد کی طرف رجوع کرتے ہیں اس لئے ان مسائل میں ہم حنفی کہلاتے ہیں۔منصوص مسائل میں رجوع نبیوں کی طرف ہے اور مجتہد فیہ میں ربانیین کی طرف۔قرآن پاک نے لوگوں کی تقسیم فرمادی کچھ فقہاء ہیں اور کچھ غیر فقہاء ہیں۔قرآن وسنت کے سمجھنے میں فقیہ کا فہم حجت ہے سفیہ یعنی غیر مقلد کا فہم حجت نہیں ہے۔انہیں فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔

یحیٰ بن معین دس لاکھ احادیث کے حافظ تھے اور حنفی تھے غیر مقلد نہیں تھے امام محمد کے شاگرد تھے، اور امام بخاری کے استاد تھے۔غیر مقلد ایسے بے غیرت ہیں کہ بخاری، بخاری تو کہتے ہیں لیکن بخاری کے استاد کو نہیں مانتے جو اپنے دادا کو نہ مانے وہ حرام زادہ ہوتا ہے۔

فلولا نفر من کل فرقة

سورۃ توبہ بڑی سورتوں میں سے ہے،قرآن کے نزول کے اعتبار سے بڑی سورۃ اور آخری سورۃ ہے۔اب قرآن پاک کی تکمیل ہورہی ہے صحابہ کرامؓ حضرت ﷺ سے قرآن سمجھ رہے ہیں۔لیکن سوال یہ ہے کہ جو لوگ حضرت ﷺ سے دور رہتے ہیں یا حضرت ﷺ کے بعد قیامت تک آئیں گے ان کو کتاب وسنت کون سمجھائے گا۔اس بارہ میں یہ

غیر مقلدوں کا کام بھونکنا

”غیر مقلد پورے دین کے دشمن ہیں کیونکہ ان کے دو ہی کام ہیں یا فقہاء کو بھونکنا یا صوفیاء کو۔“

(انوارِاتِ صفدر۔محمود عالم صفدر اوکاڑوی صفحہ:42)

اہل سنت والجماعت ہیں۔

اسلاف نے دین کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ **تعمیل الظاھر والباطن** ظاہر کی تعمیل فقہی احکام سے ہوتی ہے اور باطن کی تعمیر صوفیاء کی جوتیاں سیدھا کرنے سے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ ہمیں تو ایک علم صحیح کی ضرورت ہے دوسرے یہ کہ اس پر عمل کرنے کی ہمت قوی ہو۔ علم صحیح فقہاء سے ملتا ہے، اور ہمت قوی اللہ والوں کے تعلق سے حاصل ہوتی ہے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ غیر مقلد پورے دین کے دشمن ہیں کیونکہ ان کے دو ہی کام ہیں یا فقہاء کو بھونکنا، یا صوفیاء کو۔ اس آیت کے اولین مخاطب صحابہ کرام ؓ تھے کہ جن کی مادری زبان عربی تھی انہیں حکم دیا جا رہا ہے کہ ہر فرقے اور ہر قوم میں ایک یا چند فقیہ بنیں اور پھر وہ اپنی ساری قوم کو اللہ تعالیٰ کے احکام سے ڈرائیں۔ اور خدا اور رسول کی نافرمانی سے بچائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہ قرآن وحدیث کے ترجمہ کو نہیں کہتے کیونکہ سب صحابہ ؓ قرآن وحدیث کے الفاظ سن کر اس کا مطلب ہم سے زیادہ اچھا سمجھ لیتے تھے۔ اس لئے فقہ خاص گہرائی کا نام ہے کہ کتاب وسنت کی تہہ سے مسائل کا استنباط کرے۔

فقیہ کون ہوسکتا ہے

فقیہ کس کو مانا جائے گا؟۔ اس میں معیار ایک ہی ہوتا ہے۔ جیسے ہم کسی کو ڈاکٹر مانتے ہیں جس کو اہل فن ڈاکٹر مانیں۔ رستم کو پہلوانوں کا امام اس لئے مانتے ہیں کہ پہلوان اس کو اپنا بڑا مانتے ہیں۔ امام بخاریؒ کو ہم بہت بڑا محدث اس لئے مانتے ہیں کہ اہل فن محدثین نے ان کی بڑائی کو تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح ہم آئمہ اربعہ کو مجتہد اور فقیہ مانتے ہیں کیونکہ اہل فن فقہاء ان کی فقہی برتری کے قائل ہیں۔ یہ نہیں کہ چند نا اہل مودودی کو مجتہد مان لیں کہ یہی کہا جائے گا۔

که عیسٰی نتواں گشت
به تصدیق خرے چند

اصلی، نسلی اور مادری زبان

''یہ رسیلی زبان ماشاءاللہ آپ کی اصلی اور نسلی زبان ہے اور مولانا سرفراز صاحب کی تربیت نے اس کو چار چاند لگا دیئے ہیں اور مولانا اپنے اس بچے کی رس بھری زبان پر جتنا بھی ناز کریں تھوڑا ہے مولانا صاحب کے پاس جو بھی بیٹھ گیا اس کی فطرت بدل گئی انسانوں کے زمرے سے نکال کر اسے نیش عقرب عنایت فرما دیتے ہیں یہ دیکھو بھولا بھالا حبیب اللہ ڈیروی کتنی بھولی بھالی صورت منہ میں زبان نہیں اب آپ ان کی کتاب نور الصباح اٹھا کر دیکھیں کسی اہلحدیث کا نام عزت سے نہیں لیا یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی اجڈ گنوار ہے جسے تمیز تک نہیں۔ چلو ہماری تو کوئی بات نہیں مگر ایں جناب نے امام بخاریؒ اور امام ابن حجرؒ تک کو نہیں بخشا اور وہ زبان استعمال کی ہے کہ الامان والحفیظ۔ مولانا کے شاگردان گرامی قدر نے ایک رسالہ غیر مقلدین کے ڈھول کا پول لکھا جس کے مصنف ملک اعوان جانباز اور نصر اللہ راشد ہیں۔ اس رسالہ کی اخلاقی سطح کا اندازہ کرنے کے لئے صرف ایک حوالہ کافی ہے۔ مڈیالہ تیگہ کے اہلحدیث عالم نے کہا کہ فاتحہ نہ پڑھنا ثابت کرنے والے کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ مولانا جانباز صاحب فرماتے ہیں منہ مانگے انعام میں بہت کچھ آ جاتا ہے اس لیے اپنے قریبی ہم سفر سے مشورہ کر لیں کہیں انعام دے کر پچھتانا نہ پڑے، جب علماء کی اخلاقی سطح اس قدر پست ہو جائے تو پھر ایسے داعیانِ اسلام کی وجہ سے اسلام سے نفرت کا سبب تو بن سکتے ہیں اور اسلام کو نقصان تو پہنچ سکتا ہے فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔''

(علمائے دیوبند کا ماضی (تاریخ کے آئینے میں)۔ از حکیم محمود احمد صاحب۔ صفحہ 349,350)

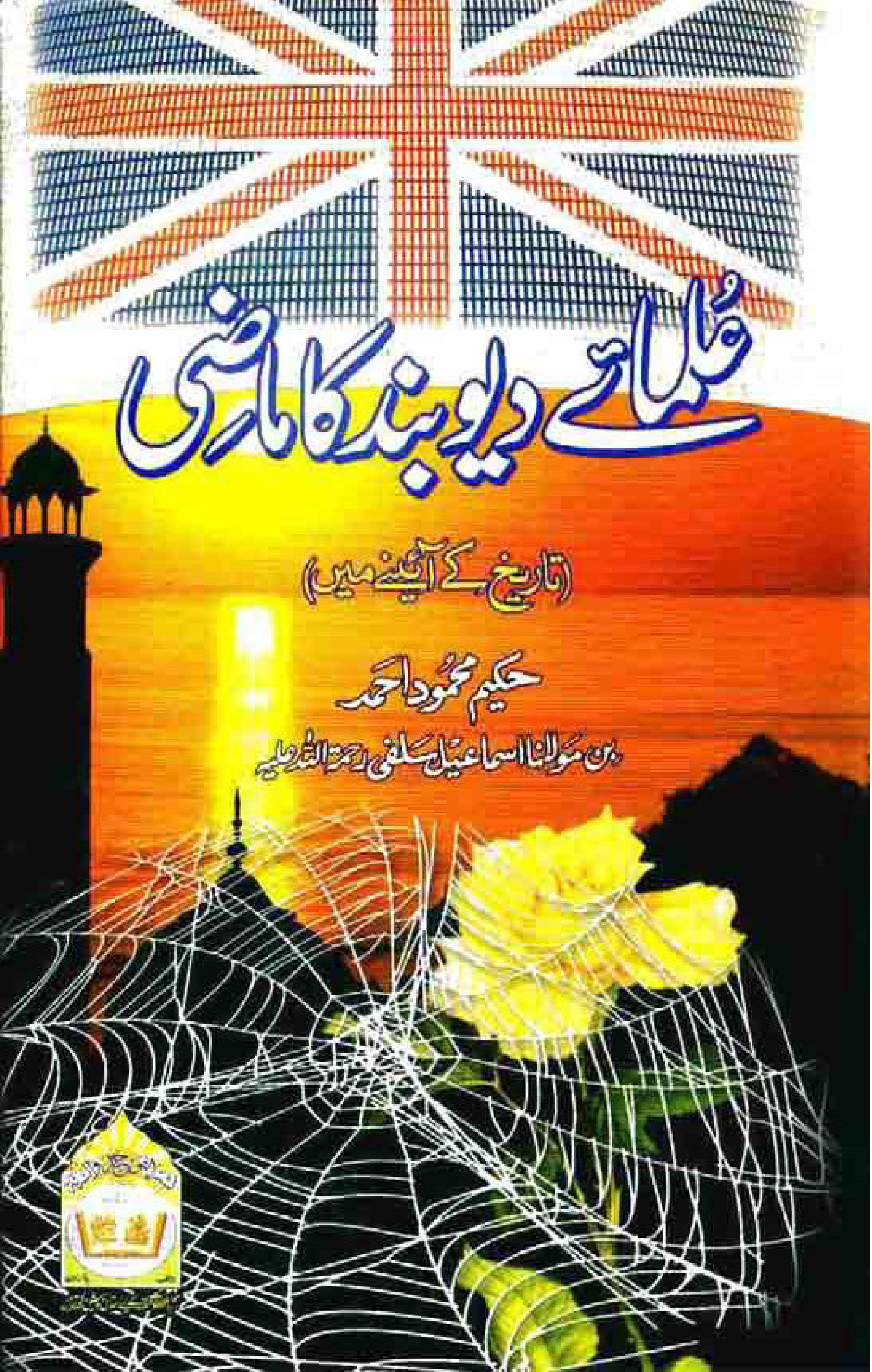

علمائے دیوبند کا ماضی

(تاریخ کے آئینے میں)

حکیم محمود احمد

بن مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ

لاہور میں مناظرہ پر اصرار کی سمجھ تو کسی قدر آتی ہے کہ ممکن ہے مرزا صاحب کو بٹالوی صاحب مسجد چینیانوالی کے منتظمین اور لاہور کے غیر مقلدین سے امداد کی توقع ہو کہ وہ عین مناظرہ کے وقت ہلڑ بازی وغیرہ کے اپنے روایتی طریقے سے مرزا صاحب کی جان بخشی کرا دیں گے۔

ماشاءاللہ کس قدر پیاری زبان ہے

جو پیارے عبدالحق نے جماعت اہلحدیث کے متعلق استعمال فرمائی ہے۔

کس قدر شیریں ہیں ترے لب کہ رقیب گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہلحدیث سے ان کو کتنا پیار ہے یہ کام انہوں نے محض اتحاد پیدا کرنے کے لیے کیا۔

ستون چشم بد دُور ہیں آپ ہی کے نمونہ ہیں خلق رسول امیں کے

یہ رسیلی زبان ماشاء اللہ آپ کی اصلی اور نسلی زبان ہے اور مولانا سرفراز صاحب کی تربیت نے اس کو چار چاند لگا دیے ہیں اور مولانا اپنے اس بچے کی رس بھری زبان پر جتنا بھی ناز کریں تھوڑا ہے مولانا صاحب کے پاس جو بھی بیٹھ گیا اس کی فطرت بدل گئی انسانوں کے زمرے سے نکال کر اُسے غیض غضب عنایت فرما دیتے ہیں یہ دیکھو بھولا بھالا حبیب اللہ ڈیروی کتنی بھولی بھالی صورت منہ میں زبان نہیں اب آپ ان کی کتاب نور الصباح اُلٹا کر دیکھیں کسی اہلحدیث کا نام عزت سے نہیں لیا یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی اُجڈ گنوار ہے جسے تمیز تک نہیں۔ چلو ہماری تو کوئی بات نہیں مگر اس جناب نے امام بخاریؒ اور امام ابن حجرؒ تک کو نہیں بخشا اور وہ زبان استعمال کی ہے کہ الامان والحفیظ۔

مولانا کے شاگردان گرامی قدر نے ایک رسالہ غیر مقلدین کے ڈھول کا

پول لکھا جس کے مصنف ملک اعوان جانباز اور نصر اللہ راشد ہیں اس رسالہ کی اخلاقی سطح کا اندازہ کرنے کے لیے صرف ایک حوالہ کافی ہے۔
مڈیالہ تبگہ کے اہلحدیث عالم نے کہا کہ فاتحہ نہ پڑھنا ثابت کرنے والے کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔

مولانا جانباز صاحب فرماتے ہیں منہ مانگے انعام میں بہت کچھ آجاتا ہے اس لیے اپنے قریبی ہم سفر سے مشورہ کرلیں کہیں انعام دے کر پچھتانا نہ پڑے، جب علماء کی اخلاقی سطح اس قدر پست ہو جائے تو پھر ایسے داعیان اسلام کی وجہ سے اسلام سے۔ نفرت کا سبب تو بن سکتے ہیں اور اسلام کو نقصان تو پہنچ سکتا ہے فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

میرا گناہ

مولانا سرفراز صاحب نے ایک کتاب کا مقدمہ لکھا جس میں مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب کو ایک مناظرہ میں فرضی شکست دلوادی یہ کتاب مولانا احمد علی صاحب نے سپرد قلم کی تھی وہ سکول میں میرے عربی کے استاد تھے ان کی زبان کے متعلق میں نے یہ لکھ دیا کہ ان کی زبان پر سوقیت غالب تھی۔ مولانا عبدالحق کو طیش آگیا انہوں نے میرے متعلق لکھ دیا کہ گستاخی کی تمام حدود پھلانگ گیا ہے حالانکہ میں نے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے مولانا احمد علی کے جواہر پاروں کا تذکرہ تک نہیں کیا تھا۔

آئیے مولانا سرفراز صاحب کی پسند اور ذہنیت کی عکاس شخصیت کا تعارف کرادوں پھر آپ فیصلہ کریں کہ میں گستاخ ہوں یا نہیں۔

ہماری جماعت میں ایک صاحب محمد شفیع صاحب پڑھتے تھے جو ابھی تک بقید حیات ہیں انہوں نے کہا میں نے سبق بہت یاد کیا مگر بھول گیا ہوں مولانا فرمانے لگے تمہارا کوئی قصور نہیں عربی بڑی لیسدار چکنی ہوتی ہے کتنا بھی زور لگاؤ نکل جاتی ہے۔ تم بیندی پر پنکچر لگاؤ وہ بیچارا بہت شرمندہ ہوگیا۔

۲۔ ایک شاگرد نے کہا مجھے ٹڈیاں لگی ہوئی تھیں جس سے مجھے کمزوری

خاتم المکلبین

''مولانا غیر مقلد بیچارے کیا گستاخی کریں گے آپ مقلدین کی شرافت کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ مولوی محمد حسن سنبھلی جو مولانا قاسم نانوتوی کے شاگرد تھے فوائد حاشیہ شرح عقائد میں گل افشانی فرماتے ہیں: یہ ٹولہ (اہلحدیث) باغی حرام کمائی کرنے والا قنوجی خدا کا جسم ماننے والا فرعون کی امت سے ہے، خدا کو مخلوق سے تشبیہ دینے والا اپنی عورتوں کی زنا کی کمائی کھانے والا بدعات کا پاد مارنے والا کبھی آواز اور کبھی بغیر آواز کے ساتھ اور اماموں کی شان میں بدزبانی کرنے والے (صفحہ 141) اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے: اس ملت وہابیہ کے چار خلفاء ابن تیمیہؒ ابن قیمؒ اور شوکانیؒ بمصداق تین چوتھا ان کا کتا ہے اور جب ابن حزم اور داؤد ظاہری کو ساتھ ملایا جائے تو چھ ہو جاتے ہیں اور بمصداق قرآن پانچ چھٹا ان کا کتا غیب کی اٹکلیں لگاتے ہیں اور خاتم المکلبین کی مثال کی طرح ہے اس پر وزن ڈالو تو بھی ہانپتا ہے اور نہ ڈالو پھر بھی ہانپتا ہے۔ (صہ 102)''

(علمائے دیوبند کا ماضی (تاریخ کے آئینے میں) ۔حکیم محمود احمد صاحب۔ صفحہ 352)

ہم تو بیچ بیچ کے بھی لکھتے ہیں تو مطعون کیے جاتے ہیں
شرمندہ پراگندہ نزاظلم سہے جاتے ہیں

کیا گستاخی ترک تقلید کا نتیجہ ہے

مولانا غیر مقلد بیچارے کیا گستاخی کریں گے آپ مقلدین کی شرافت کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں مولوی محمد حسن سنبھلی جو مولانا قاسم نانوتوی کے شاگرد تھے فوائد حاشیہ شرح عقائد میں گل افشانی فرماتے ہیں:

"یہ ٹولہ (اہلحدیث) باغی حرام کمائی کرنے والا قنوجی خدا کا جسم ماننے والا فرعون کی اُمت سے ہے۔ خدا کو مخلوق سے تشبیہ دینے والا اپنی عورتوں کی زنا کی کمائی کھانے والا بدعات کا یاد مارنے والا کبھی آواز اور کبھی بغیر آواز کے ساتھ اور اماموں کی شان میں بدزبانی کرنے والے۔ (ص۱۴۱)

اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے:

اس ملت وہابیہ کے چار خلفاء ابن تیمیہؒ ابن قیمؒ اور شوکانیؒ بمصداق تین چوتھا ان کا کتا ہے اور جب ابن حزم اور داؤد ظاہری کو ساتھ بلایا جائے تو چھ ہو جاتے ہیں اور بمصداق قرآن پانچ چھٹا ان کا کتا غیب کی اٹکلیں لگاتے ہیں اور خاتم المکلبین کی مثال کی طرح ہے اس پر وزن ڈالو تو بھی ہانپتا ہے اور نہ ڈالو پھر بھی ہانپتا ہے۔ (ص۱۰۲)

مولانا حسین احمد مدنیؒ

اپنی کتاب شہاب ثاقب میں فرماتے ہیں:

"فتاوی رشیدیہ میں متعدد مقامات میں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے طائفہ وہابیہ غیر مقلدین کو فاسق تحریر فرمایا ہے اوران کی اقتداء کو مکروہ کہا کہ سلف صالحین و ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے فسق عائد ہوتا ہے۔

پھر ص۶۶ پر اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ السلام و درود بر خیر الانام علیہ السلام اور

گالیوں کا پلندہ

’’حال ہی میں مولانا صفدر صاحب کے تلمیذ رشید جناب مولانا حبیب اللہ ڈیروی شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم فقیر والی کی کتاب ’’توضیح الکلام پر ایک نظر‘‘ طبع ہوئی۔ کتاب کیا ہے؟ گالیوں کا پلندہ، بدتمیزی کا شاہکار اور غیظ وغضب کا اظہار۔ ذرا جناب شیخ الحدیث صاحب کی زبان ملاحظہ ہو۔ ’’بدبخت اثری، کاش ظالم انسان تجھے ماں نے نہ جنا ہوتا‘‘ (ایک نظر: ص 203)۔۔ تمھیں شرم وحیا کرنا چاہیے، پانی میں ڈوب مرنا چاہیے (ص۔222)۔۔ محرفین وخائنین وخادعین و غالین (ص 191)۔۔ میاں مٹھو چبل چبل (ص 163)‘‘

(تنقیح الکلام۔ ارشاد الحق اثری صاحب۔ صفحہ 19)

تنقیح الکلام

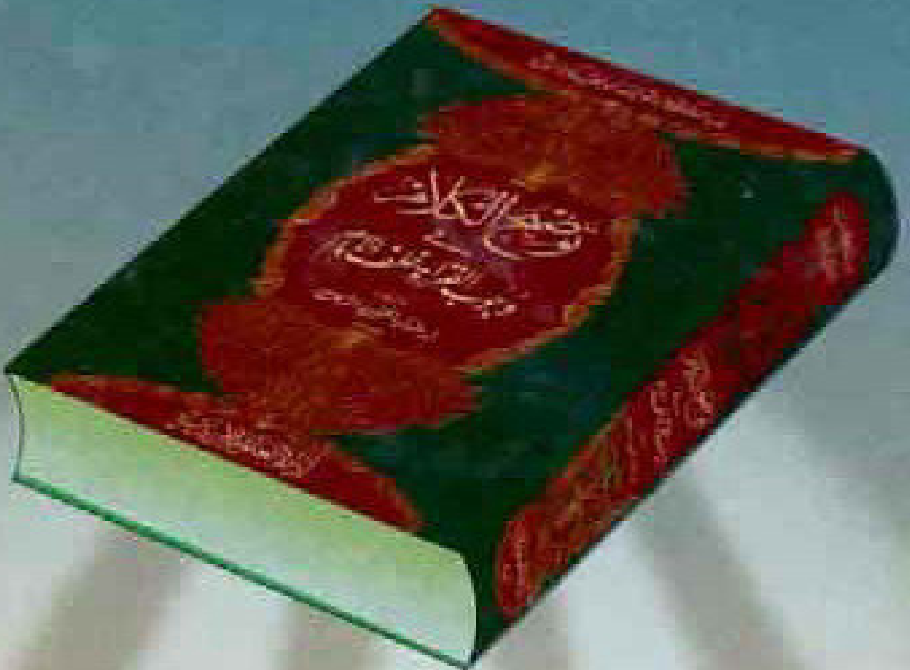

فی تایید توضیح الکلام

ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

ادارۃ العلوم الاثریۃ - فیصل آباد

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعھم باحسان إلی یوم الدین، اما بعد:

قارئین محترم راقم اثیم کی کتاب ''توضیح الکلام'' آج سے تقریباً پندرہ سال قبل زیور طبع سے آراستہ ہوئی جو دراصل نامور دیوبندی عالم دین مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر کی کتاب ''احسن الکلام'' کا جواب تھا۔ اس کتاب کو جہاں علمائے اہلحدیث نے ایک سنجیدہ اور ٹھوس علمی دلائل سے مزین کتاب قرار دیا، وہاں اس کے ردعمل کے طور پر حنفی مکتب فکر میں ایک زلزلہ بھی بپا ہوا۔ یہ ردعمل فطری تھا کیونکہ یہ حضرات اپنے حلقہ ارادت میں باور کراتے تھے کہ یہ کتاب ناقابل تسخیر ہے۔ حنفی مناظرین کا تمام تر دارومدار بھی اسی کتاب پر تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل واحسان سے ''توضیح الکلام'' نے ان کی یہ غلط فہمی دور کردی۔

بعض حضرات نے محض طفل تسلی کے طور پر کچھ لکھ کر اپنے حلقہ میں باور کرایا کہ جی! ''توضیح الکلام'' کا جواب ہو چکا، مگر بحمد اللہ! وہ توضیح کے ٹھوس، علمی اور اصولی دلائل جو ہمالیہ کی طرح قائم ہیں، کا کوئی صحیح جواب نہ دے سکے۔ یہی وجہ ہے کہ خود اس حلقہ میں بھی اس کو چنداں پذیرائی حاصل نہ ہو سکی۔ مگر حال ہی میں مولانا صفدر صاحب کے تلمیذ رشید جناب مولانا حبیب اللہ ڈیروی شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم فقیر والی کی کتاب ''توضیح الکلام پر ایک نظر'' طبع ہوئی۔

کتاب کیا ہے؟ گالیوں کا پلندہ، بدتمیزی کا شاہکار اور غیظ وغضب کا اظہار۔ ذرا جناب شیخ الحدیث صاحب کی زبان ملاحظہ ہو۔ ''بدبخت اثری، کاش ظالم انسان تجھے ماں نے نہ جنا ہوتا'' (ایک نظر: ص ۲۰۳)۔۔ تمھیں شرم وحیا کرنا چاہیے، پانی میں ڈوب مرنا چاہیے (ص ۲۲۲)۔۔ محرفین وخائنین وخادعین وغالین (ص ۱۹۱)۔۔ میاں مٹھو چبل چبل (ص ۱۶۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گالیوں کا جواز

جماعت احمدیہ کے ایک اشد مخالف مولوی انور شاہ کشمیری کی فارسی زبان میں لکھی گئی کتاب ''خاتم النبیین'' کا ترجمہ وتشریح کرتے ہوئے مقدمہ میں مولوی یوسف لدھیانوی انور شاہ کشمیری کی بانیٔ جماعت احمدیہ کے خلاف نفرت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ وہ اُن کا نام لیتے ہوئے گالیاں دیا کرتا تھا اور ان گالیوں کا جواز ان الفاظ میں دیا کرتا تھا:

''فرماتے تھے کہ ''لوگ کہیں گے کہ یہ گالیاں دیتا ہے فرمایا کہ ہم اپنی نسل کے سامنے اپنے اندرونی درد دل کا اظہار کیسے کریں، ہم اس طرح قلبی نفرت اور غیظ و غضب کے اظہار کرنے پر مجبور ہیں۔ ورنہ محض تردید وتنقید سے لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ تو علمی اختلافات ہیں جو پہلے سے چلے آتے ہیں۔''

(صفحہ 24)

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ
(۱۳۵۲ھ)

ترجمہ وتشریح

محمد یوسف لدھیانوی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ ملتان
☎ 514122

کتابیں لکھوائیں۔ اور ان کی پوری نگرانی و اعانت فرماتے رہے۔ میں نے خود حضرت رحمہ اللہ سے سُنا کہ جب یہ فتنہ کھڑا ہوا تو چھ ماہ تک مجھے نیند نہیں آئی، اور یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں دینِ محمدی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کے زوال کا باعث یہ فتنہ نہ بن جائے۔ فرمایا چھ ماہ کے بعد دل مطمئن ہو گیا کہ ان شاء اللہ دین باقی رہے گا، اور یہ فتنہ مضمحل ہو جائے گا۔" میں نے اپنی زندگی میں کسی بزرگ اور عالم کو اس فتنہ پر اتنا دردمند نہیں دیکھا جتنا کہ حضرت امام العصرؒ کو۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دل میں ایک زخم ہو گیا ہے۔ جس سے ہر وقت خون ٹپکتا رہتا ہے، جب مرزا کا نام لیتے تو فرمایا کرتے تھے۔ "لعین ابن اللعین لعین قادیان"۔ اور آواز میں ایک عجیب درد کی کیفیت محسوس ہوتی۔ فرماتے تھے کہ "لوگ کہیں گے کہ یہ گالیاں دیتا ہے فرمایا کہ ہم اپنی نسل کے سامنے اپنے اندرونی دردِ دل کا اظہار کیسے کریں، ہم اس طرح قلبی نفرت اور غیظ و غضب کے اظہار کرنے پر مجبور ہیں۔ ورنہ محض تردید و تنقید سے لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ تو علمی اختلافات ہیں جو پہلے سے چلے آتے ہیں۔" مرضِ موت میں جب تمام قوتیں جواب دے چکی تھیں اور چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھے ایک دن (یہ جمعہ کا دن تھا) جامع مسجد میں ڈولی میں لائے گئے اور اپنے شاگردوں اور علماء اور اہلِ دیوبند کو آخری وصیت فرمائی کہ دینِ اسلام کی حفاظت کی خاطر اس فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے پوری کوشش کریں اور فرمایا "میرے تلامذہ کی تعداد جنہوں نے مجھ سے حدیث پڑھی ہے دو ہزار ہو گی ـــــ ان سب کو میں وصیت کرتا ہوں کہ اس فتنہ کے خلاف پوری جد و جہد کریں۔" حضرت رحمہ اللہ کی یہ وصیت "دعوتِ حفظِ ایمان" کے نام سے ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع ہو گئی تھی۔

حضرت رحمہ اللہ نے اپنی آخری زندگی میں مسلمانانِ کشمیر کو اس فتنے سے بچانے کے لیے آخری تصنیف فارسی زبان میں تالیف فرمائی، کشمیر میں فارسی زبان عام تھی اور وہاں کی علمی زبان فارسی ہی تھی، اس لیے آیت خاتم النبیین کی شرح فرمائی حضرت مرحوم کا دل و دماغ جس طرح علوم و معارف سے بھرا ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ قلم سے اسی انداز کے علوم و حقائق نکلیں گے۔

خطباء کالب ولہجہ

’’ہمارے عام خطباء کالب ولہجہ اب بھی وہی ہے جو کچھ عرصہ پیشتر متحدہ ہندوستان میں رواج پا گیا تھا۔ چند رٹی رٹائی حکایات ہیں، کچھ منتخب لطائف ہیں، مخالفوں پر ننگی تنقید اور واضح سبّ وشتم ہے۔ موضوع میں نہ ربط ہے نہ تسلسل، تقریر میں نہ یکسانیت ہے نہ ہم آہنگی۔ اور تعجب اس پر ہے کہ ایسے خطباء کو مسلسل سُن سُن کر عوام کا مزاج ایسا بگڑ گیا ہے کہ وہ اس انداز کے عادی ہوگئے ہیں۔ اور عوامی سطح پر ایسے خطباء کو پسند کیا جاتا ہے جن کی آواز پُرکشش ہو، جو قہقہے لگوائیں، جو کیچڑ اچھالنے میں ماہر ہوں۔ جو کسی مخالف پر کفر سے کم فتویٰ نہ لگاتے ہوں، جو نقّالی اور ایکٹنگ پر یدِ طولیٰ رکھتے ہوں۔‘‘

(ندائے منبر ومحراب۔ مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب استاد جامعہ بنوریہ۔ جلد اوّل، صفحہ 13)

ندائے منبر و محراب

جلد اوّل

تالیف

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

استاذ جامعہ بنوریہ و ناظم شعبہ تصنیف و تالیف

جس میں قدیم و جدید موضوعات پر دس مدلل اور مفصل خطبات و مقالات شامل ہیں۔ خطباء اور لیکچررز کے لئے بے مثال تحفہ۔ عوام و خواص کے لئے یکساں مفید۔ آیات و احادیث مستند حکایات و واقعات عالمانہ نکات و اشارات کا بیش بہا خزانہ

ناشر

صدف پبلشرز

موبائل: 0333-2141837

0333-3275686

www.ahlehaq.org

گمراہ فرقوں اور اسلام دشمن دانشوروں نے بدلتے حالات کے پیشِ نظر خطابت کے نئے اسلوب تراش لیے ہیں۔ وہ عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں اس انداز سے بات کرتے ہیں کہ عام آدمی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اُن کا انداز، جوش سے زیادہ ہوش کا ہوتا ہے۔ الفاظ بھی جچے تُلے ہوتے ہیں، زبان بھی جدید ہوتی ہے، قرآنی آیات وہ کثرت سے پڑھتے ہیں لیکن ہمارے عام خطباء کا لب ولہجہ اب بھی وہی ہے جو کچھ عرصہ پیشتر متحدہ ہندوستان میں رواج پاگیا تھا۔ چند رٹی رٹائی حکایات ہیں، کچھ منتخب لطائف ہیں، مخالفوں پر ننگی تنقید اور واضح سبّ وشتم ہے۔ موضوع میں نہ ربط ہے نہ تسلسل، تقریر میں نہ یکسانیت ہے نہ ہم آہنگی۔ اور تعجب اس پر ہے کہ ایسے خطباء کو مسلسل سُن سُن کر عوام کا مزاج ایسا بگڑ گیا ہے کہ وہ اس انداز کے عادی ہو گئے ہیں۔ اور عوامی سطح پر ایسے خطباء کو پسند کیا جاتا ہے جن کی آواز پُرکشش ہو، جو قہقہے لگوائیں، جو کیچڑ اُچھالنے کے ماہر ہوں۔ جو کسی مخالف پر کفر سے کم فتویٰ نہ لگاتے ہوں، جو نقالی اور ایکٹنگ پر یدِطولیٰ رکھتے ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ پڑھے لکھے اور باشعور افراد ان خطباء سے بدکنے لگے ہیں اور اُن نام نہاد دانشوروں کی طرف ان کا میلان بڑھتا جارہا ہے۔ جو ہدایت کے نام پر ان کو ضلالت کا درس دے رہے ہیں تو اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ہم اپنے سامعین کو ہنسانے، تڑپانے، بڑھکانے اور بدکانے کے بجائے ان کا ذہن بدلنے کی کوشش کریں۔ بات ایسی مدلّل اور معقول ہو کہ ہر عام اور خاص متأثر ہو۔ لہجہ ایسا پُرسوز ہو کہ قلب ودماغ کی کایا پلٹ دے، انداز ایسا معتدل ہو کہ خواہ مخواہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ جھوٹی کہانیاں سُنانے کے بجائے سامعین کو آیات اور احادیث سُنائی جائیں، خطاب کو عام فہم بنانے کے لیے اسرائیلی روایات کے بجائے اسلامی تاریخ کی مستند حکایات پیش کی جائیں۔

خلاصۂ کلام

☆ غیر احمدی مسلمان علماء نے گالی کی حقیقی تعریف عوام کو بتانے کی بجائے محض احمدیت، یعنی حقیقی اسلام، کی دشمنی میں، سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں میں موجود ان الفاظ کو بھی گالیاں قرار دے دیا جو خود قرآن وحدیث میں پائے جاتے ہیں؛

☆ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کے مخالفین ایک ہی جیسے اعتراضات کرتے اور ان پر ایک ہی جیسے الزامات لگاتے ہیں۔ کتب سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّدنا حضرت محمد ﷺ پر بھی ان کے مخالفین کفّارِ مکہ نے ان پر گالیاں نکالنے اور توہینِ مسیحؑ کے الزامات عائد کئے تھے؛

☆ غیر احمدی مسلمان علماء اپنے مسلّمہ بزرگوں پر لگائے گئے توہینِ انبیاء علیہم السلام کے الزامات کی توجیہات کرتے ہیں لیکن سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وہی الزامات لگاتے ہوئے اپنی ان توجیہات کو یکسر فراموش کر دیتے ہیں اور خود وہی کچھ کرتے ہیں جس کا شکوہ دوسروں سے کرتے ہیں؛

☆ چند غیر احمدی مسلمان علماء سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عیسائیوں اور آریہ سماجیوں سے اسلام، قرآن اور نبی اکرم ﷺ کو گالیاں نکلوانے کا موجب قرار دیتے ہیں جبکہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لمبا عرصہ صبر کے بعد قرآن وسنّت اور بزرگانِ امّت کے طریق پر چلتے ہوئے دشمنانِ اسلام کو جوابات دیئے؛

☆ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے جسے یہ علماء جان بوجھ کر عوام سے چھپاتے ہیں کہ مسیحیوں کی اسلام، قرآن اور نبی اکرم ﷺ کے خلاف بدزبانی مغل بادشاہ اکبر کے دور سے شروع ہو چکی تھی جب پرتگیزی مسیحی منّاد دربار اکبری میں آئے اور نبی اکرم ﷺ کو، نعوذ باللہ، دجّال قرار دیا (دیکھئے کتاب فرنگیوں کا جال۔ صفحہ: 39) اور اس کے بعد برطانوی دور میں، سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منظر عام پر آنے سے کئی

دہائیاں پیشتر ہی پادریوں نے پورے ہندوستان میں پھیل کر اسلام کے خلاف ناپاک حملوں کا آغاز کر دیا تھا۔

☆ ایسے الزامات لگاتے وقت یہ علماء بھول گئے یا جان بوجھ کر اس حقیقت کو فراموش کر دیا کہ خود ان کے مسلّمہ بزرگ مسیحی علماء کے ساتھ مقابلوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بائیبل میں مذکور دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق بالکل اسی طرح کی زبان، الفاظ اور طریق استعمال کرتے رہے ہیں جس کا الزام یہ علماء سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لگاتے اور اسے توہینِ انبیاء قرار دیتے ہیں۔

☆ غیر احمدی مسلمانوں کے فرقوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو دوسرے فرقوں پر توہینِ صحابہؓ کا الزام نہ لگاتا ہو۔لیکن ان تمام کو بھول کر یہ سب اکٹھے ہو کر سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر توہینِ صحابہؓ کا بے بنیاد الزام لگاتے ہیں جو خود ان کی اپنی کتابوں میں بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔

☆ توہینِ انبیاءؑ اور توہینِ صحابہؓ کے ساتھ ساتھ یہ علماء سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مخالفین کے لئے درشت الفاظ استعمال کرنے اور انہیں کتے خنزیر وغیرہ کے القاب دینے کا الزام بھی لگاتے ہوئے یہ فراموش کر دیتے ہیں کہ یہی الفاظ نہ صرف ان کے اپنے مسلّمہ بزرگوں کی تحریروں میں پائے جاتے ہیں بلکہ عصرِ حاضر کے علماء اپنے مخالفین کے لئے ایسے بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ بلکہ ایک عالم کے مطابق، جن کا حوالہ اس مضمون میں دیا گیا ہے، اس شخص کو عالم ہی نہیں سمجھا جاتا جو اس طرح کی زبان نہ استعمال کرے۔اس کے علاوہ انٹرنیٹ کی بدولت ان علماء کی اپنے مخالفین کے استعمال کی جانے والی سوقیانہ زبان براہ راست ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

﴾حرفِ آخر﴿

غیر احمدی مسلمان علماء کی کتب سے لئے گئے یہ حوالہ جات اور ان کی روشنی میں احمدیت، یعنی حقیقی اسلام، کے متعلق ان کا غیر عادلانہ طرزِ عمل یہ ثابت کرتے ہیں کہ انہوں نے یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نہ صرف لینے کے باٹ اور رکھے جبکہ دینے کے باٹ اور بلکہ ان کی مکمل پیروی کرتے ہوئے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ویسی ہی اخلاق باختہ اور ہر قسم کی شرافت وتہذیب سے عاری ناپاک زبان استعمال کی جو زبان مسیحی علماء نے سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق اختیار کی اور جس کا شکوہ یہ غیر احمدی مسلمان علماء اپنی تحریروں اور تقریروں میں کرتے ہیں اور اس کے خلاف جلسے جلوس نکالتے اور پر تشدد احتجاج کرتے ہیں۔ ان حوالہ جات کو پیش کرنے کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ مسلمان عوام کو ان کی دوغلی پالیسی سے آگاہ کرتے ہوئے عادلانہ اور منصفانہ طریق اختیار کرنے کی نصیحت کی جائے اور یہ درخواست کی جائے کہ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پیشتر تصویر کے دونوں رخ دیکھنے چاہئیں اور سب سے بڑھ کر یہ دیکھنا چاہئے کہ:

☆ کیا سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لگائے گئے الزامات قرآن وسنّت کی رو سے درست ہیں؟

☆ کیا سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہی نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ساتھ بزرگانِ امّت کی بھی سنّت ہے؟

☆ کیا الزام لگانے والا انبیائے سابقین علیہم السلام کے مخالفین کفّار کی سنّت کی پیروی تو نہیں کر رہا؟

☆ اور کیا یہ الزام محض سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی میں تو نہیں لگایا جا رہا؟

جب ہم کسی بھی متنازعہ بات، اختلاف اور الزام کو عادلانہ اور منصفانہ طریق اختیار کر کے قرآن وسنّت کے محکم معیار پر پرکھیں گے تو ہمیں حق و باطل میں تمیز کرنا آسان ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنّت کے زرّیں اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماتے ہوئے ”قِسْمَةٌ ضِيْزٰى“ یعنی ناقص تقسیم کرنے سے بچائے۔ آمین!

وما توفیقی الا باللّٰہ وما علینا الا البلاغ المبین و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

کتابیات

لسان العرب

تاج العروس

مفردات القرآن

ازالۂ اوہام

خطباتِ برطانیہ

خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ

صحیح بخاری

مسند الامام احمد بن حنبلؒ

موَطا امام مالکؒ

مشکٰوۃ المصابیح

نیل الاوطار

احکام الحدیث

شرح بخاری از سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

تفسیر مظہری

سیرۃ حلبیہ

جامع ترمذی

تفسیر ابن کثیر

سیرۃ ابن ہشام

شاہ اسمٰعیل محدّث دہلوی شہید بالاکوٹ

تحریک ختم نبوت

فرنگیوں کا جال

کتاب الاستفسار

ازالۃ الاوہام

اعجازِ عیسوی

سیرت مولانا سیّد محمد علی مونگیری بانی ندوۃ العلماء

چراغ محمدؐ سوانح سیّد حسین احمد مدنی

مجاہد اسلام۔ سوانح مولانا رحمت اللہ کیرانوی

سوانح قاسمی

اسلام اور مسیحیت

احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث

نور القرآن نمبر۲

احتجاج طبرسی

تفہیم القرآن

ہدیۃ الشیعہ

بائبل سے قرآن تک۔ ترجمہ اظہار الحق

انوار الباری اردو شرح صحیح البخاری

کشتیٔ نوح

تفسیر از سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم

حقیقۃ الوحی

فیض سبحانی اردو شرح حسامی

خزائن السنن

صحابہ کرامؓ کے بارے میں علماء حنفیہ کی زبان درازیاں

احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف

شمع محمدی

حدیث اور اہل تقلید بجواب حدیث اور اہلحدیث

صحابہ کرامؓ کے بارے مس غیر مقلدین کا نقطۂ نظر

تقاریر شیخ الہند محمود الحسن دیو بندی

المنہاج الواضح یعنی راہ سنت

احسن الکلام فی ترک القرأۃ خلف الامام

درس ترمذی محمد تقی عثمانی

ملفوظات سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

وصیۃ ابوحنیفہؒ

شرح فقہ اکبر

تاریخ الخلفاء

فقہ جعفریہ

عیون اخبار الرضا

درمختار اردو ترجمہ

ملفوظات اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی

تحفہ اثناء عشری

درالمعارف ۔ ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ

مجموعہ کمالات عزیزی

سکون قلب

ملفوظات مہریہ۔پیر مہر علی شاہ گولڑوی

تحفۂ گولڑویہ

مدارج النبوت

انوارات صفدر

علمائے دیوبند کا ماضی۔تاریخ کے آئینے میں

تنقیح الکلام

خاتم النبیین

ندائے منبر ومحراب